اُن پاک باز ہستیوں کا ذکر جنہوں نے حضور ﷺ کو جنم دیا اور پرورش کی

عکسِ سیرت

پیارے نبی ﷺ کے پیارے والدین

منصور احمد بٹ

تمغۂ حسنِ کمال و تمغۂ صدارت

Marfat.com

عکسِ سیرت

ان پاکباز ہستیوں کا ذکر جنہوں نے حضور ﷺ کو جنم دیا، اور پرورش کی

پیارے نبی ﷺ کے پیارے والدین

تحقیق و تالیف:

منصور احمد بٹ

تمغہ حسنِ کمال و تمغہ صدارت

22748

بلسم پبلی کیشنز

21 فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

042-37247245 0300-3828954

bilsumpublications@yahoo.com

Marfat.com

297-9421
پیا 72
۱۲۷۱۲۴

انتباہ

تمام پبلشرز / دکاندار حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کتاب ہذا کی جعلی کاپی فروخت کرنے والے کے خلاف سخت سے سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔

بلسم

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں، پیاری کتابیں

ناشر: کوثر حسین زمرد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ———— پیارے نبیﷺ کے پیارے والدین

تحقیق وتالیف: ———— منصور احمد بٹ

سرورق: ———— عاطف اقبال

کمپوزنگ ———— ایمان گرافکس

سال اشاعت: ———— 2011ء

پرنٹر: ———— اکرم پریس، لاہور

قیمت: ———— 240روپے

ڈسٹری بیوٹر:

روبی پبلی کیشنز

دکان نمبر 13- الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-7243301

Marfat.com

اپنے والد

گُل محمد

اور والدہ

گلناز آراء

کے نام

جو بعد مرنے کے میری رگوں اور وجود

میں زندہ ہو گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

❀ حرفِ محبت	9
❀ آباؤ اجداد	11
❀ آبِ زمزم	19
❀ نسب مبارک	43
❀ اصحاب الفیل	51
❀ عالی مرتبت والدین	61
❀ محمد ﷺ کے والدین کا مرتبہ و مقام	82
❀ خاتم النبیین ﷺ کے والدین	87
❀ آپ ﷺ کا انتخاب	93
❀ قبائلِ عرب سے آپ ﷺ کا تعلق	105
❀ صبحِ سعادت	109
❀ رسول اللہ ﷺ کی مائیں	122
❀ رضاعی مائیں	134
❀ منہ بولی مائیں	145
❀ حضور ﷺ کی پرورش و خدمت کرنے والے	153
❀ حضور ﷺ کے خاندان کی معاشی حالت	242
❀ کتابیات	256

❀❀❀❀

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ محبت

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

ہزارہا درود و سلام ہو، اس نبی محترم ﷺ پر، جس کے لیے اللہ رب العزت نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا، اور ہمیں ان ﷺ کی غلامی کا طوق پہنایا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

''اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔'' (سورۃ الرحمٰن)

اللہ رب العزت کی طرف سے ان کی سب سے بڑی نعمت تو ہمیں یہ ملی کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں میں پیدا فرما کر ہماری قسمت کا ستارہ اوج ثریا پر پہنچا دیا، اس نعمت کے لیے ہم اللہ رب العزت کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہیں۔ یہ وہ سعادت ہے کہ اس کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا ہمارے لیے کتنا بڑا انعام ہے کہ ہم اس کے محبوب ﷺ کے غلاموں میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت یہ سعادت ہمیشہ ہمارے حصے میں رکھے۔ (آمین)

زیر مطالعہ کتاب عکسِ سیرت کے سلسلے کی ایک اور کڑی ہے، یہ کتاب ہمارے پیارے نبی ﷺ کے پیارے اور عالی مرتبت والدین اور ان خوش قسمت ہستیوں کا مختصر احاطہ کرتی ہے۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی پرورش فرمائی۔ جن کی گودوں میں آپ ﷺ کھیلے، اور حیاتِ مبارکہ کا سفر طے کرتے ہوئے نبوت پر فائز ہوئے۔

اللہ رب العزت کا صدہا شکر کہ اس نے مجھے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی سعادت اور ہمت عطا فرمائی، ورنہ کہاں میں عاصی اور کہاں سیرت محمد ﷺ، اور وہ مبارک و محترم ہستیاں جنہوں نے آپ ﷺ کی پرورش فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کے والدین گرامی پاکدامن، شریف النفس تھے، وہی نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ تک جتنے بھی والدین سلسلہ نسب میں موجود ہیں، وہ سب کے سب پاکباز، شریف اور دیندار تھے۔

قرآن پاک میں والدین کی خدمت اور حسن سلوک کا حکم ہوا ہے۔ اس بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''اور تمہارے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں

Marfat.com

باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب کے ساتھ بات کرنا اور ان کے سامنے عجز و نیاز سے جھکے رہنا اور ان کے حق میں دعا کرنا کہ:

''اے پروردگار! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی ان پر اپنی رحمت فرما۔'' (سورہ بنی اسرائیل: 23-24)

رسول برحق ﷺ کا ارشادِ عالیشان ہے:

''وہ دونوں (ماں باپ) تیری جنت دوزخ میں، یعنی جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے وہ جنت میں جائیں گے، اور جو ان کو ناراض رکھیں گے، وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔'' (ابنِ ماجہ)

والدین کی عزت و حرمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے کئی ارشاداتِ مبارکہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر ہر موقع پر والدین کی عزت و تکریم اور خدمت کا حکم دیا ہے، یہ بات قابل غور ہے کہ جس پیغمبر ﷺ نے 23 برس تک والدین کا ادب کرنے کا حکم دیا، ان کی خدمت کا حکم دیا، ان کی عزت و تکریم کا حکم دیا، تو کیا ایسے ماں باپ جنہوں نے ایسے فرزند اقدس ﷺ کو جنم دیا، اور ان نبی کامل ﷺ پر تمام تر مرتبہ ختم ہو گئے، کیا ایسے ماں باپ کم مرتبہ ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

معراج شریف کے موقع پر رحمت اللعالمین ﷺ کو رب العالمین نے تمام جہانوں اور آسمانوں کی سیر کرائی۔ عرشِ بریں پر تمام پیغمبرانِ کرام علیہم السلام نے نبی پاک ﷺ کی امامت میں نماز پڑھی۔ خاتم الرسل ﷺ نے جنت اور دوزخ کا نظارہ کیا، اور وہیں جنت الفردوس میں اپنے والدین سے ملاقات فرمائی..... سبحان اللہ!

امید ہے کہ آپ کو دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی پسند آئے گی۔ آپ سب قارئین سے التماس ہے کہ آپ سب کتاب پڑھنے سے پہلے میرے مرحوم و مغفور والدین کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔ یہ میرا ہر قاری پر قرض ہے، اور اس فرض کو ادا کرنے کے بعد ہی آپ اس قرض سے آزاد ہوں گے۔

والسلام!

منصور احمد بٹ
0300-9427827
0321-4883686

❀❀❀❀

Marfat.com

آباؤ اجداد

بنوخزاعہ

قبیلہ خزاعہ اپنے آپ کو بنوعمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن اسد بن غوث کی اولاد بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں:

''ہماری ماں کا نام خذف تھا۔''

اور بعض اہل علم یہ کہتے ہیں:

''خزاعہ بنوحارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے ہیں۔''

خزاعہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ عمرو بن عامر کی اولاد سے جدا ہوگئے، جبکہ یہ یمن سے شام کی طرف آرہے ہیں اور مرالظہران ہی میں ٹھہر گئے تھے، اور عمرو بن عامر کی اولاد کے ساتھ شام میں نہیں گئے تھے۔

اس بیان میں ابن اسحاق کا بیان ہے:

''مدرکہ بن الیاس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ خزیمہ بن مدرکہ اور ہذیل بن مدرکہ، اور ان کی والدہ قبیلہ قضاعہ کی ایک عورت تھی۔ پھر خزیمہ بن مدرکہ کے چار بیٹے ہوئے، کنانہ بن خزیمہ اور اسد بن خزیمہ، اسد بن خزیمہ اور ہون بن خزیمہ، اور کنانہ کی ماں عدانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر تھی، پھر کنانہ بن خزیمہ کے چار اولادیں ہوئیں۔ نضر بن کنانہ، مالک بن کنانہ، عبدمناف بن کنانہ، اور ملکان بن کنانہ، نضر بن کنانہ کی ماں تو برہ بنت مُر بن ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر تھی، اور باقی فرزند ایک دوسری

Marfat.com

عورت سے تھے، نضر، مالک اور ملکان کی ماں برہ بنت مر تھی، اور عبد منات کی ماں ہالہ بنت سوید بن عظر یف سے تھی۔ ازدشنوہ عبداللہ بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن الاسد بن الغوث کا نام ہے۔ ان کا یہ نام اس سبب سے رکھا گیا تھا کہ شنان عداوت کو کہتے ہیں، اور ان کی آپس میں عداوت تھی۔"

قریش

نضر ہی قریش ہیں، اور جو لوگ ان کی اولاد سے ہوئے، وہ قریشی کہلاتے ہیں، اور جو ان کی اولاد سے نہیں ہیں وہ قریشی نہیں کہلاتے، اور بعض کہتے ہیں:

"فہر بن مالک قریش ہیں، اور جو ان کی اولاد سے ہیں قریشی ہیں، اور جو ان کی اولاد سے نہیں ہیں۔ وہ قریشی نہیں کہلاتے۔"

قریش کو قریش اس سبب سے کہتے ہیں کہ قریش تقرش سے ماخوذ ہے، اور تقرش کے معنی کسب اور تجارت کے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

"تقرش کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ چونکہ قریش متفرق ہونے کے بعد مجتمع ہوئے تھے، اسی سبب سے قریشی کہلانے لگے۔"

پھر نضر بن کنانہ سے دو شخص پیدا ہوئے۔

مالک بن نضر

مالک بن نضر اور یخلد بن نضر، مالک کی والدہ عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھی، ہم یہ نہیں جانتے کہ یخلد کی ماں بھی یہی تھی یا کوئی اور تھی۔ مالک بن نضر کے ہاں فہر بن مالک پیدا ہوئے اور ان کی ماں جندلہ بنت حارث بن مضاض الجرہمی تھی۔

پھر فہر بن مالک کے چار بیٹے ہوئے۔ غالب بن فہر، محارب بن فہر، حارث بن

Marfat.com

فہر اور اسد بن فہر اور ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔

غالب بن فہر

پھر غالب بن فہر کے دو بیٹے ہوئے، لویَ بن غالب اور قیم بن غالب، اور ان دونوں کی ماں سلمیٰ بنت عمرو الخزاعی تھی، اور تیم بن غالب کی اولاد کو بنو الادرم کہتے ہیں۔قیس بن غالب کی ماں سلمیٰ بنت کعب بن عمرو الخزاعی تھی، اور یہی سلمیٰ لویَ اور قیم غالب کے دونوں بیٹوں کی ماں ہے۔

لویَ بن غالب

پھر لویَ بن غالب کی چار اولادیں ہوئیں، کعب بن لویَ، عامر بن لویَ، عوف بن لویَ اور سامہ بن لویَ۔ چنانچہ کعب اور عامر اور سامہ کی ماں مادیہ بنت کعب بن القین بن جسر قبیلہ حارث کہتے ہیں، اور یہ لوگ قبیلہ ربیعہ کی شاخ ہزان میں مشہور ہیں۔

سعد بن لویَ کا ایک بیٹا ہے، اس کی پرورش کرنے والی عورت کا نام نبانہ تھا، اسی کے نام پر اس کی اولاد بنی نبانہ کہلاتی ہے۔قبیلہ ربیعہ کی شاخ بن شیبان بن ثعلبہ بن عکامہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہیں، اور یہ نبانہ قبیلہ بن قیس بن جسر بن شیع اللہ یا سبیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف قضاعہ میں سے تھی۔

بعض کہتے ہیں:

''نبانہ بنت غر بن قاسط ربیعہ میں سے تھی۔''

اور بعض کہتے ہیں:

''نبانہ بنت جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھی۔''

اور لویَ بن غالب کا ایک بیٹا خزیمہ بھی تھا، جس کی اولاد بنی عائذہ کہلاتی ہے، اور عائذہ یمن کی ایک عورت ہے، اور یہ بنی عبید بن خزیمہ بن لویَ کی ماں ہے، اور لویَ کی سب بیٹیوں کی ماں سوائے عامر بن لویَ کے مادیہ بنت کعب بن قین بن جسر ہے، اور عامر بن لویَ کی ماں مخشیہ بنت شیبان بن عارب بن فہر ہے۔''

Marfat.com

اور بعض کہتے ہیں:

''لیلیٰ بنت شیبان بن محارب بن فہر ہے۔''

سامہ بن لویؑ

سامہ بن لویؑ عمان چلا گیا تھا اور وہیں رہتا تھا۔

لوگ کہتے ہیں:

''عامر بن لویؑ نے ان کو نکال دیا تھا، کیونکہ ان کی آپس میں جنگ ہوئی تھی، اور سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی، اور پھر عامر کے خوف سے عمان کی طرف چلا گیا تھا، ایک روز سامہ اپنی اونٹنی پر سوار کہیں جا رہا تھا کہ یکا یک اونٹنی نے ایک درخت پر چرنے کے لیے منہ ڈالا، اور فوراً ہی ایک سانپ نے اس کے منہ پر کاٹ کھایا، سانپ کے کاٹتے ہی اونٹنی گری، اور سامہ کو بھی سانپ نے ڈس لیا، جب سامہ نے دیکھا کہ اب موت قریب ہے تو اس نے چند شعر کہے، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

''اے لویؑ کے بیٹے تو نے موت کے خوف سے بہت سے پیالے ایسے لنڈھائے جن کا تو لنڈھانے والا نہ تھا۔''

سامہ کی اولاد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور سامہ بن لویؑ کی اولاد سے اپنا تعلق ظاہر کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہی سامہ جو شاعر تھا۔''

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! شاید آپ ﷺ نے اس کا شعر سنا ہوگا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں۔''

Marfat.com

عوف بن لویٔ

عوف بن لویٔ قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ سفر کو چلا، یہاں تک کہ جب غطفان بن سعدان بن قیس بن عیلان کی زمین میں پہنچا تو منزل پر پہنچنے پر اس کو دیر ہوگئی، اور اس کے ساتھی اس سے پہلے پہنچ گئے، اور پھر اسے چھوڑ کر پہلے ہی آگے چل دیے، اور اس کو ثعلبہ بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان نے روک لیا اور اپنا بھائی بنالیا، اور وہیں اس کی شادی کردی، جس سے اس کی اولاد اس ملک میں پھیلی۔

کعب بن لویٔ

کعب بن لویٔ کے تین بیٹے ہوئے، مرہ بن کعب، عدی بن کعب اور ہصیص بن کعب، اور ان کی ماں کا نام وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن نضر ہے۔

مرہ بن کعب

مرہ بن کعب کے تین بیٹے ہوئے، کلاب بن مرہ، تیم بن مرہ اور یقظہ بن مرہ، کلاب بن مرہ کی ماں تو ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے، یقظہ بارقیہ کی ماں، یمن کے قبیلہ بن اسد کی شاخ بارق میں سے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی عورت تیم کی ماں بھی تھی۔

بارق وہ لوگ کہلاتے ہیں، جو عدی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الاسد بن غوث کی اولاد ہیں، اور قبیلہ از دشنوٴہ میں سے تھے، اور بارق ان کو اسی سبب سے کہتے ہیں کہ برق کے پیرو تھے۔

کلاب بن مرہ

کلاب بن مرہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے، قصی بن کلاب اور زہرہ بن کلاب اور دونوں کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سہل یمن کے قبیلہ خثعم سے تھی، اور یہ لوگ وائل بن بکر بن عبدمنات بن کنانہ کے حلیف تھے۔

Marfat.com

خثعم کو جعثمہ الاسد اور جعثمہ الازد بھی کہتے ہیں، اور جعثمہ بن یشکر بن مبشر بن کلب بن دھمان بن نضر بن زہران بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن اسد بن الغوث ہے۔

بعض کہتے ہیں:

"جعثمہ بن یشکر بن شبر بن صعب بن نضر بن زہران بن اسد بن غوث ہے، اور ان کو بنی جدرہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ عامر بن خزیمہ بن جعثمہ نے حرث بن مضاض جرہمی کی بیٹی سے شادی کی تھی، اور جرہم کے لوگ کعبہ کے خادم تھے، چنانچہ عامر نے ان کے ساتھ کعبہ کی ایک دیوار بنوائی، اس دن سے لوگ ان کو جادر یعنی دیوار بنانے والے کہنے لگے، اور ان کی اولاد جدرہ کہلائی ہے۔"

کلاب کی بیٹی سعد اور سعید کی ماں ہے، جو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئ کے دونوں بیٹے ہیں، اور ان کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سہل ہے۔

قصی بن کلاب

قصی بن کلاب کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ عبدمناف بن قصی، عبدالدار بن قصی، عبدالعزیٰ بن قصی اور تخمر بن قصی، اور ان سب کی ماں حبی بنت حلیل بن حشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی ہے۔

عبدمناف

عبدمناف کی چار اولادیں ہوئیں۔

ہاشم بن عبدمناف، عبدالشمس بن عبد مناف اور مطلب بن عبد مناف، اور ان تینوں کی ماں عاتکہ بنت قرہ بن ہلال بن فالخ بن ذکوان بن ثعلبہ بن یہشہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ ہے، اور چوتھا بیٹا نوفل بن مناف ہے اور اس کی ماں واقدہ بنت عمرو مازنیہ ہے، اور مازن بن منصور عکرمہ ہے۔ ابوعمرو اور نماضر، قلابہ، حیہ، ریطہ، ام الاخثم

Marfat.com

اور ام سفیان یہ سب عبدمناف کی اولاد ہیں۔ ابوعمرو اور ریطہ کی ماں ثقیف کی ایک عورت تھی، اور باقی تمام لڑکیوں کی ماں عاتکہ بنت قرہ بن ہلال تھی اور یہی ہاشم بن عبدمناف کی ماں بھی تھی، اور اس کی مان صفیہ بنت حوزہ بن عمرو بن سلول بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھی، اور صفیہ کی ماں عائذ اللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج کی بیٹی تھی۔

ہاشم بن عبدمناف

ہاشم بن عبدمناف کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

عبدالمطلب بن ہاشم، اسد بن ہاشم، ابا صیفی بن ہاشم اور نصلہ بن ہاشم، جبکہ بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔ شفاء بنت ہاشم، خالدہ بنت ہاشم، ضعیفہ بنت ہاشم، رقیہ بنت ہاشم، اور حیہ بنت ہاشم، عبدالمطلب اور حیہ کی ماں تو سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے، اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ہے، اور اس کی ماں عمیرہ بنت ضخر بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار ہے، اور عمیرہ کی ماں کا نام سلمٰی ہے بنت عبدالاشہل نجاریہ اور اسد بن ہاشم کی ماں قیلہ ہے۔ بنت عامر بن مالک خزاعی اور ابی صیفی اور رحیہ کی ماں ہند ہے۔ بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ اور نصلہ اور شفاء کی ماں قضاعہ میں سے ایک عورت تھی، اور خالدہ اور ضعیفہ کی ماں واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ تھی۔

آل عبدالمطلب بن ہاشم

عبدالمطلب بن ہاشم کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔

بیٹوں کے نام عباسؓ، حمزہؓ عبداللہؓ ابو طالب (جن کا نام عبدمناف تھا) زبیر، حارث، حجل، مقوم، ضرار اور ابولہب (جس کا نام عبدالعزیٰ تھا)

اور بیٹیوں کے نام یہ تھے:

صفیہ، ام حکیم البیضا، عاتکہ، امیمہ، اروٰی اور برۃ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ضرار کی ماں نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو

Marfat.com

بن عامر بن زید مناۃ بن عامر بن سعد بن خزرج بن تیم اللات بن نمر بن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔

اور بعض اس طرح کہتے ہیں:

افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ، حمزہ، مسقوم اور حجل جن کا کثرت خیر اور تونگری کے سبب سے غیداق لقب تھا، اور صفیہ کی ماں ہالہ تھی، بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لویٔ اور عبداللہؓ، ابوطالب اور صفیہؓ کے سوا تمام بیٹیوں کی ماں فاطمہ تھی، بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لویٔ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر اور فاطمہ کی ماں کا نام ضحرہ ہے، بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لویٔ بن غالب اور ضحرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب ہے، اور حرث بن عبدالمطلب کی ماں سمرا تھی، بنت جندب بن جیحر بن رئاب بن حبیب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ اور ابولہب کی ماں لبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی تھی۔

حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب

عبداللہؓ بن عبدالمطلب کے ہاں اللہ کے آخری رسول ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ ہیں۔ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب اور حضرت آمنہؓ کی والد کا نام برہ تھا۔ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب اور برہ کی ماں ام حبیب تھیں۔ بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب اور ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بن لویٔ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر ہے۔

رسول اللہ ﷺ ازروئے حسب نسب، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے تمام اولاد آدم میں افضل و اشرف ہیں۔

Marfat.com

آبِ زمزم

ایک روز حضرت عبدالمطلب بن ہاشم حجرہ میں سو رہے تھے کہ ان کو خواب میں کسی نے چاہ زمزم کو جسے پہلے قوم جرہم نے مکہ سے سفر کرتے وقت پاٹ دیا تھا، کھودنے کا حکم دیا۔

یہ کنواں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے برآمد کیا تھا۔ بچپن میں آپ علیہ السلام سخت پیاسے ہوئے تھے، اور آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ ہاتھ میں چھاگل لیے ہوئے صفا پہاڑ پر کھڑی تھیں، اور پانی کے لیے اللہ سے دعا کر رہی تھیں، پھر کوہ مروہ پر آئیں اور دعا کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حکم الٰہی سے ایڑی کو زمین پر مارا تھا، اور زمین میں سے چشمہ بہہ نکلا۔ اب ذرا اس واقعہ کی تفصیل کی طرف آتے ہیں۔

ہجرت فلسطین کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہ اور ان کی خادمہ حضرت ہاجرہؑ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مصر سے آپ بہت سے اونٹ اور مال و متاع ساتھ لائے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی، حضرت سارہ اس وجہ سے غمگین رہتی تھیں۔ اب تو عمر کے اس حصے کو پہنچ گئی تھیں جہاں بچوں کی امید نہیں رہتی۔ یہ عمر یاس تھی۔ اس لیے آپ نے اپنی خادمہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ھبہ کردی کہ وہ ان سے اولاد پیدا کریں حضرت ہاجرہ بہت وفادار، فرمانبردار اور امانتدار خاتون تھیں۔

حضرت سارہ نے سوچا کہ ممکن ہے کہ ہاجرہ کے ہاں بچہ ہو جائے تو میاں بیوی کی

Marfat.com

زندگی میں روشنی بھر دے اور تنہائی اور وحشت میں خوشی و مسرت کے دیے روشن کردے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا، اور ہاجرہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لیے دعا کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کو تسلی دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''اے تمام جہانوں کے پروردگار! میں بے اولاد ہوں، تو مجھے ایک فرزند عطا فرما، تاکہ میرا کوئی وارث ہو۔''

یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ رب العزت نے حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا پیدا ہوجانا حضرت سارہ پر بے حد شاق گزرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی اور بڑی بیوی، قدیم سے گھر کی مالکہ، ہاجرہ چھوٹی بیوی اور ان کی خدمت گزار، یہ سب باتیں تھیں، جنہوں نے بشری تقاضے کے پیش نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کو حضرت سارہ کے لیے سوہان روح بنا دیا تھا۔ اس لیے حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اصرار کیا:

''ہاجرہ اور اس کا بچہ میری نگاہ کے سامنے عذر ہیں، ان کو علیحدہ کسی جگہ لے جائیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اصرار بے حد ناگوار گزرا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلع فرمایا:

''ہاجرہ، اسماعیل اور تیرے لیے مصلحت اس میں ہے، کہ سارہ جو کہتی ہے. اس کو مان لے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے، ہاجرہ اور اسماعیل کو ساتھ لیا، اور ہدایت الٰہی کی رہنمائی میں چل پڑے۔ اس

Marfat.com

سواری کی حدی خوان عنایت ربانی تھی۔ یہ مختصر مگر مقدس قافلہ کئی دن تک سفر کرتا رہا۔ راستہ پر پیچ اور لمبا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سواری وہاں آکر رک گئی، جہاں اب بیت اللہ شریف کی عمارت ہے۔ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام اس بے آب و گیاہ میدان میں اترے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اس ویرانے میں چھوڑ دیا، کمزور عورت اور ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہاتھ میں کچھ نہیں، نہ کھانے کے لیے کھانا اور نہ پینے کے لیے پانی، صرف ایک تھیلی میں تھوڑا سا کھانا اور مشک میں تھوڑا سا پانی۔ اگر ان کے پاس کچھ تھا تو دولت ایمان تھی جس سے ان کے دل آباد تھے۔ انہیں کسی چیز کی کوئی پرواہ بھی نہ تھی، کیونکہ دل عشق الٰہی کی آماجگاہ بن چکے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو لے کر وہاں پہنچے جہاں آج کعبہ ہے۔ اس جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے موجودہ مقام سے بالائی حصہ پر ان کو چھوڑ گئے۔ وہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی، اور پانی کا بھی نام ونشان نہ تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجور بھی ان کے پاس چھوڑ دیں، اور پھر منہ پھیر کر روانہ ہوگئے حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں:

''اے ابراہیم! تم ہم کو ایسی وادی میں کہاں چھوڑ کر چل دیے نہ آدم ہے نہ آدم زاد اور نہ کوئی مونس وغم خوار۔''

حضرت ہاجرہ برابر یہ کہتی جارہی تھیں، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش چلے جارہے تھے، آخر حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا:

''کیا تیرے خدا نے تجھ کو یہ حکم دیا ہے؟''

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''ہاں، یہ خدا کے حکم سے ہے۔''

حضرت ہاجرہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں:

''اگر یہ خدا کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔''

Marfat.com

اور پھر واپس لوٹ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے ٹیلہ پر ایسی جگہ پہنچے کہ ان کے اہل وعیال نظروں سے اوجھل ہوگئے، تو اس جانب جہاں کعبہ ہے رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی:

''اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔
اے ہمارے رب! اس لیے تاکہ وہ قائم کریں نماز پس نرم کردے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق ومحبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔'' (سورہ ابراہیم: ۳۷)

حضرت ہاجرہ نے اللہ رب العزت کے اس اٹل فیصلے کے سامنے سر جھکا دیا، اور صبر وجمیل سے کام لیا، جو کچھ پاس تھا اسے تناول فرماتی رہیں، اور مشک کے پانی سے پیاس بجھاتی رہیں۔ یہاں تک کہ تھیلے میں جو تھوڑی سی خوراک تھی وہ ختم ہوگئی اور مشک میں بھی پانی نہ رہا۔

بچہ بھی سارا دن بھوکا پیاسا رہا، جب حالت دگرگوں ہونے لگی، اور بچہ بے تاب ہونے لگا تو ہاجرہ اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر دو جا بیٹھیں تاکہ اس حالت زار میں اس کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں۔ پھر کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا انہیں پانی ہی نظر آجائے، مگر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر بچے کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آگئیں، اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں، اور وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا، تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی سے بچے کے پاس آگئیں اور اس طرح سات مرتبہ کیا۔

آخر میں جب وہ مروہ پر تھیں تو کانوں مین ایک آواز آئی چونکیں، اور دل میں کہنے لگیں:

''شاید کوئی پکار رہا ہے۔''
کان لگایا تو پھر آواز آئی۔

۱۲۷۱۲۴
Marfat.com

حضرت ہاجرہ کہنے لگیں:

''اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام سامنے آئے، انہوں نے اپنا پر اس جگہ مارا جہاں زمزم ہے، اس جگہ سے پانی ابلنے لگا، حضرت ہاجرہ نے یہ دیکھا تو پانی کے چاروں طرف باڑھ بنانے لگیں، مگر پانی مسلسل ابلتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالیشان ہے:

''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل علیہ السلام پر رحم کرے، اگر وہ زمزم کو اس طرح نہ روکتیں اور اس کے چاروں طرف باڑھ نہ لگا دیتیں، تو آج وہ زبردست چشمہ ہوتا۔''

ایک روایت میں اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے:

''زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کی ٹھوکروں سے جاری ہوا۔''

یہ چشمہ بیئر زمزم کے نام سے مشہور ہے یہ چشمہ قیامت تک جاری رہے گا۔

چشمہ پھوٹتے ہی پرندوں کے غول کے غول کھچے چلے آئے، اور اس کے اردگرد منڈلانے لگے، اور حلقہ باندھ کر اڑنے لگے۔ بنی جرہم کا قبیلہ اس جگہ کے قریب کہیں سفر کر رہا تھا، انہوں نے پرندوں کو اترتے اور حلقہ بنا کر منڈلاتے دیکھا وہ سمجھ گئے کہ یہاں پانی ضرور ہے۔ انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر پتہ کرے کہ پانی کہاں ہے؟ اور انہیں صورت حال سے آگاہ کرے۔

جب وہ آدمی چشمہ کے قریب پہنچا تو پانی موجود تھا، دوڑتا ہوا گیا، اور جا کر اپنے قبیلے کے لوگوں کو خوشخبری دی۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور یکے بعد دیگرے چشمہ پر پہنچ گئے۔

قبلہ جرہم اور آب زمزم

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کے بعد

Marfat.com

ان کے فرزند نابت بن اسماعیل کعبہ کے متولی ہوئے، پھر ان کے بعد مضاض بن عمرو جرہمی متولی ہوئے۔

نابت بن اسماعیل کی اولاد کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی تھا، اور جرہم اور قطوراً یمن سے آکر مکہ میں آباد ہوئے تھے، اور یہ دونوں چچا زاد بھائی تھے جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا، اور قطوراً کا سردار سمیدع تھا۔

جب یہ لوگ مکہ میں پہنچے تو ایک سرسبز شاداب جگہ دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے، جرہم نے تو مقام قعیقان جو مکہ کی اوپر کی جانب ہے، نزول کیا اور سمیدع نے مقام قطوراً میں جو مکہ کے نشیبی جانب میں ہے قیام کیا۔ پھر جو شخص مکہ کی بلند جانب سے مکہ میں آتا اس سے سمیدع عشر لیتا، اور جو نشیبی جانب سے آتا اس سے مضاض عشر لیتا تھا، اور ان کی آپس میں اس قدر شدید عداوت تھی کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے، اور اسی عداوت کے باعث ان میں جنگ بھی واقع ہوئی، اور بنو اسماعیل بھی اس جنگ میں مضاض ہی کے شریک تھے، ادھر سے مضاض اپنے تیر اندازوں اور شمشیر بازوں کو لے کر چلا، اور ادھر سے سمیدع اپنی فوج لے کر آیا، یہاں تک کہ مقام فاضح میں ان کا سخت مقابلہ بنو سمیدع اس جنگ میں کام آگیا اور مضاض کو فتح نصیب ہوئی۔

پھر دونوں اقوام میں صلح ہوگئی اور سب نے مضاض کو اپنا بااختیار بادشاہ تسلیم کرلیا، مضاض نے جس وقت مکہ کی سلطنت ہاتھ میں لی تو اس نے ایک عالیشان جلسہ کیا، اور اونٹوں کی قربانیاں کرکے تمام اہل مکہ کی دعوت کی۔

یہ جنگ جو سمیدع اور مضاض کے مابین ہوئی مورخین کے نزدیک مکہ میں پہلا فساد تھا، پھر اولاد اسماعیل کو اللہ رب العزت نے مکہ میں خوب پھیلایا اور ان کے ماموؤں بنی جرہم میں جو مکہ کے متولی اور حاکم تھے، اور اس بارے میں بنی اسماعیل ان سے کچھ جھگڑا نہ کرتے تھے۔ محض ان کی قرابت داری اور بزرگی اور کعبہ کی عظمت و حرمت کے خیال سے تاکہ وہاں جنگ وجدل اور قتل وقتال نہ ہو، پھر جب مکہ میں اولاد اسماعیل کی گنجائش نہ رہی تب یہ شہروں میں منتشر ہوئے، اور جس قوم سے جا کر لڑے

Marfat.com

اس پر غالب آئے۔ پھر جرہم نے کعبہ میں ظلم کرنا شروع کیا، بہت سی ناجائز باتوں کو جائز کرلیا، اور جو مسافر آتا اس پر ظلم کرتے اور خاص خانہ کعبہ کے لیے جو نذر نیاز آتی خود اس کو اپنے کام میں لے آتے۔

بنو بکر بن عبدہ مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے جو خزاعہ میں سے تھے، جرہم کی یہ کارروائیاں دیکھیں سب ان سے جنگ کے لیے تیار ہوئے، اور ان کو پیغام جنگ دے کر اس قدر ان سے لڑے کہ آخر ان کو بھاگتے ہی بن آئی، اور بنو بکر اور غبشان نے ان پر غالب ہو کر ان کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

زمانہ جاہلیت میں مکہ کے اندر یہ تاثیر تھی کہ کوئی ظالم وہاں نہ ٹھہر سکتا تھا، جو شخص اس میں ظلم شروع کرتا اس کو اپنے اندر سے نکال دیتا، چنانچہ اسی سبب سے اس کا نام نامہ ہو گیا تھا، اور جو بادشاہ اس کی بے حرمتی کا ارادہ کرتا فوراً ہلاک ہو جاتا۔

کہتے ہیں کہ مکہ کو مکہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب ظالم اس میں ظلم کرتے تو ان کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں ایک دوسری روایت یہ ہے:

''بکہ مکہ کے میدان کا نام ہے، اور بکہ اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ لوگوں کا اس میں زبردست اجتماع ہوتا ہے۔''

عمر بن حرب بن مضاض جرہمی نے چلتے وقت حجر اسود اور کعبہ کے پردے چاہ زمزم میں ڈال کر اس کو بند کر دیا اور یمن کی طرف چلے گئے، اور مکہ مکرمہ کی مفارقت اور جدائی کا بہت بڑا داغ سینے پر لے گئے۔

بنی خزاعہ اور مکہ

جرہم کے جلاوطن کرنے کے بعد بنی غبشان جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھے، کعبہ کے متولی ہوئے، عمرو بن حارث غبشانی ان کا سردار تھا، اور قریش ان دنوں اپنی قوموں کے اندر متفرق رہتے تھے۔ کعبہ کی تولیت خزاعہ کے اندر یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی، یہاں تک کہ ان کا آخری جانشین حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی

Marfat.com

ہوا۔

قصی بن کلاب نے اس کی بیٹی حیّ بنت حلیل کو اپنا پیغام دیا، اس نے بخوشی خاطر ان سے شادی کرلی، چنانچہ قصی کے ہاں اس بیوی سے چار فرزند پیدا ہوئے، عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ اور عبدا، پھر جب قصی کے مال و اولاد نے ترقی کی اور قوم کے اندر بھی ان کو عزت اور شرف حاصل ہوا، اور حلیل ان کے خسر نے وفات پائی، تب انہوں نے دیکھا کہ مجھ سے زیادہ کعبہ کی تولیت کا اور کوئی مستحق نہیں ہے، نہ بنی بکر نہ خزاعہ، کیونکہ قریش خاص حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، تب قصی نے بنی کنانہ اور قریش سے اس سلسلے میں گفتگو کی:

''بنی خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے خارج کیا جائے۔''

بنی کنانہ اور قریش اس بات میں متفق ہوگئے۔

ایک روایت یہ ہے:

''بنی عذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حرام مکہ آیا، اور اس نے فاطمہ بنت سعد بن سہل سے نکاح کیا، اور فاطمہ کے اس وقت دو بیٹے ایک زہرہ ہوشیار اور دوسرا قصی، شیر خوار موجود تھے، اور ان دونوں کو بھی ربیعہ بن حرام اپنے ساتھ لے گیا۔ پھر فاطمہ یعنی قصی کے ماں کے ہاں ربیعہ بن حرام سے رزاح پیدا ہوا، اس کے بعد جب قصی سن تمیز کو پہنچا تب مکہ آکر انہوں نے بودوباش اختیار کی، اور اپنی قوم یعنی بنی کنانہ اور قریش کو اپنی اس دلی آرزو یعنی تولیت خانہ کعبہ کی طرف بلایا، وہ اپنے تمام بھائیوں یعنی عن بن ربیعہ، محمود بن ربیعہ، اور جہمہ بن ربیعہ کو جو فاطمہ کے سوا دوسری ماں سے تھے لے کر مکہ میں آگیا، اور بنی قضاعہ میں سے جو لوگ حج کے لیے آئے تھے، وہ سب بھی قصی کی امداد کے لیے تیار ہوگئے۔''

اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید حلیل بن حبشیہ نے تولیت کعبہ کی اپنے داماد کو وصیت کردی ہے اور کہا ہے کہ تم اس کے مستحق ہو، تم ہی متولی رہو۔

Marfat.com

یہ روایت ہم نے ان لوگوں کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی، واللہ! کون سی روایت درست ہے۔

قصی بن کلاب اور تولیت کعبہ

رزاح قصی بن کلاب کی مدد کو پہنچ چکا تھا۔

بنی صوفہ اپنے دستور کے مطابق تولیت کعبہ کی خدمت میں مصروف تھے کہ قصی بن کلاب نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آکر ان کی مزاحمت کی اور کہا:

''ان امور تولیت کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔''

بنی صوفہ ان سے جنگ و مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگئے، اس جنگ میں فریقین کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے، اس جنگ میں بنی صوفہ کو شکست ہوئی، اور قصی بن کلاب کو فتح وغلبہ نصیب ہوا، بنی صوفہ کا تمام مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا، پھر اس کے بعد بنی بکر اور بنی خزاعہ کو یہ خیال ہوا کہ قصی بن کلاب ہم سے بھی ہماری خدمتیں چھین لے گا، جیسے کہ بنی صوفہ سے ان کی خدمت چھین لی، چنانچہ اسی اندیشہ سے وہ بھی برسر جنگ ہوئے، اور بے حد جنگ و جدال اور قتل و قتال کے بعد وہ صلح پر مجبور ہو کر اس بات کے متلاشی ہوئے کہ عرب کا کوئی معزز آدمی ان کی صلح قصی بن کلاب سے کرادے، چنانچہ کافی تلاش و بیسار کے بعد یعمر بن عوف بن کعب بن عامر بن بکر بن عبد منات بن کنانہ کو انہوں نے حاکم مقرر کیا، مگر اس حاکم نے یہ فیصلہ کیا:

''قصی بن کلاب کعبہ کی تولیت کا بنی خزاعہ سے زیادہ حقدار ہے اور جس قدر لوگ بنی خزاعہ اور بنی بکر کے قصی بن کلاب نے اور اس کے لشکر نے قتل کیے ہیں ان کے خون بہا کے یہ حق دار نہیں ہیں اور نہ اس قتل کی ان سے باز پرس ہے، اور جس قدر لوگ قریش اور بنی کنانہ اور قضاعہ میں سے بنی بکر کے قصی بن کلاب نے اور اس کے لشکر نے قتل کیے ہیں۔ ان کے خون بہا کے یہ حقدار نہیں ہیں۔ بنی بکر اور خزاعہ نے قتل کیے ہیں ان کا

Marfat.com

خون بہا ان کے ذمہ واجب الادا ہے، اور قصی بن کلاب کے لیے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت خالی کردی جائے۔ اس کی بابت کسی کو ان سے پرخاش نہ رکھنی چاہئے۔"

جب قصی بن کلاب بیت اللہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت پر مسلط ہوگئے تو انہوں نے تمام اطراف سے اپنی قوم کو بلا کر مکہ میں آباد کیا، اور اہل مکہ کو جن چیزوں کے وہ مالک تھے، ان کا مالک رکھا اور جو خدمتیں ان کے سپرد تھیں، ان پر انہیں قائم رہنے دیا۔ چنانچہ بنی صفوان، بنی عدوان، بنی مناۃ اور بنی مرہ بن عوف جس خدمت پر متعین تھے، اسی پر قائم رہے، اور ان کا سبب یہ تھا کہ قصی بن کلاب ان لوگوں کی خدمتوں پر قائم رہنے پر دین ہی میں شامل سمجھتے تھے، اور ان کے نزدیک ان لوگوں کا ان کی خدمت سے معزول کرنا جائز نہ تھا، یہاں تک کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اللہ رب العزت نے ان سب امور کو باطل اور نیست ونابود کردیا۔

قصی بن کلاب بن کعب بن لوئ میں سے پہلے شخص تھے، جن کو حکومت نصیب ہوئی، اور ان کی تمام قوم نے ان کی اطاعت اختیار کی، اور خانہ کعبہ کی کل خدمات مثل حجابہ، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواان کے تصرف میں آئیں، اور انہوں نے مکہ کی بلند جانب میں اپنی سکونت اختیار کی، اور اپنی قوم کے لیے مکہ کے چار حصے کر دیے اور ہر قبیلہ کے لیے اس میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دے دی۔

پھر لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ قریش اپنے گھروں میں حرم کے درخت قطع کرنے سے ڈرتے ہیں، قصی نے جب یہ سنا تو خود اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کا درخت کاٹ ڈالا، اور قریش نے بھی اس بات کو سن کر مبارک سمجھا اور ان کی تقلید کرنے لگے، پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریش کے اندر ہر ایک شادی بیاہ کی تقریب اور کوئی قصہ قضیہ یا لڑائی جھگڑا اپنے یا بیگانوں سے ایسا نہ ہوتا تھا جو قصی بن کلاب کے بغیر مشورہ ہوتا، اور جب کسی جنگ کا موقع ہوتا تو قصی بن کلاب اپنے ہاتھ سے ان کو جھنڈا بنا کر دیتے تھے، اور یہ بھی قاعدہ تھا کہ قریش کی جب کوئی لڑکی بالغ ہوتی تو قصی بن کلاب کے

Marfat.com

مکان میں لا کر اس کی پہلی اوڑھنی پھاڑ ڈالتے تھے اور نئی اوڑھنی پہنا کر اس کے گھر لے جاتے تھے۔ القصہ مختصر قصی بن کلاب کے اقوال و افعال ان کی حیات اور ممات کے بعد ان کی قوم کے اندر قوانین مذہب کے جاری تھے، اور نہایت خوشی کے ساتھ ان کی پیروی کی جاتی تھی، قصی بن کلاب نے ایک عالیشان مکان بنایا تھا اور اس کا نام دارالندوہ رکھا تھا، اور اس کا دروازہ خانہ کعبہ کی طرف تھا۔ اسی مکان میں قریش کے تمام امور کا فیصلہ ہوتا تھا۔

جب قصی بن کلاب ان امور سے فارغ ہو گئے تب ان کا ماں شریک بھائی رزاح بن ربیعہ اپنی قوم کے ساتھ اپنے ملک کی طرف رخصت ہو گیا، اور وہاں بہ فراغت زندگانی بسر کرنے لگا، اور اللہ رب العزت نے اس کی اولاد میں برکت عنایت فرمائی، چنانچہ قبیلہ بن عذرہ اب انہی کی اولاد میں سے موجود ہے اور جب رزاح بن ربیعہ اپنے وطن مالوف میں آ کر سکونت پذیر ہوا تو اس کے اور بنی ہند بن زید اور بن حوتکہ بن اسلم کے درمیان میں جو بنی قضاعہ میں سے دو قبیلے تھے کچھ اختلاف ہو گیا، رزاح بن ربیعہ نے ان دونوں قبائل کو ایسا خوف زدہ کیا اور دھمکایا کہ یہ دونوں قبائل وہاں سے شہر بدر ہو کر یمن میں جا بسے، چنانچہ اب بھی وہ یمن میں موجود ہیں۔

جب قصی بن کلاب کا زمانہ پیرانہ سالی کا آیا، اور ان کے اعضاء رقیق اور کمزور ہو گئے، تب انہوں نے اپنے فرزند عبدالدار سے کہا:

''اے میرے فرزند! میں تجھ کو قوم کا سردار بناتا ہوں، بغیر تیرے دروازہ کھولے کوئی شخص کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا، اور تو ہی قریش کے لیے ہر جنگ کے لیے علم تیار کرے گا، اور مکہ کا ہر شخص تیرے ہی پانی پلانے سے زمزم کا پانی پیئے گا، اور حاجیوں میں سے ہر ایک تیرا ہی کھانا کھائے گا، اور قریش کوئی کام تیرے مشورہ کے بغیر نہ کریں گے، ہر ایک فیصلہ تیرے ہی مکان میں ہوا کرے گا۔''

اور پھر قصی بن کلاب نے بیت اللہ شریف کی تمام خدمتیں یعنی حجابہ! لواء سقایہ اور

Marfat.com

رفادہ سب اپنے فرزند عبدالدار کے سپرد کردیں، اور رفادہ کا یہ دستور تھا کہ قصی بن کلاب نے تمام قریش پر ایک رقم سالانہ خراج کے مقرر کی تھی، اور ایام حج میں اس رقم کو وصول کر کے اس سے کھانا پکا کر حاجیوں کو کھلایا جاتا تھا، اور جب اس رسم کو قصی بن کلاب نے ابتداء کی تھی، اس وقت تمام قریش کو جمع کر کے کہا:

''اے معشر قریش! تم خدا کے پڑوسی اور اہل بیت اور اہل حرم ہو، اور حاجی خدا کے مہمان ہیں، اور اس کے گھر کی زیارت کرنے والے ہیں، اور یہ مہمان اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ تم ان سے بخاطر مدارت پیش آؤ، تم پر فرض ہے کہ ان ایام حج میں دعوت و مہمانی کرو، جب تک وہ تمہارے پاس سے رخصت نہ ہو جائیں۔''

قریش نے اس حکم کو بسر و چشم قبول کیا، اور ہر شخص اپنے اپنے گھر سے اس کار خیر کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق لا کر جمع کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک کثیر رقم جمع ہو جاتی تھی، پھر قصی بن کلاب کے تمام انتظام سے اس کا کھانا پک کر ان ایام میں جبکہ حاجی منیٰ میں مقیم ہوتے ہیں، ان پر تقسیم کیا جاتا تھا پھر یہی رسم قصی بن کلاب کے بعد ظہور اسلام تک جاری رہی، اور اسلام میں بھی یہ طریقہ قائم رہا، چنانچہ آج تک موجود ہے، اور سلطان کی طرف سے ہر سال جو کھانا مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے، یہ اسی قدیم رسم کے مطابق ہے۔

قصی بن کلاب نے اپنی حیات ہی میں اپنی قوم کے تمام اختیارات جو ان کے ہاتھ میں تھے۔ اپنے فرزند عبدالدار کے سپرد کر دیے تھے، اور قصی بن کلاب وہ شخص تھے کہ جو کام یہ کرتے تھے ان کی کوئی مخالفت نہ کرتا تھا اور نہ ان کا کوئی حکم رد کیا جاتا تھا۔

وفات قصی اور اختلاف قریش

قصی بن کلاب کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک ان کی اولاد میں بلا نزاع خانہ کعبہ کی تمام خدمتیں رہیں، مکہ کی جو زمینیں انہوں نے اپنی قوم میں تقسیم کی تھیں، اور اس

Marfat.com

پر قابض و متصرف رہے، اور ان کی خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔

پھر بنی عبد مناف میں سے ہاشم اور مطلب اور نوفل نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عبدالدار سے تمام خدمتیں لینی چاہئیں، جو کہ قصی بن کلاب نے اپنے فرزند عبدالدار کے سپرد کی تھیں، اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہم اپنے چچا زادوں یعنی بنی عبدالدار سے افضل اور اشرف ہیں، چنانچہ قصی بن کلاب نے خود عبدالدار کو اس کام کے لیے منتخب کیا تھا۔ بنی عبد مناف میں اس وقت سرکردہ عبد شمس بن عبد مناف تھا، کیونکہ یہی شخص ان میں زیادہ عمر رسیدہ تھا، اور عبدالدار کا سرِ گروہ عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار تھا، اور بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اور بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مروہ بن کعب اور بنی حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن عبد مناف کے ساتھ تھے۔

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنی عدی بن کعب بنی عبدالدار کے ساتھ تھے، اور عامر بن لویٔ اور محارب بن فہر فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ تھے، یہ دونوں سے جدا ہو گئے تھے، بنی عبدالدار کے جس قدر ساتھی تھے، انہوں نے ان کی امداد اور اعانت پر قسم کھائی، اور بنی عبد مناف کے جس قدر ساتھی تھے انہوں نے ان کی یاری پر قسم کھائی اور عہد کیا:

''ہم اپنے ساتھیوں کی مدد ترک نہ کریں گے۔''

بنی عبد مناف نے ایک بڑا برتن عطر سے بھر کر اپنے دوستوں کے سامنے پیش کیا بعض لوگ کہتے ہیں:

''عطر سے بھرا وہ برتن عبد مناف کی کسی عورت نے بھیجا تھا۔''

بہر حال عطر سے بھرا وہ برتن سب دوستوں اور مددگاروں کے سامنے لا کر مسجد الحرام میں کعبۃ اللہ کے پاس رکھا گیا، اور سب نے اس میں اپنے ہاتھ تر کر کے وہ خوشبو لگائی اور عہد کیا، اور پھر اس عہد کی پختگی کے لیے خانہ کعبہ پر ہاتھ رکھے، اور اس دن سے عداوت کی بنیاد ان قبائل میں قائم ہو گئی، اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو برا کہنے لگا، چنانچہ بنی عبد مناف بنی سہم کی عیب جوئی کرتے تھے، اور بنی اسد بنی عبدالدار کو برا

Marfat.com

بھلا کہتے تھے۔

پھر جب یہ سب قبائل جنگ و جدال کے لیے تیار ہو گئے تو یکا یک ان میں صلح کی گفتگو ہونے لگی، اور یہ بات قرار پائی کہ سقایہ اور رفادہ بنی عبد مناف کے سپرد کر دیں، اور حجابہ اور لواء اور ندوہ بنی عبدالدار ہی میں بدستور پہلے کی طرح قائم رہیں۔

بنی عبدالدار نے اس بات کو تسلیم کر لیا، اور فریقین مطمئن ہو گئے، اور جن لوگوں نے امداد پر قسمیں کھائی تھیں، وہ اپنی قسموں پر ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو ظاہر فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''زمانہ جاہلیت کی (اتفاق اور امداد پر) جو معاہدے تھے اسلام نے ان کو پختہ اور مضبوط کر دیا ہے۔''

رفادہ اور سقایہ ہاشم کی تولیت میں

رفادہ اور سقایہ ہاشم بن عبد مناف کی تولیت میں آنے کا سبب یہ واقعہ ہوا کہ عبد شمس اکثر سفر میں رہتے تھے، اور مکہ میں ان کا قیام بہت کم ہوتا تھا، وہ زیادہ سفر میں اس لیے رہتے تھے کہ وہ تنگ دست اور کثیر العیال تھے، اور ان کے بھائی ہاشم دولت مند تھے، انہیں سفر کی چنداں ضرورت نہ ہوتی تھی، چنانچہ ان کا یہ دستور تھا کہ جب حج کا موسم آتا تو یہ قریش میں اس طرح وعظ کہتے:

''اے معشر قریش! تم خدا کے پڑوسی اور اس کے اہل بھی ہو، اور تمہارے پاس ان ایام میں کعبہ کی زیارت کرنے والے اور اس کے حاجی آتے ہیں، وہ خدا کے مہمان ہیں، اور اسی سبب سے وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کا احترام کیا جائے، پس تم کو لازم ہے کہ جو کچھ تم ان کی مہمانی کے لیے کھانا وغیرہ مہیا کر سکتے ہو وہ کرو، قسم ہے خدا کی اگر میرے پاس اس قدر مال ہوتا جو ان کی دعوت مہمانی کو کفایت کرتا تو میں ہرگز تم لوگوں

Marfat.com

کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔"

اس وعظ سے متاثر ہو کر قریش میں سے ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق لا کر ان کے پاس جمع کرتا، اور یہ اس مال کو حاجیوں کی مہمانی میں خرچ کرتے۔

ہاشم کی شخصیت

ہاشم ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے قریش کے لیے دو سفر مقرر کیے، ایک رحلۃ الشتاء اور ایک رحلۃ الصیف، اس کی طرف سورہ القریش میں اشارہ ہے، اور ہاشم ہی نے سب سے پہلے حاجیوں کو کھانا کھلایا جو ثرید کہلاتا ہے، ان کا اصل نام عمرو تھا، ہاشم ان کو اس لیے کہنے لگے کہ یہ مکہ میں اپنی قوم کو چورا روٹیاں کھلاتے تھے۔

ہاشم کا انتقال شام کے مقام غزہ میں ہوا، جہاں وہ بغرض تجارت گئے ہوئے تھے۔

مطلب بن عبد مناف

ہاشم کے بعد سقایہ اور رفادہ، مطلب بن عبد مناف کو تفویض ہوئے، جو عبد شمس کے چھوٹے بھائی تھے، قریش ہاشم کے جود و کرم کے سبب سے ان کو فیض کہتے تھے، اور یہ ساری قوم میں شریف اور بزرگ مانے جاتے تھے۔

ہاشم نے مدینہ میں آ کر سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی، اور یہ عورت قبیلہ بنی النجار میں سے تھی، اور ہاشم سے پہلے اس کا خاوند احیحۃ بن الجلاح بن الحریش تھا۔

الحریش کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

حریش بن جبجی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس، اور سلمٰی کے ہاں احیحۃ سے ایک لڑکا عمرو پیدا ہوا تھا، اور یہ عورت ایسی تھی کہ اپنے شرف اور بزرگی کے گھمنڈ پر کسی مرد کو خاطر میں نہ لاتی تھی، اور جب کسی سے شادی کرتی تھی تو اس شرط پر کہ جب اس کو منظور ہوگا، اس مرد سے علیحدگی اختیار کرے گی، اور ہر کام میں خود مختار رہے گی۔

شیبہ (عبدالمطلب)

پھر ہاشم سے بھی اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام اس نے شیبہ رکھا، شیبہ

Marfat.com

ان کا نام اس سبب سے رکھا گیا تھا کہ ان کے سر میں پیدائشی چند سفید بال تھے، اور بالوں کی سفیدی کو عربی میں شیب کہتے ہیں۔ شیبہ کی کنیت ان کے بڑے بیٹے کے نام پر ابوالحارث تھی۔

ہاشم ایک عرصہ وہاں رہ کر بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر مکہ چلے آئے، پھر بمقام غزہ ملک شام میں ان کا انتقال ہوا، شیبہ جب اپنی ماں سلمٰی کے پاس رہتے ہوئے جوان ہوئے تو ان کے چچا مطلب ان کو لینے کے لیے مدینہ آئے، سلمٰی نے اپنے فرزند کو ان کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔

مطلب نے کہا:

''جب تک تم میرے بھتیجے کو روانہ نہ کروگی، میں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا، ہم لوگ اپنی قوم میں نہایت عزت دار اور معزز ہیں، اور اپنی قوم اور شہر کے تمام انتظامات ہم ہی کو کرنے پڑتے ہیں، یہ ہمارا فرزند غیر قوم میں مسافرانہ رہتا ہے اس کا اپنی قوم میں رہنا اس کے لیے نہایت ہی مناسب اور بہتر ہے۔''

مطلب نے اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں اس قبیل سے کہیں، اور پھر شیبہ سے کہا:

''تمہیں میرے ساتھ چلنے سے کیا انکار ہے۔''

شیبہ نے عرض کیا:

''میں ہر طرح سے آپ کا مطیع اور فرمانبردار ہوں، مگر میں اپنی والدہ کی اجازت بھی ہر کام میں ضروری سمجھتا ہوں۔''

آخر سلمٰی نے اپنے فرزند شیبہ کو مطلب کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی، اور مطلب اپنے ساتھ اونٹ پر شیبہ کو سوار کرا کے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے، جس وقت یہ مکہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے شیبہ کو ان کی پشت پر سوار دیکھا تو کہنے لگے:

Marfat.com

''مطلب نے غلام خریدا ہے، اس کو اپنے ساتھ لائے ہیں۔''

جب مطلب نے یہ گفتگو سنی تو فرمایا:

''تم کو خرابی ہو، تم نہیں جانتے کہ یہ میرا بھتیجا شیبہ ہے اس کو میں اس کی ماں کے پاس سے لایا ہوں، یہ میرا غلام نہیں ہے۔''

مگر اس روز سے عام طور پر شیبہ کا نام عبدالمطلب ہی مشہور ہو گیا۔

عبدمناف کا اصل نام مغیرہ تھا، اور ان کی اولاد میں سے پہلا وہ شخص جو سفر میں فوت ہوا وہ ہاشم ہے، جس نے مقام غزہ ملک شام میں وصال پایا۔

مطلب کے بعد عبدالمطلب بن ہاشم سقایہ اور رفادہ کے متولی ہوئے، اور اپنے بزرگوں کی طرح تمام اختیارات بحسن وخوبی انجام کو پہنچائے، اور ساری قوم میں وہ عزت وشرف حاصل کیا، جو ان کے بزرگوں میں سے کسی کو حاصل نہ ہوا تھا، تمام قوم ان کی مطیع اور محب تھی، اور ان کی تعظیم وتکریم اپنی سعادت سمجھتی تھی۔

چاہ زمزم کا دریافت کرنا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قبیلہ جرہم کے لوگ مکہ سے جاتے وقت چاہ زمزم کو مٹی سے پر کر کے زمین کے برابر کر گئے تھے۔ عبدالمطلب نے اپنے زمانہ میں اس کو کھود کر نکالا۔

عبدالمطلب کہتے ہیں:

''میں رات کو سو رہا تھا کہ خواب میں مجھ سے ایک شخص نے کہا۔''

''طیبہ کو کھودو۔''

میں نے کہا:

''طیبہ کیا چیز ہے؟''

وہ شخص بغیر جواب دیے چلا گیا، پھر دوسرے روز جب میں سویا، وہ شخص خواب میں آیا، اور کہا:

Marfat.com

''برہ کو کھودو۔''

میں نے کہا:

''برہ کیا چیز ہے؟''

وہ شخص بغیر جواب دیے چلا گیا، پھر تیسرے روز جب میں سویا، وہ شخص خواب میں آیا اور کہا:

''مضنونہ کو کھودو۔''

میں نے کہا:

''مضنونہ کیا چیز ہے؟''

وہ شخص جواب دیے بغیر چلا گیا، پھر چوتھے روز جب میں سویا، پھر وہ شخص خواب میں آیا اور کہا:

''زمزم کو کھودو۔''

میں نے کہا:

''زمزم کیا ہے؟''

اس نے کہا:

''زمزم ایک چشمہ ہے جس کا پانی کبھی کم نہیں ہوگا، اور اسے کھودنے میں تمہیں زیادہ مشقت نہیں کرنا پڑے گی، وہ اس جگہ ہے جہاں تم لوگ قربانیاں کرتے ہو، اور وہیں چیونٹیوں کے بل بھی ہیں، اور تم صبح کو ایک کوا وہاں چونچ سے زمین کریدتا دیکھو گے۔''

جب اس غیبی شخص نے ان کو زمزم کا پورا پتہ اور نشان بتا دیا، تو صبح ہوتے ہی عبدالمطلب کدال اور پھاوڑہ لے کر وہاں پہنچ گئے، انہوں نے اپنے فرزند حارث کو بھی ساتھ لیا، اس وقت سوائے حارث کے اور کوئی بیٹا ان کے ہاں نہ تھا، دونوں باپ بیٹوں نے مل کر کھودنا شروع کیا، یہاں تک کہ قلیل عرصہ میں یہ تہہ تک پہنچ گئے اور پانی کی آمد نمودار ہوئی۔

Marfat.com

عبدالمطلب نے اسے دیکھ کر بڑے زور سے تکبیر کہی، جس پر قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں، اس پر وہ آئے اور کہنے لگے:

''اے عبدالمطلب! یہ ہمارے باپ اسماعیل (علیہ السلام) کا کنواں ہے اور اس میں ہمارا بھی حق ہے، تم ہم کو اپنے ساتھ شریک کرلو۔''

عبدالمطلب نے کہا:

''یہ نہیں ہوسکتا، یہ خاص میرے لیے ہے، تمہارا اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔''

قریش نے کہا:

''جب تک تم ہمیں حصہ نہ دو گے، ہم تم کو نہ چھوڑیں گے، بلکہ تم سے جھگڑا کریں گے۔''

عبدالمطلب نے کہا:

''اچھا تم کوئی پنچ مقرر کرو جو ہمارا فیصلہ کرے۔''

انہوں نے کہا:

''ہم بنی سعد میں سے ہذیم کاہنہ کو جو سرحد ملک شام میں رہتی ہے، پنچ مقرر کرتے ہیں۔''

عبدالمطلب نے کہا:

''مجھے منظور ہے اس کے پاس چلو۔''

چنانچہ عبدالمطلب اور قریش کے ہر قبیلہ میں سے ایک ایک دو دو آدمی سوار ہو کر کاہنہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں جنگل اور پہاڑ اور غار بہت تھے، اور راستہ نہایت مخدوش تھا، جب یہ قافلہ اس جنگل میں پہنچا تو پانی ان کے پاس ختم ہوگیا، اور پاس کے مارے ان کی جان پر بن آئی، جن لوگوں کے پاس پانی تھا ان سے مانگا، انہوں نے دینے سے صاف انکار کردیا، اور کہا:

''ہم تم کو پانی پلا کر خود پیاسے مریں، یہ کون سی عقل مندی ہے۔''

Marfat.com

عبدالمطلب نے جب قوم کی یہ حالت دیکھی تو کہا:

''اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟''

انہوں نے کہا:

''ہم تمہاری رائے کے مطیع ہیں جو تم حکم کرو۔''

عبدالمطلب نے فرمایا:

''میرے نزدیک یہ ہے کہ تم سب اپنے اپنے لیے ایک گڑھا کھودو، پھر جو شخص پیاس کی شدت سے مرجائے اسے اس گڑھے میں دبادو، یہاں تک کہ آخر میں ایک شخص رہ جائے گا جسے کوئی دبانے والا نہ ہوگا، پس ایک شخص کی لاش کا ضائع ہونا، سارے قافلے کی لاشوں کے ضائع ہونے سے بہتر ہے۔''

سب نے کہا:

''ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے۔''

پھر ایک ایک شخص اپنے لیے قبر کھودنے میں مصروف ہوگیا، یہاں تک کہ جب اس کام سے فارغ ہوگئے تب بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے،

عبدالمطلب نے فرمایا:

''اس طرح بیٹھے رہنا تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جان گنوانا ہے، ادھر ادھر پھر کر دیکھو شاید کہیں سے اللہ تعالیٰ پانی پہنچا دے۔''

اس پر سب لوگ کھڑے ہوئے، اور جو قریش ان کے ساتھ تھے، وہ دیکھ رہے تھے کہ اب کیا کرتے ہیں کہ اتنے میں عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر آئے، اونٹنی جس وقت کھڑی ہوئی، اس کے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ نہایت شیریں اور عمدہ پانی کا ظاہر ہوا۔

عبدالمطلب نے اس کو دیکھ کر تکبیر کہی، سب لوگ ساتھ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنے لگے، اور اتر کر ان سب نے پانی پیا، اور ساری مشکیں بھرلیں، پھر اور جو قریش

Marfat.com

کے قبائل ان کے ساتھ تھے، جنہوں نے ان کو پانی نہ پلایا تھا، ان کو بھی بلا کر پانی پلایا اور ان کی مشکیں بھروادیں۔

قریش کہنے لگے:

''اے عبدالمطلب ! بس ہمارا تمہارا فیصلہ ہوگیا، قسم ہے خدا کی اب ہم تم سے زمزم کے متعلق ہرگز مخاصمت نہ کریں گے، بے شک جس خدا نے تم کو اس ویران جنگل میں یہ چشمہ عنایت کیا، اس نے تم کو زمزم بھی عنایت کیا ہے، پس وہ تم ہی کو مبارک ہو۔''

اور پھر سب کے سب وہیں سے چلے آئے، اس کاہنہ کے پاس نہ گئے۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جو حضرت عبدالمطلب کے پوتے تھے، اور ایک شخص کی روایت اس باب میں اس طرح ہے:

''جب عبدالمطلب کو خواب میں زمزم کے کھودنے کا حکم ہوا، تو انہوں نے قریش پر یہ حکم ظاہر کیا، قریش نے کہا۔''

''کیا تم کو وہ مقام بتلایا گیا ہے؟ جہاں زمزم ہے۔''

عبدالمطلب نے کہا:

''یہ تو نہیں بتلایا گیا۔''

قریش نے کہا:

''تم پھر خواب میں انتظار کرو، یہ تمہارا خواب رحمانی ہے، تو ضرور پھر تم کو اس کا حکم ہوگا، اور وہ مقام بھی بتلایا جائے گا، اور اگر شیطانی ہے تو اب نہ دکھائی دے گا۔''

چنانچہ عبدالمطلب سوئے تو پھر ان کو بشارت ہوئی۔

''اے عبدالمطلب! تم زمزم کھودو، اس کے کھودنے میں تم شرمندہ نہ ہوگے۔ وہ تمہارے بزرگ باپ کی میراث ہے اور تم وہ پانی حاجیوں کو پلاؤ گے۔''

Marfat.com

عبدالمطلب نے اس ہاتف غیبی سے کہا:

''زمزم کا کون سا مقام ہے جہاں میں کھودوں گا۔''

ان سے کہا گیا:

''دونوں بتوں کے درمیان میں جس جگہ چیونٹیوں کا بل ہیں، اور کل اس جگہ ایک کوا زمین پر ٹھونگیں مارتا ہوگا۔''

عبدالمطلب اس بشارت کے سنتے ہی صبح کے وقت کدال لے کر اپنے فرزند حارث کے ہمراہ اس مقام پر آئے تو دیکھا کہ واقعی وہاں ایک کوا زمین پر کرید رہا ہے، اور چیونٹیوں کے بل بھی وہاں تھے، اور یہ جگہ اساف اور نائلہ دو بتوں کے درمیان میں تھی، جس کی قریش پرستش کیا کرتے تھے، عبدالمطلب کے فرزند حارث نے کھدائی شروع کی، قریش مزاحم ہوئے اور کہا:

''ہم تم کو دونوں بتوں کے درمیان کھودنے نہ دیں گے، یہاں ہم قربانیاں کرتے ہیں۔''

عبدالمطلب نے اپنے فرزند سے کہا:

''تم کدال مجھے دو، میں کھودتا ہوں اور میں ہرگز ان کی تہدید وتخویف سے کام کو نہ روکوں گا جس کا عالم بالا سے حکم ہو چکا ہے۔''

قریش نے جب عبدالمطلب کی یہ سرگرمی دیکھی تو خاموش ہوگئے، اور انہوں نے جان لیا کہ یہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں گے عبدالمطلب کو کھودتے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ پانی نمودار ہوا، اور عبدالمطلب نے تکبیر کہی، اور جان لیا کہ بے شک یہ بشارت میری سچی تھی، اور سونے کے دو بت، بہت سی تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں جو قبیلہ جرہم کے لوگ اس کنویں میں ڈال کر اس کو بند کر گئے تھے۔ اب ان چیزوں کو دیکھ کر قریش کہنے لگے:

''اس میں ہمارا حصہ بھی شامل کرو۔''

عبدالمطلب نے کہا:

Marfat.com

''ہرگز نہیں، تمہارا کچھ نہیں ہے، مگر میں ایک انصاف کی بات کہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ دو پیالے میں کعبہ کی طرف سے رکھتا ہوں، اور دو اپنی طرف سے اور دو تمہاری طرف سے پھر ہم ان پر قرعہ ڈالتے ہیں، جس کا قرعہ نکل آئے یہ مال اس کا ہے۔''

سب قریش اس پر رضا مند ہو گئے، اور عبدالمطلب نے کعبہ کی طرف سے دو زرد پیالے اور اپنی طرف سے دو سیاہ پیالے اور قریش کی طرف سے دو سفید پیالے ہبل بت کے پاس رکھے، یہ بت زمانہ جاہلیت میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا، اور خاص خانہ کعبہ کے اندر رکھا جاتا تھا، اور اس بات کو ابوسفیان بن حرب نے احد میں اس طرح پکارا تھا:

''اِعْلِ هُبَلُ'' (اے ہبل اپنا دین غالب کر)''

غرضیکہ قرعہ ڈالنے والا قرعہ اندازی میں مصروف ہوا اور عبدالمطلب ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے۔ سونے کے دونوں غزالوں پر تو کعبہ کا قرعہ نکلا، اور تلواروں اور زرہوں پر عبدالمطلب کا قرعہ برآمد ہوا، اور قریش کے لیے کسی چیز پر قرعہ نہ نکلا، اور عبدالمطلب نے وہ سونا کعبہ کے دروازے پر لگوا دیا۔

کہتے ہیں:

''کعبہ پر سب سے پہلے یہ سونا لگا ہے، اور عبدالمطلب زمزم کا پانی تمام حاجیوں کو پلانے لگے۔''

مکہ کے دیگر کنوئیں

قریش نے زمزم کے نکلنے سے پہلے مکہ میں بہت سے کنوئیں کھدوائے تھے، چنانچہ عبد شمس بن مناف نے بیضا کے قریب جہاں محمد بن یوسف کا مکان ہے، ایک کنواں طویٰ نامی کھودا تھا، اور ہاشم بن عبد مناف نے بھی مقام مستندر کے قریب شعب ابی طالب کے منہ پر ایک کنواں کھودا تھا۔

Marfat.com

کہتے ہیں:

''اس کنویں کو انہوں نے لوگوں کے لیے عام کر دیا تھا، اس کا نام بذر تھا، اور یہ کوہ خذمہ کے کنارے پر تھا۔''

مطعم بن عدی بن نوفل بن مناف نے بھی ایک کنواں سجلہ نامی کھودا تھا، جس میں سے لوگ اب بھی پانی بھرتے ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں:

'یہ کنواں معطم بن عدی نے اسد بن ہاشم سے خریدا تھا۔''

اور بنی ہاشم یہ کہتے ہیں:

''اسد نے یہ کنوں مطعم کو بخش دیا تھا، کیونکہ جب زمزم نکل آیا تو پھر ان کو اور کنوئیں کی ضرورت نہ رہی۔''

ایک کنواں امیہ بن عبد شمس نے اپنے لیے حضر نامی کھودا تھا، اور بنی اسد نے بھی ایک کنواں کھودا تھا، جو بیئر بنی اسد کہلاتا ہے، اور بنی عبدالدار نے جو کنواں کھودا تھا، اس کا نام ام حراد ہے اور بنی جمح کے کنوئیں کو سنبلہ کہا جاتا ہے، اور یہی خلف بن وہب کا کنواں ہے، اور بن سہم نے اپنے کنوئیں کا نام غمر رکھا، جس کو بئیر سہم کہتے ہیں۔

اور بہت سے پرانے کنویں ٹوٹے پھوٹے مکہ کے باہر بھی تھے۔ مرہ بن کعب اور کلاب بن مرہ سے پہلے زمانہ میں جن میں سے قریش کے پہلے بزرگان پانی پیا کرتے تھے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک کنواں کا رُم تھا۔ اس کو مرہ بن کعب بن لوئ نے بنایا تھا، اور ایک کنواں بنی کلاب بن مرہ کا خم نامی تھا۔

جب سے زمزم برآمد ہوا سب کنوئیں اس کے آگے گرد ہو گئے، اور سب اس کی طرف رجوع ہوئے کیونکہ یہ مسجد الحرام کے اندر واقع ہے، اور سب کنوؤں پر اس کی فضلیت ظاہر ہے، کیونکہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کا کنواں ہے، اور اس کنوئیں کے دستیاب ہونے سے بنی عبد مناف قریش پر فخر کرنے لگے۔

Marfat.com

نسب مبارک

مکہ میں آبادی کا آغاز حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوا، اللہ کے آخری رسول ﷺ عرب کے معزز قبیلہ قریش کی سب سے زیادہ مقتدر شاخ بنی ہاشم سے ہیں۔

مورخین عرب کا اس پر اتفاق ہے:

''رسول اللہ ﷺ، حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔''

اللہ کے آخری رسول ﷺ کا نسب مبارک درج ذیل ہے:

''محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔''

رسول اللہ ﷺ سے عدنان تک اکیس نام آتے ہیں، درج بالا تمام ناموں سے تمام مورخین متفق ہیں۔

عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب کے بارے میں تاریخ دان جو نام بیان کرتے ہیں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے ان ناموں کی تفصیل سے گریز کیا جارہا ہے، جن کی تعداد تقریباً ساٹھ ہے۔

اس اختلاف کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیان کیا ہے۔''

آپ ﷺ نے اپنے سلسلہ نسب کے بارے میں صرف اس قدر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے کنانہ کو ممتاز بنایا، اور کنانہ میں سے قریش کو عزت و عظمت بخشی، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو امتیاز عطا فرمایا، اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔''

فہر کا لقب قریش تھا۔

فہر سے قبیلہ قریش چلا، اور نبی آخر الزمان ﷺ کا خانوادہ اپنے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کی نسبت سے خانوادہ ہاشمی کے نام سے معروف ہوا۔

نورانی سفر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی شے پیدا کی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔''

اس حدیث پاک سے ثابت ہوگیا کہ سب سے پہلے اللہ رب العزت کے نور میں سے رسول برحق ﷺ کا نور بنا اور پھر دوسری چیزیں۔

نور محمد ﷺ کے نور سے فیض یاب ہونے والے پہلے بشر حضرت آدم علیہ السلام تھے یہی وہ نور تھا، جس کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ ہوا، یہی وہ مبارک نور تھا، جس کے طفیل آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اور حضرت آدم علیہ السلام اس زمین پر پہلے پیغمبر قرار پائے۔

مختلف واسطوں اور سلسلوں سے ہوتا ہوا یہ مقدس نور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں منتقل ہوا، اور پھر آپ علیہ السلام کے وسیلہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک پیشانی پر چمکا۔

Marfat.com

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت براہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہت پیار کرتے تھے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا بیٹا، اپنے جگر کا ٹکڑا ہونے کی وجہ سے چاہتے تھے، بلکہ اس لیے کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام میں نور محمدی ﷺ کی جھلک دیکھ لی تھی، اور صرف اس نور اطہر کی وجہ سے انہیں بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

''اے ایمان والو! تم اپنے مال، دولت اور اولاد سے آزمائے جاؤ گے۔''

(سورہ التغابن :۱۵)

اس قربانی والے واقعہ سے اللہ تعالیٰ کا تین باتیں ثابت کرنا مقصود تھا۔

1- اس کے خاص بندے اور پیغمبر دنیاوی چیزوں کی آزمائش سے نہیں گھبراتے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی آزمائش پر پورے اترے۔

2- جس نیک ہستی میں نور محمدی ﷺ ظہور پاتا ہے اس کی حفاظت رب رحیم خود کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ نور اگلی ہستی کو منتقل ہو جاتا ہے۔

3- جس ہستی میں نور منیر کا ظہور ہوتا ہے، یا ہونا ہوتا ہے، وہ ہستی شروع ہی سے بڑے نیک اوصاف کی مالک ہوتی ہے۔

شرافت، صداقت، امانت، دیانت، شجاعت، ادب سب کچھ اس ہستی میں موجود ہوتا ہے نور محمدی ﷺ مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب تک پہنچا، جو رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے، ان کے بارے میں روایت ہے:

''حضرت عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی، اور رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی پر چمکتا تھا، جب مکہ میں قحط ہوتا تو اہل مکہ حضرت عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر رب کریم کا قرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرواتے، تو اللہ تعالیٰ نور محمدی ﷺ کی برکت سے بارش فرما دیتے۔''

Marfat.com

خانہ کعبہ کے تعلق سے حضرت عبدالمطلب کے ساتھ ایک اہم واقعہ پیش آیا:

''ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب حرم پاک کے اس حصے میں سو رہے تھے، جو حطیم کہلاتا ہے کہ کسی نے خواب میں ان کو زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا، اور جگہ کی نشاندہی بھی کر دی گئی۔''

اس واقعہ کا ذکر باب گذشتہ میں تفصیل سے کیا جاچکا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سسر مضاض بن عمرو جرہمی مکہ کے والی مقرر ہوئے تو خانہ کعبہ کا انتظام قبیلہ جرہم نے سنبھال لیا، دن اور سال گزرنے لگے، بنوخزاعہ نے بنو جرہم کو مکہ سے نکال کر اقتدار سنبھال لیا، بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت زمزم کا کنواں پاٹ دیا تھا، اور کنوئیں کے نشانات بھی مٹا دیے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے بیدار ہونے کے بعد کھدائی شروع کر دی، کھدائی کے دوران جب زمزم کا کنواں نمودار ہوگیا، اور وہاں سے سونے کے دو بت اور تلواریں برآمد ہوئیں تو قریش نے مطالبہ کیا:

''اس میں ہمارا حصہ بھی شامل کرو۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''میں ایسا نہیں کرسکتا،، میں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا ہوں۔''

لیکن قریش اپنے مطالبہ سے باز نہ آئے، اور انہوں نے جھگڑا شروع کر دیا۔

آخر ایک کاہن کے پاس جانا طے ہوا، لوگ مکہ سے روانہ بھی ہوئے لیکن راستہ میں ایسی علامات کا ظہور ہوا، جن سے لوگ سمجھ گئے کہ اس پر حضرت عبدالمطلب کا حق ہے، وہ لوگ راستہ ہی سے واپس آگئے باب گذشتہ میں اس کا ذکر تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔

اس موقع پر حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی:

''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا کیے تو میں ایک بیٹے کو قرب الٰہی کے لیے کعبہ کے پاس قربان کردوں گا۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عطا کیے۔

حضرت عبدالمطلب کے بعد نورِ محمدی ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے والدِ محترم کو منتقل ہوا، سب بیٹوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، سب سے زیادہ خوبصورت، پاکدامن اور چہیتے تھے، حضرت عبدالمطلب نے بیٹوں کو اپنی منت سے آگاہ کیا تو سب نے بات مان لی۔ حضرت عبدالمطلب نے قسمت کے تیروں پر سب بیٹوں کے نام لکھے، تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا گیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔

حضرت عبدالمطلب اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے، رشتہ دار خصوصاً حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننھیال والے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی، اور ابوطالب آڑے آئے، عبدالمطلب نے کہا:

''تب میں اپنی نذر کا کیا کروں؟''

سب نے مشورہ دیا:

''کسی حرافہ (غیب کی باتیں بتانے والی عورت) کے پاس جا کر اس کا حل دریافت کریں۔''

حضرت عبدالمطلب ایک حرافہ کے پاس گئے اس نے کہا:

''عبداللہ (رضی اللہ عنہ) اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں، اگر عبداللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں، یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے، اور اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو اونٹ قربان کر دیے جائیں۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی، لیکن قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا، اس کے بعد دس دس اونٹ بڑھاتے گئے، اور قرعہ اندازی کرتے گئے، مگر قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام ہی نکلتا رہا، جب سو اونٹ پورے ہو گئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔

Marfat.com

قرعہ اندازی کے دوران حضرت عبدالمطلب تمام وقت اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعا مانگتے رہے، جب سو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو وہاں موجود تمام لوگوں نے کہا:

''اے بردار قریش! اب آپ اپنے رب کی رضا مندی کو پہنچ گئے۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''نہیں، یہاں تک کہ تین مرتبہ اونٹوں پر ہی قرعہ نکلے۔''

حضرت عبدالمطلب کھڑے مسلسل دعا میں مصروف رہے، یہاں تک کہ مسلسل تین بار اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔

اب حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بدلے سو اونٹ ذبح کیے اور وہیں چھوڑ دیے، کسی انسان یا جانور کے لیے گوشت کے حصول کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

اس واقعہ سے پہلے عرب میں خون بہا (دیت) کی مقدار دس اونٹ تھی، مگر اس واقعہ کے بعد سو اونٹ کر دی گئی، اسلام نے بھی دیت کی مقدار سو اونٹ برقرار رہنے دی۔

جب یمن کے کا حاکم ابرہتہ الاشرام خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے مکہ مکرمہ پر چڑھ آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمی ساتھ لے کر مکہ کے ایک پہاڑ پر چڑھے۔ اس وقت نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر ہلال کی طرح نمودار ہو کر خوب روشن ہو گیا تو اس موقع پر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا، اور ہم لوگ غالب رہیں گے۔''

حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے، اور جب حضرت عبدالمطلب اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے ابرہہ کے پاس گئے تو ابرہہ ان کی صورت دیکھتے ہی تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر بیٹھ کر حضرت عبدالمطلب کو اپنے پاس بٹھایا۔

Marfat.com

یہ سب اس نور پاک کی عظمت تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے چہرے سے نمایاں تھی۔

نور محمدی ﷺ کی ایسی عظمت اور برکت تھی کہ اس کی وجہ سے بادشاہ تک بھی عزت واحترام سے پیش آتے۔

سو اونٹوں کی قربانی کے واقعہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی والے واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ان کے پیارے بیٹے کی قربانی کا تقاضا کیا اور حضرت عبدالمطلب پر بھی ان کے محبوب ترین بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی کی آزمائش آپڑی۔ بفضل خدا دونوں اپنے اپنے امتحان میں پورا اترے۔

اس سوال کا جواب کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اتنا پیار کیوں کرتے تھے، اس کا جواب بھی وہی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر نور محمدی ﷺ ظہور پا چکا تھا، اور حضرت عبدالمطلب کی نگاہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک پر اس نور مبارک کا جلوہ دیکھ چکی تھیں، اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی نور محمدی ﷺ کی وجہ سے روشن رہتی تھی۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی غرض سے مدینہ (یثرب) جا رہے تھے تو راستے میں ایک عورت سے آمنا سامنا ہوا، وہ عورت توریت اور انجیل کی عالم تھی، اس نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر نور محمدی ﷺ چمکتا ہوا دیکھا تو اس نے خواہش کی:

''کاش! یہ مبارک نور مجھے منتقل ہو جائے۔''

اس نے یہ سوچ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے شادی کا اظہار کیا، لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

''میرا نکاح ہونا جہاں قرار پایا ہے میں وہیں شادی کروں گا۔''

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے، لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ نور محمدی ﷺ واقعی بہت مقدس اور عظیم نعمت ہے، جس کو پالینے کی خواہش غیر مسلم عورت نے بھی کی، لیکن قانون قدرت ہے کہ جو چیز جس کے نصیب میں ہو یا جو جس قابل ہوتا ہے اس کو ملتی ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا دیندار، باکردار، شریف، عزت دار، اور اعلیٰ گھرانے کی خاتون تھیں، آپ اس مقدس نور کو رکھنے کے قابل تھیں، اور اللہ رب العزت نے بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ہی اپنے محبوب ﷺ کے نور کا امانتدار بنایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا آپ سے نکاح ہوا، اور اس طرح نور محمدی ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا۔

Marfat.com

اصحاب الفیل

کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے، اس کے علاوہ مکہ آنے والی دیگر اقوام اور قبائل کے مذہبی آثار بھی کعبہ میں موجود تھے، تاکہ وہاں پہنچنے کے بعد ہر کوئی اپنے مخصوص خدا کی پرستش کر سکے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر بھی وہاں موجود تھیں۔

حرم کا مطلب ہے محفوظ علاقہ، اور کعبہ ایسے مقام پر واقع تھا جسے ہم اپنی زبان میں ایک بے طرف علاقہ کہہ سکتے ہیں، اس زمانے میں بھی کسی کو اجازت نہیں تھی کہ حدود حرم میں کسی دوسرے سے تنازعہ کرے اور آج بھی ایسا ہی ہے۔ یہاں تک کہ جب دو خونی دشمن حرم میں داخل ہو جاتے تو انہیں عارضی طور پر ہی سہی دشمنی اور عداوت کو فراموش کرنا پڑتا تھا۔

وہ مسافر اور کاروان جو چاہے کہیں سے بھی آتے انہیں حرم میں داخل ہونے کے بعد اپنے مخصوص خداؤں کی پرستش کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی، تاہم ہر قوم اور قبیلے کا اپنا ایک علیحدہ حجرہ یا علاقہ ہوتا تھا، جہاں وہ اپنے خدا کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

جب جزیرۃ العرب کے جنوب میں واقع حبشہ (آج کا یمن) کے نائب السلطنت (گورنر) ابرہۃ الاشرام نے خانہ کعبہ کو مٹانے کا عزم کیا تو وہ ایک طویل راستہ طے کرنے کے بعد مکہ کے نزدیک پہنچا، لیکن اس سے پہلے ایک چھوٹے شہر میں داخل ہوا جس کا نام طائف تھا جو آج بھی موجود ہے۔

Marfat.com

اہل طائف نے ابرہہ کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور ابرہہ سے کہا:

''تجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ تو جیسے بھی چاہے خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے، لیکن تجھ سے ہماری درخواست ہے کہ وہاں پر موجود ہمارے خداؤں کے حجرے کو ویران مت کرنا۔''

ابرہہ نے بظاہر ان کی درخواست قبول کر لی۔

ابرہتہ الاشرام گورنر یمن نے صنعاء میں ایک قلعہ بنوایا اور اس قلعہ میں ایک ایسا شاندار کلیسا بنوایا کہ اس زمانے میں روئے زمین پر کوئی گرجا اس کا ثانی نہیں تھا، پھر اس نے نجاشی کو خط لکھا:

''اے آقائے نامدار! میں نے آپ کی خاطر ایک گرجا بنوایا ہے کہ آپ سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں بنوایا تھا، اور میرا ارادہ ہے کہ لوگوں کو حج مکہ سے باز رکھ کر اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔''

جب ابرہہ کا یہ خط نجاشی کے پاس پہنچا، اور اہل عرب جو نجاشی کی رعیت تھی، ان کو یہ حال معلوم ہوا تو ایک شخص جو قبیلہ فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حرث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی اولاد میں سے تھا، اسے بڑا رنج پہنچا۔ یہ شخص اس خاندان میں سے تھا جو زمانہ جاہلیت میں حرام مہینوں کو اپنی مرضی کے مطابق بدل دیا کرتے تھے، ایک مہینہ حرام کو حلال سمجھ کر اس میں لڑائیاں لڑتے اور ایک سال کو حرام بنا کر دوسرے کو حلال بنا لیتے۔

جس شخص نے سب سے پہلے عرب میں یہ طریقہ ایجاد کیا تھا، اس کا نام حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حرث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے۔ اس کے بعد حذیفہ کا بیٹا عبادہ اس کام پر قائم ہوا۔ اس کے بعد عبادہ کا بیٹا قلع اور قلع کے بعد اس کا بیٹا امیتہ اور امیتہ کے بعد اس کا بیٹا عوف اور عوف کے بعد اس کا بیٹا ابوثمامہ جنادۃ اس کام پر قائم رہا، یہاں تک کہ اسلام کا زمانہ آ گیا، اور زمانہ اسلام میں جو لوگ حرام مہینوں میں تاخیر روا رکھتے تھے، ان کا سردار یہی ابوثمامہ بن عوف تھا، اور

Marfat.com

غیرت کی تاب نہ لا کر اس گرجا میں جو ابرہتہ الاشرام نے تعمیر کروایا تھا، جا کر اس کے اندر پاخانہ کر دیا اور اپنے وطن بھاگ آیا۔

ابرہہ کو خبر ہوئی، اس نے دریافت کیا یہ کس نے کیا ہے، جب اسے معلوم ہوا کہ یہ کسی ایسے شخص کا کام ہے جو اہل عرب میں سے ہے اور بیت اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے۔

اس سے ابرہتہ الاشرام کے تن بدن میں آگ لگ گئی، وہ غصے سے بے قابو ہو گیا، اور اس نے کہا:

''بخدا! اب میں بیت اللہ کو مسمار و منہدم کیے بغیر چین نہ لوں گا۔''

یہ عزم صمیم کر کے اہل حبش کو جو اس کا لشکر تھا حکم دیا:

''بیت اللہ کی طرف چلنے کی تیاری کرو۔''

فوج روانہ ہو گئی، ان کے ساتھ ایک مست ہاتھی بھی تھا جو معرکہ میں کام آیا کرتا تھا، اس ہاتھی کا نام محمود تھا۔

اہل عرب کو جب پتہ چلا کہ ابرہتہ الاشرام ایک لشکر جرار کے ساتھ خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ گھبرا اٹھے اور کہنے لگے:

''اگرچہ ہم اس کے مقابلہ میں کمزور ہیں، اس سے جنگ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، مگر پھر بھی اس کو روکنا اور مداخلت کرنا ہمارا فرض ہے۔''

چنانچہ ایک شخص ذونصر نامی اشراف یمن کی اولاد میں سے تھا، اس نے ابرہہ کا مقابلہ کیا، اور اہل عرب میں سے ان کو بھی جو اس کی امداد کے لیے تیار ہوئے ساتھ ملا لیا، ذونصر کو ابرہہ کے مقابلے میں شکست ہوئی، اور وہ اسیر ہو کر ابرہہ کے سامنے لایا گیا، ابرہہ نے ذونصر کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

ذونصر نے کہا:

''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کر، ممکن ہے میری زندگی آپ کے حق میں بہ نسبت میری موت کے مفید ہو۔''

Marfat.com

ابرہہ کو یہ بات پسند آئی، اس نے اسے اپنے پاس قید رکھا، پھر وہاں سے آگے بڑھا، جب ارض خثعم میں پہنچا تو ایک شخص نفیل بن حبیب خثعم کے دو قبائل شہران اور ناہس کو ساتھ لے کر ابرہہ کے سامنے آیا، مگر اسے بھی شکست فاش ہوئی، اور وہ بھی اسیر ہو کر ابرہہ کے سامنے لایا گیا جب ابرہہ نے اس کا قتل کا حکم صادر کیا تو اس نے کہا:

''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کر، میں آپ کو عرب کی زمین تک پہنچانے کے لیے رہنمائی کروں گا، اور یہ دونوں میرے قبائل شہران اور ناہس آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے ساتھ ہوں گے۔''

ابرہہ نے اسے بھی معاف کردیا اور اسے ساتھ لے کر طائف آ پہنچا۔ یہاں مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف نے اپنے لوگوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں نے کہا:

''ہم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے، ہمیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔''

وہ سب ابرہہ کے پاس گئے اور کہا:

''اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں، اور آپ کے برخلاف نہیں کرسکتے، جس گھر کو آپ برباد کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ گھر نہیں ہے جو طائف میں ہے، وہ تو مکہ میں ہے۔''

(اللات طائف میں ان لوگوں کا ایک معبد تھا جس میں لات کا بت رکھا ہوا تھا)

اور ہم آپ کے ساتھ ایک شخص کر دیتے ہیں جو آپ کو اس کا نشان مکہ میں بتادے گا۔''

یہ شرط قرار پا گئی، اور انہوں نے ابورغال کو اس کام کے لیے ابرہہ کے ساتھ کر دیا، جب مقام مغمس پر پہنچے تو ابورغال مرگیا، اور عربوں نے اس کی غداری کے باعث اس کی قبر پر پتھر برسائے، عرب لوگ مقام مغمس میں جس قبر کو پتھر مارا کرتے تھے وہ

Marfat.com

اسی ابورغال کی قبر ہے۔

ابرہہ نے مغمس میں ڈیرے ڈال دیے، اور ایک حبشی آدمی کو جس کا نام اسود بن مقصود تھا، گھوڑے پر سوار کر کے مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ مکہ میں جا کر قریش اور قبائل عرب کے بہت سے اموال واسباب لوٹ لایا، اسی لوٹ میں عبدالمطلب بن ہاشم (رسول اللہ ﷺ کے دادا) کے دوسو اونٹ بھی تھے۔

عبدالمطلب اس وقت قبیلہ قریش کے سردار تھے۔ قریش، کنانہ اور ہذیل قبائل عرب نے ابرہہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا، پھر یہ خیال کر کے کہ ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے، اپنے ارادے سے باز رہے۔

ابرہۃ الاشرام نے حناطہ حمیری کو مکہ بھیجا اور کہا:

''مکہ میں جا کر ان کے سردار سے کہو کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے نہیں آیا، میرا ارادہ صرف خانہ کعبہ کو گرانا ہے اگر تم اس کام میں میری مزاحمت نہ کرو تو میں خونریزی نہیں کروں گا۔''

ابرہۃ الاشرام نے حناطہ سے مزید کہا:

''اگر سردار مکہ اس بات کو مان جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا۔''

جب حناطہ حمیری مکہ میں داخل ہوا تو کسی سے دریافت کیا:

''یہاں کا سردار کون ہے؟''

لوگوں نے حناطہ حمیری کو بتلایا:

''ہمارے سردار عبدالمطلب ہیں۔''

چنانچہ حناطہ حمیری نے ان کے پاس جا کر ابرہۃ الاشرام کا سارا پیغام کہہ سنایا۔

عبدالمطلب نے ابرہۃ الاشرام کا پیغام سن کر جواب دیا:

''ہم لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے، اور نہ ہی ہمیں اس کے مقابلے کی طاقت ہے، یہ خدا کا گھر ہے اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے، اگر خدا کو اپنے گھر کی حفاظت منظور ہوگی تو اس کو روک دے گا ورنہ چھوڑ دے گا،

Marfat.com

ہمارا اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے۔"

حناطہ حمیری نے کہا:

"تم میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو۔"

حضرت عبدالمطلب اس کے ساتھ چل دیے اور ان کے ہمراہ چند لڑکے بھی تھے، جب عبدالمطلب ابرہہ کے لشکر میں آئے تو انہوں نے دریافت کیا:

"ذونضر کہاں ہے؟"

ذونضر ابرہہ کے پاس محبوس تھا، اور وہ عبدالمطلب کا دوست تھا۔

ملاقات ہونے پر حضرت عبدالمطلب نے ذونضر سے کہا:

"اے دوست! اس مصیبت سے جو مجھ پر نازل ہوئی، رہائی پانے کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے کیا تم اس معاملے میں میری کچھ سفارش کرسکتے ہو۔"

ذونضر نے کہا:

"میں قیدی ہوں، جسے شام وسحر قتل کیے جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ میں آپ کی کیا سفارش کرسکتا ہوں، ہاں محمود ہاتھی کا سائیس جس کا نام انیس ہے میرا دوست ہے، اس کے پاس میں آپ کو بھیج دیتا ہوں، وہ آپ کو بادشاہ کے پاس لے جا کر پُرزور سفارش کردے گا۔"

چنانچہ وہ حضرت عبدالمطلب کو سائیس کے پاس لے گیا اور کہا:

"یہ قریش کے سردار اہل مکہ کی آنکھ کی پتلی عبدالمطلب ہیں، یہ غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں، پہاڑوں کے جانوروں کی حفاظت کرتے ہیں، بادشاہ ابرہہ نے ان کے دوسو اونٹ پکڑ لیے ہیں، تم ان کو بادشاہ کے پاس لے جاؤ، اور جہاں تک ممکن ہو ان کی سفارش کرو۔"

انیس نے کہا:

"جیسا تم کہتے ہو میں ویسا ہی کروں گا، تم فکر نہ کرو۔"

انیس حضرت عبدالمطلب کو بادشاہ کے پاس لے گیا، اور بادشاہ سے کہا:

Marfat.com

''عالی جاہ! عبدالمطلب شریف مکہ اور سردار قریش آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں، اور آپ سے کچھ التجا کرنا چاہتے ہیں۔''

ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کو آنے کی اجازت دے دی، جب ابرہہ نے انہیں دیکھا تو اس کے دل میں حضرت عبدالمطلب کا رعب طاری ہوگیا، اور وہ ان کی تعظیم و تکریم کے لیے دل سے مجبور ہوگیا، کیونکہ عبدالمطلب انتہائی خوبرو اور وجیہہ آدمی تھے۔ ابرہہ نے انہیں نیچے بٹھانا گوارہ نہ کیا، ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اتر کر حضرت عبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا، پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا:

''ان کا مدعا دریافت کرو، یہ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

ترجمان نے حضرت عبدالمطلب سے دریافت کر کے بتایا:

''یہ اپنے دوسو اونٹ واپس کیے جانے کی التماس کر رہے ہیں۔''

یہ سن کر ابرہہ بڑا حیران ہوا اور اس نے ترجمان سے کہا:

''ان سے کہو، بادشاہ کہتا ہے کہ تمہاری اس درخواست سے بڑا حیران ہوا ہوں کہ تم اپنے اونٹوں کی واپسی کی خواہش کر رہے ہو، لیکن اس گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہو، جو تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے اور جسے گرانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''مجھے اس گھر سے کچھ واسطہ نہیں، جو اس گھر کا مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، میں تو اونٹوں کا مالک ہوں، اس لیے ان کے واپس کیے جانے کی التجا کر رہا ہوں۔''

ابرہہ نے یہ معقول جواب سن کر حضرت عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے۔

حضرت عبدالمطلب نے مکہ واپس آ کر لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی، اور انہیں مشورہ دیا:

''ہم ابرہہ کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے، بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے

Marfat.com

نکل جائیں، پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں جا کر روپوش ہو جائیں۔"

پھر حضرت عبدالمطلب نے جاتے وقت قریش کے چند افراد کو ساتھ لیا، اور خانہ کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر ابرہہ اور اس کے لشکر کے حق میں بد دعا کی، اور پھر قریش کے ساتھ پہاڑوں میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں مکہ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

ادھر سے ابرہہ نے صبح کے وقت مکہ پر چڑھائی کر دی، اور خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے وہ اپنے ساتھ جس ہاتھی کو لے کر آیا تھا، اس کا نام محمود تھا، جب ہاتھی خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے تیار ہو گیا تو نفیل نے ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا:

"اے محمود! بیٹھ جا، جہاں سے آیا ہے اس طرف لوٹ جا، کیونکہ تو بلد حرام میں ہے۔"

نفیل نے یہ کہہ کر ہاتھی محمود کا کان چھوڑ دیا، ہاتھی فوراً بیٹھ گیا، اور نفیل بن حبیب بھاگ کر پہاڑ کر چڑھ گیا۔

ہاتھی کے مہاوت نے جب یہ دیکھا تو اس نے ہاتھی کو مارا تا کہ وہ کھڑا ہو جائے، مگر ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ مہاوت نے اسے اٹھانے کے لیے اس کے سر پر آنکس مارا، مگر وہ پھر بھی نہ اٹھا۔

مہاوت نے ہاتھی کا رخ یمن کی طرف کر دیا، ہاتھی اٹھ کر دوڑنے لگا، پھر شام کی طرف اس کا رخ پھیرا وہ پھر بھی چلنے لگا، پھر مشرق کی طرف اس کا منہ پھیرا ادھر بھی وہ ایسا ہی دوڑا لیکن جب مکہ کے طرف اس کا رخ کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔

اتنے میں اللہ رب العزت نے سمندر کی جانب سے پرندوں کا ایک لشکر بھیج دیا، اور ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں، ابابیلوں کے اس لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر اس زور کی سنگ باری کی کہ ابرہہ کی فوج بدحواس ہو کر بھاگنے لگی، وہ کنکریاں گو چھوٹی چھوٹی تھیں مگر قہرِ الٰہی کے پتھر تھے، پرندے جب ان کنکریوں کو گراتے تو سنگ ریزے فیل سواروں کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر

Marfat.com

ہاتھی کے بدن کو چھیدتے ہوئے زمین پر گرتے تھے۔

ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔

ابرہہ کا لشکر بدحواس ہو کر خوف سے لرزتا ہوا بھاگنے لگا وہ جس راستے سے آئے تھے اسی راستے پر دوڑنے لگے، اور وہ نفیل بن حبیب کو تلاش کرنے لگے، جو انہیں راستے سے یہاں لایا تھا تا کہ وہ ان کو یمن کا راستہ بتا دے، مگر اب نفیل کہاں تھا؟

نفیل تو پہاڑوں پر ان کی درگت ہوتے ہوئے دیکھ کر کہہ رہا تھا:

''اے بدکردارو! اب کہاں بھاگتے ہو خدا کا قہر تمہاری تلاش میں ہے۔

ابرہہ مغلوب ہو چکا، ہرگز غالب نہیں ہوگا۔''

ابرہہ کا لشکر گرتا پڑتا ذلیل و خوار ہوتا ہوا ہلاک ہوگیا، اور ابرہہ کے جسم میں ایک بیماری نمودار ہوئی، جس سے اس کی پوریاں تک جھڑ گئیں، اس کو اسی حالت میں اٹھا کر صنعاء تک لے گئے آخر اس کا سینہ پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہوگیا۔

اسی سال میں چیچک کی وبا نمودار ہوئی، اور اسی سال حرمل حنظل اور آک کے درخت پیدا ہوئے۔

اسی واقعہ کو اللہ رب العزت نے قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے سورہ الفیل میں بیان کیا ہے، اور اس نعمت کے اظہار کے لیے سورہ الفیل اتاری گئی۔

سورہ الفیل میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

''اے محبوب کیا تم نے دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔''

(سورۃ الفیل)

Marfat.com

جب ابرہہ کا لشکر ذلیل وخوار ہو کر ہلاک ہوگیا، اور اہل حبشہ خائب و خاسر ہو کر مکہ سے واپس چلے گئے اور پھر وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے تو اہل عرب کے دل میں قبیلہ قریش کی عظمت متمکن ہوگئی اور وہ کہنے لگے:

''قریش اہل اللہ ہیں اللہ نے ان کے دشمن کو ذلیل کیا ہے۔''

اور ان کے حق میں اشعار مدحیہ کہنے لگے، جن سے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو ابرہہ اور اس کے لشکر پر وارد ہوئے تھے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

عالی مرتبت والدین

رسول اللہ ﷺ کے والدین گرامی پاکدامن، نیک، شریف النفس تھے، وہی نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد اور والد ماجدہ تک جتنے بھی والدین سلسلہ نسب میں موجود ہیں، وہ سب کے سب پاکباز، شریف اور دیانتدار تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین ﷺ تک جس قدر پیغمبر ہوئے، کسی نے بھی ان کے نسب مطہر میں شک نہیں کیا، صرف یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی تھی، قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی کیفیت کو بیان فرمایا اور یہود پر لعنت فرمائی۔

سید الصادقین ﷺ کے ماں باپ، دادا، دادی اور ان کے آباء سے متعلق کہیں نہیں آیا کہ وہ برائیوں میں مبتلا رہے ہوں۔ تاریخ کی کتب میں بھی ان کی شرافت، دیانت اور صداقت کے گن گائے ہیں۔

باب گذشتہ میں نور محمدی ﷺ کا تذکرہ آچکا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب نور محمدی ﷺ حضور ﷺ کے خاندان میں چلا آرہا تھا تو کیا اس بابرکت اور پاک نعمت کے ذریعے وہ سب بھی پاک نہیں ہوں گے؟ یقیناً وہ پاک صاف تھے۔ اس طرح یہ بات بھی ثابت ہوچکی کہ حضور ﷺ کے والدین گرامی نور محمدی ﷺ کے امانتدار تھے،

Marfat.com

اور یہ ہی ان کی پاکبازی اور دینداری کی سب سے بڑی دلیل ہے، اس سے بھی بڑھ کر ان کی پاکبازی کا ثبوت یہ ہے کہ رب کریم کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ وہ ماں باپ ہیں کہ جن میں سے نبی آخر الزمان ﷺ پیدا ہوں گے، اور ایسا ہی ہوا۔

ایک موقع پر قیصر روم نے جب ابوسفیان سے نبی مطہر ﷺ کے نسب کے متعلق یہ سوال کیا:

''ان کا نسب کیسا ہے؟''

ابوسفیان نے جواب دیا:

''وہ ہم سب میں نسب والا ہے۔''

حسب ونسب اور خاندانی شرافت میں کوئی رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہیں۔

قیصر روم نے کہا:

''یہ بھی ایک علامت ہے، پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں۔''

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم بھی آپ ﷺ کے اعلیٰ حسب ونسب کے قائل تھے۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اللہ رب العزت جو تمام کائنات کا مالک ہے، کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو کس خاندان میں پیدا کرنا ہے، اور کیا اسے اپنے محبوب ﷺ کے آباؤ اجداد کے بارے میں فکر نہ تھا، یقیناً تھا بلکہ اس سے بڑھ کر فکر کس کو ہو سکتا تھا، اسی لیے حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں بھی یہی فیصلہ تھا کہ میرے پیارے محبوب ﷺ کے والدین ہونے کا شرف یہ ہستیاں حاصل کریں گی، اور انہیں بزرگی اور عزت سے نوازا۔

جب منافقین نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ رب العزت نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور پاکیزگی کے متعلق ارشاد فرمایا:

''جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے، اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا ان کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے

Marfat.com

ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا، جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کہا یہ صریح طوفان ہے یہ اپنی بات کے چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہ لا سکے تو خدا کے نزدیک ہی جھوٹے ہیں۔"

(سورہ النور: 11 تا 13)

جب اللہ کریم کو پیغمبر حق ﷺ کی بیویوں کی پاکدامنی اور پاکیزگی کا اتنا خیال تھا تو کیا وہ چاہے گا کہ وہ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے ماں، باپ، دادا، دادی کو برائی میں پڑنے دے؟ نہیں۔

رب العالمین نے سلسلہ نسب میں شامل تمام افراد کو پاک دامن رکھا، اپنی حفاظت میں رکھا، اور انہیں اپنے دین سے نوازا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالمطلب کی چھ بیویوں سے دس بیٹے (بعض مورخین کے نزدیک بارہ بیٹے) اور چھ بیٹیاں تھیں، ابو طالب، زبیر، عبدالکعبہ اور عبداللہ یہ چار بیٹے ایک ہی بیوی سے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ماں باپ کے سب سے پیارے بیٹے تھے، اس پیار کی وجہ بھی وہی نور تھا، جو آباؤ اجداد سے منتقل ہو کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مبارک پیشانی پر چمکا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، آپ عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ کی صاحبزادی تھیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ خوبصورت اور پاکدامن تھے، اور ذبیح اللہ کہلاتے تھے، اس کی وجہ حضرت عبدالمطلب کی نذر اور سو اونٹ قربان کرنے کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

Marfat.com

''میں دو بیجوں کی اولاد ہوں، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے میرے والد حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ)''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ایک شریف زادے کی طرح امانت، دیانت، صداقت، شرافت تمام خوبیاں موجود تھیں، اتنے خوبصورت کہ لوگ دیکھتے ہی رہ جاتے، خوب سیرت اتنے کے بڑے بڑے خاندان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنا داماد بنانا چاہتے تھے۔ کردار کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی ایسی تھی کہ کافروں نے بھی آپ کی شان کو تسلیم کیا۔

حضرت عبدالمطلب سے جب قریش نے زمزم کے متعلق جھگڑا کیا تو انہوں نے نذر مانی:

''اگر میرے ہاں دس لڑکے ہوئے، اور وہ جوان بھی ہوئے تو میں ان میں سے ایک کو خاص اللہ کے لیے کعبہ کے پاس ذبح کروں گا۔''

چنانچہ جب ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو کر جوان ہوئے تو انہوں نے اپنی نذر کا اپنے بیٹوں سے ذکر کیا، اور انہوں نے خیال کیا کہ ان کے بیٹے اس بات سے انکار کر دیں گے، مگر ان سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور کہا:

''ہم موجود ہیں جس طرح چاہیں آپ کریں۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''تم پر لازم ہے کہ ایک ایک تیر قرعہ کا لے لو، اور اس پر اپنا نام لکھ دو پھر میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت عبدالمطلب کے سب بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اب عبدالمطلب ان کو لے کر کعبہ کے اندر ہبل کے پاس آئے۔ ہبل کعبہ کے اندر اس تہہ خانہ پر رکھا ہوا تھا، جس میں کعبہ کی نذر ڈالی جاتی تھی، اور ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے۔ جن میں سے ایک خون بہا کے متعلق تھا کہ اس کو کون اپنے ذمہ لے، جب اس قسم کا تنازعہ ہوتا تو اس قرعوں کو ڈال کر دیکھتے، جس کے نام پر وہ خون بہا والا قرعہ نکلتا، اس کے ذمہ میں خون بہا کیا جاتا، اور ایک تیر پر نعم لکھا تھا، یعنی یہی کام اچھا ہے، اس کو کرو، ایک پر لا لکھا تھا،

Marfat.com

یعنی اس کو نہ کرو، جب کسی کام میں متردد ہوتے تو قرعہ ڈالتے۔ اگر نعم کا قرعہ نکلتا اس کام کو کرتے اگر لا کر قرعہ نکلتا تو اس کام کو نہ کرتے۔

ایک تیر پر ینکم اور ایک پر ملصق اور ایک پر من غیر کم لکھا تھا۔ یعنی جب کسی کے نسب میں شک ہوتا، اور اس بات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی کہ یہ شخص ہمارے قبیلے سے ہے یا نہیں، چنانچہ ان قرعوں سے معلوم کرتے، اگر ینکم کا قرعہ نکلتا تو سمجھتے یہ ہمارے قبیلے کا ہے اور اگر من غیر کم کا قرعہ نکلتا تو سمجھتے کہ ہم میں سے نہیں ہے، اور اگر ملصق کا قرعہ نکلتا تو اس حالت پر رہنے دیتے، اور اپنے نسب میں شریک نہ کرتے، اور نکاح یا منگنی کے لیے بھی قرعہ ڈالتے، جیسا قرعہ نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے۔

اس قرعہ اندازی کا یہ طریقہ تھا کہ جو شخص حاجت مند ہوتا، وہ سو درہم اور اونٹ لا کر اس قرعہ انداز کو جو ہبل کا خادم خاص تھا، اس کی نذر کرتا اور اس شخص کو جس کے متعلق دریافت کرنا ہوتا تھا، بت کے آگے کر کے سب بہ عجز و نیاز مندی سے عرض کرتے:

''اے ہمارے معبود! یہ فلاں بن فلاں حاضر ہے، اور ہم نے اس کے ساتھ ایسا اور ایسا ارادہ کیا ہے، تو حق کو ظاہر کر دے۔''

پھر قرعہ انداز سے کہتے:

''قرعہ ڈال۔''

وہ قرعہ ڈالتا، اور جیسا قرعہ نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے، چنانچہ حضرت عبدالمطلب بھی اپنے سب فرزندوں کو لے کر خانہ کعبہ میں آئے، اور قرعہ انداز سے کہا:

''میرے ان فرزندوں میں قرعہ ڈالو۔''

انہوں نے اپنی نذر کا مال بھی اس سے بیان کیا۔

عبدالمطلب کے فرزندوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کو اپنے سب فرزندوں میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ محبت تھی، جس وقت قرعہ انداز، قرعہ اندازی میں مشغول ہوا تو حضرت عبدالمطلب

Marfat.com

ہبل کے پاس کھڑے ہو کر خدا سے دعا میں مصروف ہوئے، پھر یہ رجز پڑھنے لگے:

''میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے، اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا۔ بخدا کسی چیز کی ایسی حمد نہیں کی جاتی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے، جب وہ میرا مولا ہے میں اس کا بندہ ہوں، اور اس کے لیے میں نے نذر مانی ہے تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی نذر کو مسترد کردوں، پھر مجھے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔''

چنانچہ قدرت الٰہی سے قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب اپنے ہاتھ میں چھری لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے صحنِ کعبہ میں ذبح کرنے کے لیے لائے، قریش نے سنا تو چاروں اطراف سے ان کے گرد جمع ہو گئے، اور کہنے لگے:

''اے عبدالمطلب! کیا تم اپنے اس فرزند کو ذبح کرو گے جو چاند سے زیادہ خوبصورت اور پھول سے زیادہ نرم ہے، ہم عبداللہ کو ہرگز ہرگز ذبح ہونے نہیں دیں گے۔''

حضرت عبدالمطلب پر عزم تھے۔ وہ سرداران قریش کی مداخلت کو بے سود قرار دے رہے تھے۔

لوگ کہنے لگے:

''اگر یہ رسم تمہارے گھر سے چل نکلی تو آئندہ اسے روکنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی، لوگ اپنے بیٹوں کو لا کر ذبح کیا کریں گے، پھر نوع انسان کی بقا دشوار ہوگی۔''

مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ نے کہا:

''قسم ہے خدا کی اے عبدالمطلبؑ! تم اس کو ہرگز ذبح نہیں کر سکتے، اگر اس کا فدیہ ہمارے مالوں سے لینا ممکن ہو تو ہم دینے کو تیار ہیں۔''

قریش اور عبدالمطلب کے فرزندوں نے کہا:

Marfat.com

''آپ ہرگز عبداللہ کو ذبح نہ کریں، بلکہ یثرب میں جا کر الحجر کاہنہ سے اس مسئلے کا حل دریافت کریں، اور جو کچھ وہ کہے اس کے مطابق عمل کریں، اگر وہ کہے کہ اپنے فرزند کو ذبح کر دو تو بڑے شوق سے آپ عبداللہ کو ذبح کر دیں، اور اگر وہ کہے کہ ذبح نہ کریں تو پھر آپ ہرگز ذبح نہ کریں۔''

عبدالمطلب یہ سن کر نرم پڑ گئے، وہ قریش کے چند لوگوں کو لے کر یثرب روانہ ہو گئے یثرب آ کر معلوم ہوا کہ وہ کاہنہ خیبر میں ہے۔ چنانچہ یہ سب لوگ خیبر میں اس کے پاس گئے اور اس سے اپنا مدعا بیان کیا:

کاہنہ نے کہا:

''منت دوسری طرح بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ تم لوگ دس اونٹ اور عبداللہ کو لے کر کعبہ میں جاؤ، اور ان دونوں چیزوں پر قرعہ ڈالو، اگر قرعہ اونٹوں پر نکلے تو اونٹوں کو ذبح کرو، اور عبداللہ کی جان بخشی کرو، اور اگر عبداللہ پر نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا دو، اور اس طرح کرتے جاؤ، یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلے، بس جان لینا کہ ہمارا پروردگار اس فدیہ سے راضی ہو گیا۔''

وہ لوگ کاہنہ کا فتویٰ سن کر مکہ واپس آئے، اور ایسا ہی کیا:

دس اونٹ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر خانہ کعبہ میں آئے، قرعہ ڈالا، وہ قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا، دس اونٹ انہوں نے اور بڑھا دیے، یہاں تک کہ اونٹ کی تعداد ایک سو کر دی گئی تو اس بار قرعہ اونٹوں پر نکل آیا۔

سب خوش ہو گئے اور کہنے لگے:

''ہمارا پروردگار اس مقدار فدیہ سے راضی ہو گیا۔''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''میں ہنوز متردد ہوں، میری ابھی تشفی نہیں ہوئی ہے، پھر قرعہ ڈالو۔''

پھر قرعہ ڈالا گیا، تب بھی اونٹوں کا نام قرعہ نکلا، اس طرح تین بار کیا گیا، اور ہر

Marfat.com

بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا، چنانچہ سو اونٹ ذبح کر دیے گئے، اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جان بچ گئی۔

فتح مکہ کے موقع پر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے سامنے کفار مکہ کو قیدی بنا کر پیش کیا گیا تو محسن انسانیت ﷺ نے پوچھا:

''اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟''

انہوں نے یک زبان ہو کر کہا:

''بھلائی، کیونکہ آپ (ﷺ) صاحب کرم ہیں، اور صاحب کرم بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے بیٹے ہیں۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کم عمری ہی میں اپنی پاکبازی، سخاوت اور نیکی کی وجہ سے مشہور تھے، اور اتنے مقبول ہو چکے تھے کہ اپنے وصال کے ساٹھ سال بعد بھی لوگ اپنی معافی کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل عالیہ کو سفارش بنا کر لائے، غرضیکہ کوئی وجہ تو تھی کہ لوگ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، خوش اخلاق، محبوب خاص و عام اور فراخ دل تھے، نیک باپ کے سعادت مند بیٹے تھے۔

قربانی والے واقعہ ہی کو لیجیے! جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، تمام بیٹوں کو لے چلے اور ان سے ذکر کیا:

''میں تم سے ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہتا ہوں۔''

یہ سن کر سب بیٹوں نے سر جھکا لیا۔

پھر جب بار بار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام قرعہ نکلتا رہا۔ یہ اصل میں ان کے صبر و سعادت کی انتہا تھی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت دیکھیے کہ خاموشی سے سر جھکائے باادب فرزند کی طرح فیصلے کا انتظار کرتے رہے، آپ نے اس وقت کسی قسم کی بزدلی، ہچکچاہٹ، بے ادبی، غصہ یا پریشانی کا اظہار نہ کیا، بلکہ نہایت اطمینان اور سکون سے

Marfat.com

سب کچھ دیکھتے رہے، پھر جو ہوا وہ خدا کی طرف سے ہی تھا، لیکن اس قربانی والے واقعہ سے آپ کے بلند حوصلہ، سعادت مندی اور عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے، اور اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سعادت مندی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سعادت مندی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے نکاح کی خواہش

سو اونٹوں کی قربانی کے بعد حضرت عبدالمطلب، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہے تھے کہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر میں سے ایک عورت جو ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔

اس عورت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر کہا:

''اے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کہاں جا رہے ہو؟''

آپ نے جواب دیا:

''میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔''

اس عورت نے کہا:

''جس قدر اونٹ تمہاری طرف سے ذبح کیے گئے ہیں، اسی قدر میں تمہاری نذر کرتی ہوں، تم مجھ سے شادی کرلو۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اپنے والد کا مطیع اور فرمانبردار ہوں، ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف کوئی نہیں کرسکتا۔''

حضرت آمنہؓ سے نکاح

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبدالمطلب کو اب آپ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی، آپ چاہتے تھے کہ اپنے اس خوبرو بیٹے کی شادی کی خوشی منائیں، اور اس کے لیے ایسی دلہن بیاہ کر لائیں جو اپنی نظیر آپ ہو۔

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب کی حقیقت نگاہ قبیلہ بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف بن زہرہ کی صاحبزادی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پر پڑی، اور آپ انہیں اپنی بہو بنانے کے لیے بے قرار ہو گئے۔

آپ وہب بن عبدمناف کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے درخواست کی:

''اے سردار بنوزہرہ! آپ میرے بیٹے عبداللہ کے لیے اپنی نور نظر آمنہ (رضی اللہ عنہا) کا رشتہ منظور کرلیں۔''

بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف نے بنو ہاشم کے سردار حضرت عبدالمطلب کی درخواست کو بسر وچشم قبول فرمایا لیا، اس رشتہ ازدواج پر وہب بن عبدمناف کی خوشی کی انتہانہ تھی، کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رشتے کے لیے کئی خاندان خواہش مند تھے۔

یہ رشتہ طے پاجانے کے بعد نکاح کی تقریب انجام پذیر ہوئی۔

قریش کی سب عورتوں میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نسب اور فضلیت میں افضل تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب تھیں، اور برہ کی والدہ یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی نانی ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب تھیں اور ام حبیب کی والدہ بنت عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بن لویٰ بن غالب بن فہر تھیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد جب دوبارہ بنی اسد کی اس عورت سے ملے جس نے آپ رضی اللہ عنہ سے نکاح کی درخواست کی تھی، اور آپ نے اسے رد کردیا تھا۔

اس عورت نے آپ کو دیکھا تو پوچھا:

''اے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) تم اتنے دن کہاں رہے ہو؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے آمنہ بنت وہب سے شادی کرلی ہے۔''

Marfat.com

یہ سن کر اس عورت نے کہا:

''واللہ! میں کوئی بد کار عورت نہ تھی، میں نے آپ کی پیشانی پر ایسا نور دیکھا تھا، جسے میں نے چاہا کہ یہ مجھے منتقل ہو جاتا، لیکن خدا نے اسے ہی دیا، جسے وہ دینا چاہتا تھا۔''

حضور ﷺ ایام حمل میں

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوگئی، اور ان کو اپنے گھر میں لا کر خلوت میں ان سے ملے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کا حمل مبارک ہوا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پھر اس عورت کے پاس تشریف لائے، جس نے آپ سے شادی کی درخواست کی تھی، وہ عورت خاموش بیٹھی رہی آج اس نے کچھ نہ کہا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا بات ہے تم آج مجھ سے وہ باتیں نہیں کہہ رہی جو کل کہی تھیں۔''

اس عورت نے کہا:

''کل جو نور کرامت ظہور آپ کی پیشانی پر جلوہ گر تھا آج نہیں ہے۔ اس لیے اب میری آپ سے کوئی حاجت نہیں ہے۔''

اس عورت نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے جو نصرانی ہوگئے تھے، اور آسمانی کتابوں پر انہیں عبور حاصل تھا، اور وہ ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان سے سن رکھا تھا۔

''اس امت میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔''

اس لیے اس عورت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی خواہش کی تھی کہ وہ نبی ﷺ میرے بطن سے پیدا ہو۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب حاملہ ہوئیں تو بیان کرتی ہیں:

Marfat.com

''میرے پاس خواب میں ایک شخص آیا، اس نے کہا:

''اے آمنہ (رضی اللہ عنہا!) تم رسول خدا ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئی جو تاجدار دو عالم ﷺ ہیں، جب وہ زمین پر قدم رنجہ فرمائیں تم یہ الفاظ کہنا:

''میں اس مولود و مسعود کو ذات واحد کی پناہ میں دیتی ہوں، تاکہ ہر حاسد کے شر سے محفوظ رہے۔''

''اور ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایام حمل میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا، جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصریٰ کے محل دکھائی دیے۔

شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، تجارت کے لیے ملک شام کی طرف گئے، اور واپسی کے وقت مدینہ میں انہوں نے قیام فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب کے حکم کے مطابق مدینہ میں کھجوروں کا سودا کر کے واپس آنا تھا۔

عبداللہؓ کا انتظار

سردار قریش حضرت عبدالمطلب، کئی روز سے اپنے چہیتے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، وہ مکہ سے باہر بے آب و گیاہ پہاڑیوں میں نظریں جمائے کھڑے رہتے اور قافلے کی آمد کے منتظر رہتے۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا، پھر نصف النہار پر آ کر رک جاتا، پھر آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھکنے لگتا، اور پھر تھکا ماندہ مغرب میں روپوش ہو جاتا۔

یہ روز کا معمول تھا، سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا رہا، مگر حضرت عبدالمطلب کے لخت جگر کا روشن چہرہ انہیں نظر نہ آتا، بڑھاپے سے بھرے چہرے پر تھکن کے آثار نمودار ہو جاتے۔ وہ جھکے جھکے، تھکے اور بوجھل قدموں سے واپسی کا سفر طے کرتے، دوسری طرف حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مکان سے باہر آتیں، اور شمال کی جانب سے آنے والے راستے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر لیتیں۔ انہیں اپنے رفیق حیات کا انتظار تھا، دیکھتے

Marfat.com

دیکھتے وہ راستہ غبار آلود ہوتا ہوا تاریکیوں میں ڈوبنے لگتا، مگر ان کے دل کی قندیل روشن نہ ہوتی، ان کا یہ معمول روز کا تھا۔

جب سردار قریش حضرت عبدالمطلب نظریں جھکائے بوجھل قدموں سے واپس آتے تو ان کے دل کی کلی بھی مرجھا جاتی، آنکھوں میں نمی تیرنے لگتی، اور پھر انتظار کا ایک نیا دن شروع ہوجاتا۔

حضرت عبدالمطلب دروازے پر آکر بہو کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے، وہ انتظار کی اس کیفیت کو سمجھ سکتے تھے، کرب کی وہ گھڑیاں گزرانا محال تھا، ان سے انتظار کی یہ شدت دیکھی نہ جارہی تھی، ان کا اپنا دل بھی تو لہولہو ہورہا تھا، آنکھوں میں نمی بہنے کے لیے مچلتی تھی، مگر وہ ضبط کے بندھن سے اسے روکے ہوئے تھے۔ اگر ضبط کا یہ بندھن ٹوٹ جاتا تو آنسوؤں کے اس طوفان میں سب کچھ بہہ جاتا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دیتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کہتے:

''بیٹی! آج بھی کوئی نہیں آیا، آج بھی کسی قافلے کے آثار دکھائی نہیں دیتے، تم حوصلہ رکھو، اللہ نے چاہا تو کل ضرور ہمارا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس ہوگا، قافلے نے راستے میں کہیں لمبا پڑاؤ ڈال لیا ہوگا۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا چند یوم سے حضرت عبدالمطلب کی ڈھارس اور امید سے بھرپور یہ باتیں سن کر خاموش ہوجاتیں۔ ان کا دل ریزہ ریزہ ہوا چاہتا تھا۔ دن گزرتے جارہے تھے، مگر قافلے کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

ایک روز سردار قریش صحن کعبہ میں اپنی مسند پر آرام فرمارہے تھے۔ ان کی آنکھ لگ گئی، انہوں نے دیکھا ایک ننھا سا درخت ہے، یہ درخت دیکھتے ہی دیکھتے بڑھتے ہوئے آسمان کو چھونے لگا ہے۔ پھر یہ درخت پھیلنے لگتا ہے۔ مشرق ومغرب پر محیط ہوجاتا ہے، اس درخت سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں ساری دنیا اس درخت کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ وہ درخت کبھی آنکھوں سے روپوش ہوجاتا ہے، اور کبھی دعوت نظارہ دیتا ہے۔

Marfat.com

پھر انہوں نے دیکھا، قریش کی ایک جماعت اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹک رہی ہے، اور قریش کی ایک دوسری جماعت اس درخت کے درپے آزار ہے۔ وہ اسے کاٹنے کے لیے دوڑتی ہے۔ اتنے میں ایک خوبرو اور شکیل جوان اس جماعت کے قریب آتا ہے اور انہیں وہاں سے بھگا دیتا ہے۔

حضرت عبدالمطلب آگے بڑھتے ہیں، اس درخت کا پھل توڑنا چاہتے ہیں تا کہ اس کا ذائقہ چکھ سکیں یہ دیکھ کر نوجوان ان سے کہتا ہے:

''اے سردار قریش! اس کا پھل آپ کے لیے نہیں، آپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، اس کا پھل تو ان کی قسمت میں ہے، جو اس درخت کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں۔''

اسی دوران حضرت عبدالمطلب کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ بیدار ہو کر اٹھ بیٹھتے ہیں، خواب کے مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ پریشانی ان کے چہرے پر ہویدا ہونے لگتی۔ وہ فوراً ایک کاہنہ کے پاس جاتے ہیں، اور اس سے اپنا خواب بیان کرتے ہیں وہ کاہنہ خواب کی تفصیل سنتی ہے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوتے ہیں، وہ غور سے حضرت عبدالمطلب کے چہرے کو دیکھنے لگتی ہے، پھر کچھ دیر سوچتی ہے اور کہتی ہے:

''اگر آپ نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے، تو یہ بڑا مبارک ہے، تمہاری نسل سے ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوگا جس کی حکمرانی مشرق و مغرب اور شمال سے جنوب تک چاروں اطراف ہوگی، مگر تم اس کو نہ دیکھ سکو گے۔''

حضرت عبدالمطلب تعبیر سن کر گھر واپس آجاتے ہیں۔

دن اپنی رفتار سے بھاگتے جاتے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتظار انہیں اور بوجھل کر دیتا ہے۔ وہ صبح سے شام تک مکہ کے باہر اپنے بیٹے کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ سورج روز ہی امید اور آس کی نئی کرن لے کر طلوع ہوتا، اور حسرت و یاس کی کرنیں لیے غروب ہو جاتا۔

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب روزانہ تھکے تھکے قدموں سے چلتے ہوئے گھر واپس لوٹ آتے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا قافلے کی آمد کی منتظر رہتیں۔ وہ سر اٹھائے مکہ کے پہاڑوں کی طرف دیکھتی رہتیں کہ شاید فاصلے کے دھندلے سے آثار نمودار ہوں۔ دور گرد اڑے اور ان کے رفیق حیات اس قافلے سے ہنستے مسکراتے نمودار ہوں۔ کبھی کبھی وہ تصور کی آنکھ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قافلے کے ساتھ شاداں و سرور کشاں کشاں آتے ہوئے دیکھتیں۔ اسی کشمکش میں دن گزرتے رہے۔ آس اور امید کے دیے ٹمٹانے لگے۔

ایک دن عبدالمطلب مکہ سے باہر پہاڑوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں دور گرد اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ ان کا دل خوشی سے جھوم اٹھا، یقیناً یہ کسی قافلے کی آمد کے آثار تھے۔ ہوسکتا ہے یہ وہی قافلہ جس میں ان کے جگر کے ٹکڑے عبداللہ آرہے ہوں۔

قافلہ قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی، وہ قافلے کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے، قافلہ قریب آگیا، یہ قریش ہی کا قافلہ تھا، مسافروں کے چہروں پر تھکن کے آثار تھے۔

حضرت عبدالمطلب کی بے چین نگاہیں، عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہی تھیں، مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اتنے میں ایک سوار اونٹ سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا، وہ حضرت عبدالمطلب کے قریب آیا، حضرت عبدالمطلب بھی بے چینی سے اس کی طرف بڑھے۔

سوار نے حضرت عبدالمطلب کو سلام کیا۔

حضرت عبدالمطلب نے بے چین ہو کر سوار سے پوچھا:

''عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟''

نوجوان نے جواب دیا:

''اے سردار! واپسی پر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہمارے ساتھ تھے، یثرب پہنچتے ہی انہیں تیز بخار نے آلیا، نقاہت کی وجہ سے وہ چل نہیں سکتے تھے۔ کمزوری بڑھ گئی، اس لیے وہ اپنے ننھیال میں رک گئے، ٹھیک ہوتے ہی آجائیں

Marfat.com

گے، آپ پریشان نہ ہوں۔"

سردار قریش عبدالمطلب سر جھکائے وہاں سے چلے آتے ہیں، دل بجھا بجھا سا ہے، وہ اپنے نور نظر کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں۔ مکان کے دروازے پر حسب معمول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سر جھکائے کھڑی ہیں۔ وہ آج پھر حضرت عبدالمطلب کو اکیلے دیکھ کر مرجھا سی جاتی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب ان کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"بیٹی قافلہ تو آ گیا ہے، مگر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نہیں آیا، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، شاید بخار نے آلیا، تم فکر نہ کرو، انشاء اللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا، پھر وہ واپس آئے گا، تم حوصلہ رکھو میں ابھی حارث کو یثرب بھیجتا ہوں، وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے گا۔"

حضرت عبدالمطلب کی باتیں سن کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پریشان ہو جاتی ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کا سن کر وہ فکر مند ہو جاتی ہیں۔

"عبداللہ بیمار ہیں، انہیں میری تیمارداری کی ضرورت ہوگی، مجھے اس وقت ان کے پاس ہونا چاہئے۔"

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگیں۔

آنکھوں میں نمی بڑھنے لگی، وہ سر جھکائے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"عبداللہ بیمار ہیں، میرے خدا میں کیا کروں، عبداللہ، عبداللہ۔"

ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، سسکیاں لبوں پر آنے کے لیے مچلنے لگیں، مگر حلق میں آ کر ہی وہ دم توڑ گئیں۔ انہوں نے ضبط کی مالا ٹوٹنے نہ دی تھی۔ صبر کا دامن مضبوطی سے تھام لیا۔

تقدیر الٰہی اپنا کام کر گئی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے، اور ایک ماہ بیمار رہ کر وفات پا گئے، آپ کی وفات سے سب کو شدید صدمہ ہوا، لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پر جو قیامت ٹوٹی اس کا اندازہ وہی کر سکتی تھیں رسول اللہ ﷺ ابھی شکم مادر

Marfat.com

میں ہی تھے کہ سایہ عاطفت سر سے اٹھا لیا گیا کہ اللہ کے محبوب ﷺ یتیم پیدا ہونے والے تھے۔

حضرت عبدالمطلب یہ سن کر غمزدہ ہوگئے، لاڈلے بیٹے کا انتقال کا صدمہ بے حد ہوا، خانہ کعبہ میں تشریف لائے، طواف شروع کیا، رات بھر بیت اللہ کا طوائف کرتے رہے۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں:

''میں نے طواف کے وقت نورانی چہرے اور ہر طرف نور ہی نور دیکھا۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''سید کائنات ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک طیب و طاہر ﷺ کا نسب شریف شرک و کفر کی آلودگی سے پاک و صاف رہا۔ جب اللہ جل جلالہ، نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو حبیب پاک ﷺ کے نور پاک کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا، اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے، جیسے آسمان پر آفتاب اور اندھیری رات میں چاند چمکتا ہے، اور ان سے یہ عہد لیا گیا:

''یہ نور پاک پشتوں سے پاک رحموں تک منتقل ہوا کرے۔''

یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے، یہ نبی پاک سیاح افلاک ﷺ کا معجزہ ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ آپ سے پہلے اور بعد میں ایک بطن سے ہمیشہ جوڑا (لڑکا، لڑکی) پیدا ہوتا رہا، اور مختلف جوڑوں میں پیدا ہونے والوں کی آپس میں شادی کر دی جاتی تھی۔ اسی نور کو پاک وطیب رکھنے کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ومحبوب ﷺ کے تمام آباؤ اجداد امہات کو شرک و کفر کی جاہلیت و آلودگی سے پاک صاف

Marfat.com

رکھا، جبکہ ایام جاہلیت میں زنا، کفر اور شرک عام عادت تھی۔"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سید الرسل ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

"جبرائیل امین سے افضل کوئی فرشتہ نہیں، اور بنو ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فخرِ انسانیت ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

"میں بنی آدم کے بہترین زمانے میں مبعوث ہوا ہوں، صدیوں پر صدیاں گزرتی چلی گئیں حتیٰ کہ میں بہترین اور عمدہ ترین زمانے میں مبعوث ہوا۔"

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا، اور اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو اور اولاد کنانہ سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو، بنی ہاشم سے مجھے شرف انتخاب بخشا اور پسندیدہ قرار دیا۔"

اسی طرح ترمذی میں بہ سند آیا ہے:

اکمل و اجمل ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھے خلقت کے سب سے بہترین گروہ میں بنایا، قبائل کو چنا تو سب سے بہترین قبیلے میں بنایا، پس میں روح ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔"

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! قریش نے ایک مجلس جمائی، اور اس میں اپنے اپنے حسب ونسب کا ذکر کیا، تو آپ سید موجودات ﷺ کو کھجور کے اس عظیم الشان درخت کی مانند قرار دیا جو ایک ویران زمین میں نمودار ہوتا ہے۔"

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا مادری، پدری سلسلہ نسب اس طرح ہے:
محمد مصطفیٰ ﷺ کے پڑدادا ہاشم تھے۔ ہاشم کے پڑدادا کلاب تھے۔
کلاب بن مرہ کے دو صاحبزادے تھے، چھوٹے کا نام قصیٰ اور بڑے کا نام زہرہ تھا۔ قصیٰ کی اولاد میں نسب مبارک کے مطابق اسماء گرامی کی تفصیل اس طرح ہے:

قصیٰ کے بیٹے عبد مناف جن کا اصل نام مغیرہ تھا۔ عبد مناف کے بیٹے ہاشم تھے، ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
یہ تھی ترتیب ان ناموں کی جن کا سلسلہ ختم المرسلین ﷺ کے والد گرامی تک پہنچتا۔

اب کلاب بن مرہ کے دوسرے بیٹے کا حال جن کی اولاد کا سلسلہ حضور ﷺ کے والد تک پہنچتا ہے۔
زہرہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، ان کا چھوٹا بھائی قصیٰ ابھی ماں کی گود میں ہی تھا کہ ان کے والد کلاب کا انتقال ہوگیا، ماں نے شام کی سرحد پر سکونت پذیر قبیلہ کے ایک شخص ربیعہ سے شادی کرلی۔ قصیٰ نے وہیں پرورش پائی، جب جوان ہوئے تو مکہ واپس آئے۔ بڑے بھائی زہرہ نے قصیٰ کی آواز کو باپ (کلاب) کی آواز سے مشابہ پاکر اپنا بھائی تسلیم کرتے ہوئے باپ کی جائیداد میں سے چھوٹے بھائی کا حصہ ادا کردیا۔
زہرہ کے دو بیٹے عبد مناف اور حارث پیدا ہوئے۔ زہرہ کی اولاد بنو زہرہ کہلائی عبد مناف کے بیٹے کا نام وہب تھا، جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔

خاندانی شرافت، پاکبازی، دینداری، صورت و سیرت سنجیدگی، مزاج اور عقل و فہم کے لحاظ سے قریشی عورتوں میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا کوئی ثانی نہیں تھا، اور نبی کامل ﷺ کی والدہ بننے کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں ان سب خوبیوں کا ہونا ضروری تھا۔
اللہ رب العزت جس کو چاہتا ہے عزت والا بنا دیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ جو شخص قابل تعریف یا قابل عزت ہوتا ہے، اسے ہی مرتبہ اور مقام ملتا ہے، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کو اللہ رب العزت نے ایک اعلیٰ اور شریف عورت کی تمام خوبیاں عطا کر رکھی تھیں۔ ان کے پورے سلسلہ نسب کو بھی عزت اور شرف سے نوازا تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد وہب بن عبد مناف قریش میں نہایت محترم شخصیت تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا گیا، جو رتبہ اور نسب کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد نسب اور شرف دونوں حیثیت سے بنوزہرہ کے سردار تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانتدار نور نبوی ﷺ بن گئی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں بتایا گیا:

''بچے کا نام احمد رکھنا۔''

آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے محمد (ﷺ) تجویز کیا۔ احمد (ﷺ) اور محمد ﷺ دونوں ہی مبارک نام حضور ﷺ کے نام ہیں۔

خواب کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوگیا تھا کہ ان کا بیٹا نہایت مبارک اور مسعود ہوگا، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بچہ گود میں لینے سے قبل حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے چند اشعار میں اس بات کا اظہار کیا تھا:

''میں اپنے بچے کو خداوند ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار دیکھوں اور یہ بھی دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نہایت صبر والی خاتون تھیں، ذرا سوچئے ایک عورت جس کا شوہر شادی سے چند ماہ بعد ہی فوت ہوجائے اس پر کیا گزرے گی، لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر چند اشعار کہے:

''ہاشم کے ایک فرزند کو موت نے پکار لگائی، اور وہ چلا گیا، وہ لواحقین کو روتا چھوڑ کر آسودۂ خواب ہوگیا، افسوس کہ موت نے اس کا نظیر بھی دنیا

Marfat.com

میں کوئی نہ چھوڑا۔ اس کے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھا کر چلے اور ازراہ محبت وہ کاندھا بدلتے ہوئے اس کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ اگرچہ موت نے اسے ہم سے دور کردیا مگر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ بہت سخی اور غریبوں کا ہمدرد تھا، موت نے اس کا وجود تو ختم کر دیا لیکن اس کے کردار کے نقوش تو نہیں مٹائے جا سکتے وہ بڑا رحمدل اور داتا تھا۔''

سبحان اللہ! یہ شان نبی ﷺ کی ماں کی ہی شان ہے کہ جس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال سے لے کر اپنے وصل تک نہایت ہمت اور صبر سے رسول خدا ﷺ کی پرورش کی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کو ساتھ لے کر مدینہ آئیں، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں کا خیال تھا کہ آپ اپنے شوہر کی قبر پر آ کر ماتم کریں گی، لیکن ایسا نہ ہوا، کیا بلند شان ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی، کہ نہ روئیں نہ ماتم کیا اور نہ ہی بین کیا۔

برداشت اور صبر خدا تعالیٰ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔

جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ایک ماہ قیام کے بعد مکہ کو واپس ہوئیں تو مقام ابواء پہنچ کر ان کا بھی جوانی میں ہی وصال ہوگیا، غالباً پیارے شوہر کی جدائی کا غم قبر کو دیکھنے سے بڑھ گیا، قلب پر چھا گیا اور اپنا کام کر گیا، اور یہ پیکر وفا و محبت زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی رحمت ﷺ اپنی تربیت میں ماں باپ کے بار صفت سے سبکدوش رہے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

محمد ﷺ کے والدین کا مرتبہ و مقام

قرآن پاک میں والدین کی خدمت اور حسن سلوک کا حکم ہوا ہے۔ اس بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''اور تمہارے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب کے ساتھ بات کرنا اور ان کے سامنے عجز و نیاز سے جھکے رہنا اور ان کے حق میں دعا کرنا کہ:

''اے پروردگار! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی ان پر اپنی رحمت فرما۔'' (سورہ بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

رسول برحق ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''وہ دونوں (ماں باپ) تیری جنت دوزخ ہیں، یعنی جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے جنت پائیں گے، اور جو ان کو ناراض رکھیں گے، وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔'' (ابن ماجہ)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟''

Marfat.com

پیغمبر صادق ﷺ نے فرمایا:

''تیری ماں۔''

''دوبارہ یہی سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیری ماں۔''

پھر پوچھا گیا تو رسول برحق ﷺ نے فرمایا:

''تیری ماں۔''

چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا:

''تیرا باپ۔''

ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہ ذلیل ہو، وہ ذلیل ہو، وہ ذلیل ہو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! کون؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ جس نے ماں باپ سے حسن سلوک نہ کیا، اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک (ماں باپ) بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ان کی خدمت کرکے جنت حاصل نہ کرلے۔''

ایک اور مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

''یا رسول اللہ ﷺ! نیکی کے کاموں میں خدا تعالیٰ کو کون سا کام پسند ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وقت پر نماز ادا کرنا۔''

اس کے بعد فرمایا:

Marfat.com

''ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آنا۔''

جس پیغمبر ﷺ نے ۲۳ سال تک والدین کا ادب کرنے کا حکم دیا، تو کیا ایسے ماں باپ جنہوں نے ایسے فرزند اقدس ﷺ کو جنم دیا، اور نبی کامل ﷺ پر تمام تر مرتبہ ختم ہوگئے، کیا ایسے ماں باپ کم مرتبہ ہو سکتے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

معراج شریف کے موقع پر رحمت اللعالمین ﷺ کو رب العالمین نے تمام جہانوں اور آسمانوں کی سیر کرائی۔ عرش بریں پر تمام پیغمبرانِ کرام علیہم السلام نے نبی پاک ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ خاتم الرسل ﷺ نے جنت اور دوزخ کا نظارہ کیا اور وہیں جنت الفردوس میں اپنے والدین سے ملاقات فرمائی۔

اولیاء اللہ کے سینہ بہ سینہ ارشادات کے مطابق اپنے والدین کو کلمہ محمدی پڑھایا، اور انہیں جنت الفردوس میں اونچے مقامات میں سے ایک مقام دیا۔

غور طلب بات ہے۔

جو نبی ﷺ دوسروں کو والدین کا ادب کرنے کا حکم دیتا ہے، دوسروں کے والدین کے لیے عزت رکھتا ہے۔ درد رکھتا ہے، تو کیا اس کے دل میں اپنے والدین کے لیے کوئی درد نہیں، کیوں نہیں، ضرور ہے، بلکہ یہ انسانی فطرت ہے، جیسا کہ معراج شریف کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کی۔

اولیاء اللہ کے درپردہ اور سربستہ ارشادات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اس وقت چار نیک صالح بیبیاں۔

حضرت حوا علیہا السلام، حضرت مریم علیہا السلام، حضرت آسیہ علیہا السلام اور حضرت زلیخا علیہا السلام روحانی طور پر وہاں حاضر تھیں، وہ کیوں آئیں یا انہیں کیوں بھیجا گیا تھا؟

دراصل رب کریم نے انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے بھیجا تھا، جن کے بطن مبارک سے خیر البشر ﷺ پیدا ہونے والے تھے۔ اس طرح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔

Marfat.com

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسی بیبیاں جنہیں قرآن مجید میں نیک صالح بیبیاں کہا گیا ہے، وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنے کے لیے تشریف لاتی ہیں، ان کے گھر کے کام کاج کرتی ہیں۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون سے چھپا کر کی۔ اس وجہ سے حضرت آسیہ علیہا السلام کو صالح بی بی قرار دیا گیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے معجزہ الٰہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوا، اور ان کو بھی قرآن مجید نے ایک صالح بی بی کہا ہے۔

حضرت زلیخا علیہا السلام کی پوری زندگی حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روتے ہوئے گزر گئی، اور جب ان کا یہ زہد قبول ہوا تو حضرت زلیخا علیہا السلام کو اس جہان میں دوبارہ جوانی ملی بلکہ اولیائی ملی۔

حضرت حواء علیہا السلام کو بھی نیک صالح بی بی کہا گیا ہے۔ ان کی عظمت اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی اور تمام نسل انسانی کی ماں ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جس بی بی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت یہ چار نیک صالح بیبیاں کرتی ہیں، تو خود ان کا اپنا مرتبہ اور مقام کتنا اونچا ہوگا۔ جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار نبی ﷺ کو جنم دیا، تو کیا وہ تمام ماؤں کی سردار نہ ہوں گی؟ یقیناً ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی کا مرتبہ و مقام، محبت والے، مدد والے، اللہ والے یا مرید ہی سمجھ سکتے ہیں، بڑوں کے مرتبے بڑے ہی جان سکتے ہیں، جیسا کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پاک نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے مرتبہ مقام کو اس طرح تسلیم کیا جس طرح کہ تسلیم کرنے حق کا ہے۔

قرآن پاک نے جن نیک صالح کاملین مرد، بیبیوں کا ذکر کیا ہے، ان کا مرتبہ و مقام ماننا پڑے گا، بن دیکھے ماننا پڑے گا، یہ ہے غیب پر ایمان۔

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

Marfat.com

''ہم دیکھیں یا نہ دیکھیں انکار کی شکل کفر کی ہے۔''

اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔

''دیکھیں گے تو مانیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کے والدین گرامی کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ انتہائی نیک صالح انسان تھے، اور پھر رسول اللہ ﷺ کے والدین ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ جتنے بھی بلند مرتبہ والدین ہوئے ہیں، ان میں رسول اللہ ﷺ کے والدین گرامی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے افعال و اعمال بارگاہ ایزدی میں سب سے زیادہ قبولیت اور منظوری والے ہیں۔

ان کا مرتبہ اور مقام بہت اونچا ہے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

خاتم النبیین ﷺ کے والدین

حضور پاک ﷺ خاتم النبیین ﷺ ہیں، اہل شریعت کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں:

''اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

یہ درست ہے، لیکن اہل طریقت، حقیقت و معرفت والے کامل پیر فقیر اور اولیاء اللہ سب یہ کہتے ہیں:

''رب تعالیٰ نے نبی ﷺ پر علم، اختیار، عقل والے تمام تر مرتبے اور مقام ختم کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کلی عقل، تمام اختیار اور سب علم عطا کر دیا، تمام اولیاء و انبیاء کا سردار بنا دیا۔''

ہمارا ایمان ہے کہ رسول برحق ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں، ان کے بعد نہ کوئی نبی آیا ہے نہ ہی آئے گا، آپ ﷺ کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبروں کو مختلف قسم کے معجزات عطا کیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزات عطا ہوئے۔

1- آپ کے پاس ایک عصا (لاٹھی) تھا، جسے آپ زمین پر پھینکتے تو یہ اژدھا بن جاتا تھا۔

2- آپ کے پاس ایک ید بیضا تھا، یعنی آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا کر جب باہر

Marfat.com

نکالتے تو وہ سورج کی روشنی سے بھی زیادہ چمکدار ہوتا۔ جسے دیکھ کر دشمن مرعوب ہو جاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی دو معجزات عطا ہوئے:

1- آپ کے ہاتھوں میں یہ خصوصیت تھی کہ لوہے کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر جس طرح چاہتے موڑ لیتے اور زرہ اور ہتھیار بنا لیتے۔

2- جب آپ خدا کا کلام (زبور) پڑھتے تو آپ کی آواز میں اتنا سوز ہوتا تھا کہ تمام سننے والے انسان تو کیا حیوان تک بے خود ہو جاتے تھے۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی دو معجزات عطا ہوئے۔

1- آپ پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھ لیتے تھے۔

2- آپ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دو معجزات عطا ہوئے۔

1- آپ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو دم کرتے تو اسے اسی وقت شفا ہو جاتی تھی۔

2- مٹی کا پرندہ بنا کر اسے پھونک مارتے وہ زندہ ہو کر اڑ جاتا تھا۔

اسی طرح بہت سے پیغمبروں کو خاص طور پر جن کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے۔ معجزات عطا ہوتے رہے۔ انہیں خاص کاموں کا علم ملتا رہا۔ اختیار ملتا رہا، لیکن خاتم النبیین ﷺ کو تمام پیغمبروں کے علم سے زیادہ علم حاصل ہے۔ یعنی اللہ رب العزت نے جس قدر علم اپنے پیغمبروں کو عطا کیا، رسول برحق ﷺ اس علم سے کہیں زیادہ علم کے مالک ہیں۔ اس لیے نبی آخر الزماں ﷺ پر تمام مرتبے، مقام، اختیار اور علم ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت ہی بڑا مرتبہ اور مقام ہے۔

سید الصادقین ﷺ کا مرتبہ اور مقام اس بات سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس شے یا شخص کا تعلق کسی طرح بھی صاحب قرآن ﷺ سے ہوا، اس چیز یا شخص کا مرتبہ اور مقام بھی بلند تر ہوتا چلا گیا، اور قیامت تک کے لیے منفرد، بے مثال اور لازوال ہو گیا۔

Marfat.com

مثلاً خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی خواہش کو ہمیشہ کے لیے قبلہ بنا دیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کہا، اور وہ واقعی اللہ کی تلوار ثابت ہوئے، زوجین محرمات رضی اللہ عنہن کو ام المومنین رضی اللہ عنہن قرار دے دیا گیا۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولاد، امت یہاں تک کہ خاتم المرسلین ﷺ کے والدین گرامی بھی رسول مقبول ﷺ کی عظمت سے منسلک ہو کر عام انسانیت سے نہایت عظیم ہو گئے کہ جن کا رہتی دنیا تک کوئی ثانی نہ ہوگا۔

اب نبی ﷺ کا اختیار دیکھیں، ان کے صدقے، ان کے طفیل کیا کچھ نہیں ہوا۔

قرآن پاک کو خاتم الکتاب کہا گیا۔ خاتم الکتاب یعنی ایسی کتاب جو سب کتابوں سے افضل ہے۔ جس میں کوئی چیز ادھوری نہیں چھوڑی گئی اور تا قیامت مکمل رہے گی۔

سید المرسلین ﷺ کے طفیل آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاتم الصحابہ کرام ٹھہرایا گیا۔

پہلے پیغمبروں سے بڑھ کر رسول برحق ﷺ کے ساتھیوں کو مرتبے اور مقام ملے۔ اس لیے خاتم الصحابہ کرامؓ کہلائے، اور خاتم المرسلین ﷺ کی اولاد خاتم اولاد کہلائی یعنی سب سے بہتر اولاد۔

شافع محشر ﷺ کی امت میں ہونے والے اولیاء اللہ کو خاتم الاولیاء کہا گیا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے صدقے امت محمدی خاتم الامت کہلائی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے امت بھی کوئی نہ ہوگی۔

امت محمدی پہلی امتوں سے افضل ہے۔ جس کی گواہی رسول برحق ﷺ سے پہلے آنے والے پیغمبروں نے بھی دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''محمد ﷺ کی امت میں جو اولیاء اللہ ہوں گے، ان کی مائیں میری ماں سے افضل ہوں گی۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

Marfat.com

''یا الٰہی! مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت میں سب سے پہلا مسلمان قبول کر۔''

خود رسول عادل ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

''جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں۔ ان سے بلند مرتبہ میری امت کے اولیاء اللہ ہوں گے۔''

ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ امت محمدی سب سے بہتر اور خاتم الامت ہے۔

جس نبی ﷺ کے امتی کا یہ حال ہو کہ اس کا مقام بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے بلند ہو، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے بلند مرتبہ پیغمبر جنہیں اللہ کے آخری رسول ﷺ کے جدا اعلیٰ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اپنے لیے دعا کر رہے ہیں:

''اے پروردگار عالم! میں ختم الرسول ﷺ کی امت میں مسلمان قبول کیا جاؤں۔''

ذرا سوچیے اس نبی برحق صادق، مصدوق ﷺ کے والدین کے مقام اور مرتبہ کا کیا عالم ہوگا۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں خاتم النبیین ﷺ کے ماں باپ ہی خاتم الوالدین ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جیسے سب سے بہتر اور بلند مرتبہ والدین نہ پہلے کبھی ہوئے نہ قیامت تک ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے، اور آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اگر نبی محسن ﷺ کے والدین زندہ ہوتے تو کیا والی دو جہاں ﷺ ان کی تعظیم کے لیے اٹھ کر کھڑے نہ ہوتے، ضرور ہوتے۔ کیونکہ خاتم النبیین ﷺ نے تمام عمر والدین کی عزت اور تعظیم کرنے کی تلقین کی۔

روز محشر سب اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے، تو صاحب معراج ﷺ

Marfat.com

کے والدین بھی تشریف لائیں گے۔ اس وقت کیا نبی حامد ﷺ اپنے والدین کے ادب میں اٹھ کھڑے نہ ہو جائیں گے، یقیناً ایسا ہی ہو گا اور جب شافع محشر ﷺ اٹھ کر کھڑے ہوں گے تو تمام کائنات رسول برحق ﷺ کی تعظیم میں، ان کی تقلید میں ان کے والدین کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑی ہوگی۔

سبحان اللہ ایسے بلند مرتبہ والدین۔

وہ مسلمان جو تمام پیغمبروں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں، ان میں عاجزی اور بزرگوں کا ادب و احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ وہ تو خاتم الوالدین کا مرتبہ اور مقام تسلیم کرتے ہی ہیں، لیکن تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کے اعلیٰ مرتبہ اور مقام کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کریں، اور ان کا جس قدر بھی ہو سکے، ادب و احترام کریں۔ یہ سب کے لیے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے ہر شخص پر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب ﷺ کے صدقے اور طفیل اپنے بندوں کو جو مرتبے اور مقام عطا کیے ہیں، ان سب کو بلا کم و کاست تسلیم کر لے، انہیں نبی آخر الزمان ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خاتم الوالدین ہونے کا مرتبہ بھی ماننا پڑے گا۔

مریدوں پر جو مشکلات آتی ہیں اسے زہد کہتے ہیں زہد میں صبر کے ساتھ گزرنا نیکی بن جاتا ہے اور یہی زہد قرب الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

اس طرح حضرت حوا علیہا السلام، حضرت مریم علیہا السلام، حضرت آسیہ علیہا السلام اور حضرت زلیخا علیہا السلام کو اپنی دنیاوی زندگی میں جس زہد سے گزرنا پڑا، قرب الٰہی، منظوری اور قبولیت کے لیے ان کے روحانی مقام میں کچھ کمی رکھی گئی تھی، ان چاروں کی یہ کمی رسول طیب ﷺ کی ولادت مبارک کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھریلو کام سرانجام دینے سے پوری ہوئی۔

گھریلو کام کرنا کوئی مشکل یا زہد نہیں تھا، بلکہ ان کاموں کو سرانجام دینے کا اعزاز اور انعام یا مقام اس لیے تھا کہ جس ہستی کی خدمت کے لیے انہوں نے کام کیے، اس ہستی کا مرتبہ بہت عظیم ہے، اور اس ہستی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے طفیل ان نیک صالح

Marfat.com

بیبیوں کا باطنی فیض مکمل ہوا، اب ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ روحانی مقام میں کمی کیوں رکھی گئی تھی اس لیے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مرتبہ و مقام کی برتری کو اہمیت حاصل ہے۔

اللہ رب العزت جس کی چاہتا ہے، اس کی منظوری فرماتا ہے، جتنا اسے علم ہے ہمیں نہیں ہوسکتا۔ یہ نیک صالح چاروں بیبیاں جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی ہیں، دراصل خدمت کرنے کے عوض ہی ان کے روحانی مقام کی منظوری بھی ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے جس ہستی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ان چاروں بیبیوں کی قبولیت اور منظوری کی، ہمیں بھی اس ہستی کا مرتبہ اور مقام تسلیم کرنا چاہیے، ورنہ اس کی بارگاہ میں ہماری کوئی نیکی قبول یا منظور نہ ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک کا سب اقرار کرتے ہیں، لہٰذا نور مبارک خدا کے نیک صالح بندوں میں ہی ظہور پذیر ہوتا آیا ہے، اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سب قبولیت اور منظوری والے ہیں۔

اس طرح جب یہ مبارک نور سید الامم ﷺ کے والدین کو منتقل ہوا تو ان کا مرتبہ اور مقام عام والدین کی طرح کس طرح ہوسکتا ہے، یقیناً نسل انسانی کے تمام والدین سے ان کا مرتبہ و مقام انتہائی بلند ہے۔ ہم سب کے لیے وہ قابلِ احترام ہستیاں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا سب سے اونچا مقام ہے، اسی سے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہونا چاہیے، انہیں دائمی سکون اور چین حاصل ہے۔

یہ سب کے سب ازلی فیصلے ہیں، ہمارے یا آپ کے نہیں، مالک کائنات کے فیصلے ہیں، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

''وہ جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے۔''

جسے اللہ رب العزت پسند کرتا ہے، اسے ہی مرتبہ اور مقام ملتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ جو مرتبے اور مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو عنایت ہوئے ہیں انہیں تسلیم کرلے، اور یہی رضائے الٰہی حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا انتخاب

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالیشان ہے:
''میں کئی صدیوں بعد، بنو آدم کے بہترین قرون میں بھیجا گیا ہوں، حتیٰ کہ وہ قرن آ گیا جس میں میں پیدا ہوں ہوں۔''
صحیح مسلم میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم، اور ان سے مجھ کو منتخب کیا ہے۔''
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، تو مجھے بہترین مخلوق اور فریقین میں سے بہتر فریق میں پیدا کیا، پھر قبائل کا انتخاب کیا، تو مجھے بہترین خاندان میں بھیجا، اس لیے میں بلحاظ نفس اور بلحاظ خاندان سب انسانوں سے بہتر ہوں۔''
اس حدیث کو ترمذی نے ذکر کیا ہے، اور اس کو حسن کہا ہے۔
طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو چنا تو ان میں بنو آدم کو پسند فرمایا، پھر بنو آدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند فرمایا، پس میں ہمیشہ سے پسندیدہ لوگوں سے پیدا ہوا ہوں، خبردار! جس نے عربوں سے محبت کی، انہوں نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھے سے بغض رکھنے کی بنا پر اس سے بغض رکھا۔''

آپ ﷺ کے والدین

آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہے، اور آپ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں، عبداللہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین اور سب سے عفیف تھے۔ ان کے والد ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔

اکثر مورخین کا خیال ہے:

''وہ حضور ﷺ کی حمل کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔''

بعض کہتے ہیں:

''وہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے دو ماہ بعد فوت ہوئے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکہ میں پانچ اونٹ، ایک حبشی کنیز چھوڑی، جس کا نام برکتہ اور کنیت ام ایمن تھی، اور بچپن میں یہی آپ ﷺ کی دایہ تھیں، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ (رضی اللہ عنہا) بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہے۔

حضرت عبداللہؓ کی سرگزشت

رسول اللہ ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا، اور مکہ کے قبائل دس مختلف قبائل میں تقسیم تھے۔

قریش کا ہر قبیلہ اپنے داخلی معاملات میں خود مختار ہوتا تھا، اور دوسرے ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔

Marfat.com

قریش کے دس قبائل میں سے ایک کا نام تھا ''ہاشم'' رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب اس قبیلے کے سربراہ تھے، اور وہ مکہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔

ان دونوں مکہ کی سرزمین کا رقبہ تقریباً دو سو مربع کلومیٹر تھا، اور اس وسیع خطہ میں ایک درخت بھی دکھائی نہ دیتا تھا، مکہ کے رہنے والے دو طریقوں سے اپنی معاشی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ایک تجارت دوسرے مویشی، خاص طور پر اونٹوں کی پرورش کے ذریعے سے۔

نہ صرف قریش کے دس قبائل بلکہ دیگر عرب قبائل میں بھی شتر یعنی اونٹ کی اہمیت معاشی لحاظ سے ہی قابل ذکر نہیں، بلکہ کسی کے ہاں اونٹ کا ہونا خاندانی اعزاز اور طبقات برتری کی علامت بھی تصور کیا جاتا تھا۔

ایک بدوی عرب (بیابان یا صحرا میں رہنے والا) جب تک اونٹ کی پرورش یا دیکھ بھال کو اپنا پیشہ بنائے رکھتا، تو اس دور کے معاشرے میں اسے ایک اعلیٰ اور معزز طبقے کے فرد کی حیثیت حاصل ہوتی تھی، اور اگر وہ بھیڑ بکریاں پالنے کا مشغلہ اپنا لیتا تو وہ اپنی برتری کھو بیٹھتا، اور ایک درمیانے طبقہ کے فرد میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

ایک عرب ریگستان میں زندگی بسر کرتا، اونٹوں کی پرورش کرتا اور ایک خاص قبیلے سے منسوب ہوتا تھا، عرب قوم میں انفرادی زندگی بسر کرنے کا سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں تھا۔

جس طرح ایک ایٹم اکیلا نہیں رہ سکتا، اور وہ مجبور ہے کہ دوسرے ایٹموں کے ساتھ مل کر ایک مالیکیول کی شکل اختیار کرے، تاکہ اپنے وجود کو برقرار رکھ سکے، اس طرح اس زمانے میں ایک عرب بھی صرف اور صرف اپنے قبیلے کے ساتھ وابستہ رہ کر ہی اپنی شناخت کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

اگر کوئی قتل واقع ہو جاتا تو مقتول کا قبیلہ قاتل سے قصاص لینے کے بجائے اس کے تمام قبیلے سے انتقام لیتا تھا۔

اگرچہ قبیلے کے سربراہ کی حیثیت ایک بادشاہ جیسی ہوتی تھی، یعنی اسے تمام

Marfat.com

اختیارات حاصل تھے، لیکن اس کے باوجود اس کے پاس بھی اونٹ کے سوا شان و شوکت والی کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی تھی۔

عبدالمطلب جو ہاشمی خاندان کے سربراہ تھے، اور رسول اللہ ﷺ کا تعلق بھی اس قبیلہ سے تھا، انہوں نے خدا سے اولاد کی دعا مانگی، اور یہ نذر بھی کی:

''اگر خدا نے مجھے دس بیٹے عطا کیے تو میں اپنے دسویں بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کردوں گا۔''

اللہ رب العزت نے ان کی خواہش کی تکمیل کی اور ان کے ہاں دس بیٹوں نے جنم لیا، اور ان کا آخری فرزند جن کا نام عبداللہؓ تھا، عبدالمطلب کے دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ خوبرو اور حسین تھے۔

عبدالمطلب اپنے دسویں بیٹے کی پیدائش کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سن بلوغ تک پہنچنے کا انتظار کرنے لگے، کیونکہ قربانی کی ایک شرط یہ تھی کہ وہ لڑکا بالغ ہوجائے، اور اس وقت عبدالمطلب خود اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلا کر قربانی کا فریضہ انجام دیں۔ جیسے جیسے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بڑے ہونے لگے، ان کی خوبصورتی اور وجاہت میں اضافہ ہوتا گیا۔

بہرحال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بالغ ہو جانے کے بعد ان کے والد نے اپنے عہد کو پورا کرنے کا فیصلہ کرلیا، جزیرۃ العرب کے باشندے چاہے ان کا تعلق قبیلہ قریش سے ہوتا یا دوسرے قبائل سے، اپنے عہد کا پاس رکھتے تھے، اور جب بھی ادھار لیتے تو اپنا قرض مقررہ وقت پر ادا کرتے، اور اگر کوئی وعدہ کرتے تو اس معینہ وقت پر پورا کرتے تھے۔ ایک بدوی شخص جیسا سوچتا اسی کو زبان پر لاتا، اور اس کی سوچ اور کلام میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا، اسی لیے عبدالمطلب اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اپنے عہد کو پورا کریں، خاص طور پر اپنے لیے بھی کہ وہ ایک ''حنیف'' تصور کیے جاتے تھے اور حنیف اسے کہا جاتا تھا، جو سچے خدا اور آسمان و زمین کے حقیقی خالق کی تلاش میں ہو۔

اس وقت مکہ میں چند لوگ، تاریخ میں جن کا نام ثبت ہے، ایسے تھے جن کا شمار

Marfat.com

حنفیوں میں ہوتا تھا، اور عبدالمطلب ان میں سے ایک تھے۔

عبدالمطلب اگرچہ حنیف تھے، تاہم اپنے آباؤ اجداد کے خداؤں کا انکار نہ کرتے اوران میں سے کچھ کو بادیدہ احترام بھی دیکھتے تھے۔

عبدالمطلب اگرچہ یہ جانتے تھے کہ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو قربان کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں، تاہم انہوں نے دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہا:

''وہ خدا جس کی تلاش میری زندگی کا نصب العین ہے، وہ بہت عظیم اور بے نیاز ہے اور میں جو اس کا بندہ ہوں، جب یہ دیکھتا ہوں کہ میرا مقروض اپنا قرض ادا کرنے کے قابل نہیں تو اپنی طلب سے چشم پوشی کر لیتا ہوں، تو کیا وہ خدا جس نے اس زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے وہ اپنے ایک ادنیٰ بندے کے قرض سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔''

لیکن عبدالمطلب یہ کیسے جان سکتے تھے کہ خدا ان کی قربانی میں چھوٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس بات کی وضاحت کے لیے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کسی ''عارف'' یعنی ایسے شخص سے مدد لی جائے جسے آسمانی رموز سے واقفیت حاصل ہو۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

''ان دنوں یثرب (مدینہ) میں ایک عارف رہتا تھا، جو آسمانی احکامات اور اشاروں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، عبدالمطلب ایک اونٹ پر سوار ہو کر یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہوگئے، انہوں نے اس لحاظ سے اونٹنی کا انتخاب نہیں کیا، کہ عربوں کے نزدیک اونٹنی ایک باتحمل اور گراں قدر قیمت جانور تصور کی جاتی تھی، وہ اسے صرف اونٹوں کی دوڑ میں حصہ لینے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس زمانے میں سفید اونٹنی کی قیمت بہت زیادہ ہوا کرتی تھی۔''

عبدالمطلب اونٹ پر سوار ہوگئے اور دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد یثرب (مدینہ) پہنچے، اور بلا توقف مذکورہ عارف کے ہاں حاضر ہوگئے،

Marfat.com

اور اس کے سامنے اپنا مدعا پیش کر دیا۔

عارف نے آسمان کے ستاروں پر نظر ڈالنے کے بعد کہا:

''وہ خدا جس سے تو نے دس بیٹوں کی آرزو کی تھی، وہ اس شرط پر تیرے دسویں بیٹے کے خون سے چشم پوشی کرنے پر رضا مند ہے کہ تو اس کا خون بہا (دیہ) ادا کرے۔''

جزیرۃ العرب میں انسانی خون کی قیمت اونٹ کی شکل میں ادا کی جاتی تھی۔ لہٰذا عبدالمطلب نے عارف سے پوچھا:

''اگر میں دس اونٹ دیہ کے طور پر ادا کروں تو کیا خدا راضی ہو جائے گا۔''

عارف نے دوبارہ آسمان کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

عبدالمطلب نے رفتہ رفتہ اونٹوں کی تعداد ایک سو تک بڑھا دی تو اس وقت عارف نے کہا:

''خدا نے تیرے دیہ کو قبول کر لیا ہے۔''

اس کے بعد عبدالمطلب مکہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کی جگہ خدا کی راہ میں ایک سو اونٹوں کی قربانی دے دی۔

برسوں بعد جب عبداللہ کے اکلوتے بیٹے محمد ﷺ پیغمبروں کے عہدے پر فائز ہوئے اور ان پر قرآن نازل ہوا، تو خدا نے انسانی قتل کے خون بہا یعنی ''دیہ'' کے لیے ایک سو اونٹ مقرر کیے، لیکن اس شرط پر کہ وہ قتل جان بوجھ کر کسی قبائلی منصوبے کے تحت واقع نہ ہوا ہو۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جان خدا کی طرف سے بخش دی گئی، اور ان کی بجائے ایک سو اونٹوں کی قربانی دے دی گئی، تو کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازدواجی بندھن باندھا، اور حضرت محمد ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے، لیکن اس سے پہلے کہ آپ ﷺ آنکھیں کھولیں، آپ ﷺ کے

Marfat.com

والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔

حسب اختلاف مورخین، آپ ﷺ ربیع الاول کی ۹ یا دس تاریخ یا ۱۱ تاریخ کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔

بیہقی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے، ان کے نزدیک آپ ﷺ کا بہت بڑا مرتبہ تھا، وہ کہتے تھے کہ آئندہ چل کر اس بچے کی شان بہت بلند ہوگی۔''

بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے:

''جس رات آپ ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ کسریٰ کا محل لرز گیا، اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، فارس کی آگ مسلسل ایک ہزار سال سے جل رہی تھی بجھ گئی، اور بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا۔''

چودہ کنگرے گرنے سے اس طرف اشارہ تھا کہ اس خاندان سے کنگروں کی تعداد کے مطابق چودہ مرد اور عورتیں بادشاہ ہوں گی، چنانچہ چار سال کے عرصے میں ان کے دس بادشاہ ہو گزرے تھے، اور باقی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک پورے ہو گئے۔

امام احمد، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں خاتم النبیین (ﷺ) لکھا ہوا تھا، جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک گندھی ہوئی مٹی کی صورت میں پڑے ہوئے تھے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔

انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے، جس سے شام کے

Marfat.com

محل چمک اٹھے ہیں!

حضرت میسرہ ضبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کب نبی ہوئے تھے، اور آپ ﷺ کب نبی لکھے گئے تھے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

ابن سعد روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے فرمایا:

''جب آپ (ﷺ) پیدا ہوئے، اس وقت مجھ سے ایک نور نکلا، جس سے شام کے محل جگمگانے لگے، آپ (ﷺ) صاف ستھرے پیدا ہوئے، آپ (ﷺ) کے جسم پر میل کچیل مطلق نہیں تھا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

''آپ ﷺ جب پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی
اور آپ ﷺ کے نور سے کنارے روشن ہو گئے
اور ہم نور سے متمتع ہیں، اور اس کی رشنی میں ہدایت کے راستے ہموار کیے جاتے ہیں۔''

مذکور ہے:

''آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت اس نور کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے نور نبوت سے اہل زمین ہدایت پائیں گے، اور اس کے ساتھ شرک کی ظلمت دور ہوگی۔''

جس طرح قرآن حکیم میں آیا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

Marfat.com

سُبُلَ السَّلٰمِ۔ (سورۃ المائدہ:۱۵،۱۶)

یہاں نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے، جیسے سورہ النساء میں قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًاo

(سورہ النساء:۱۷۴)

اسی طرح سورہ تغابن میں ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا۔ (سورہ تغابن:۸)

اسی طرح سورہ تغابن میں ہے:

فامنوا باللّٰہ و رسولہ والنورَ الذی انزلنا الایۃ۔ (سورۃ التغابن:۸)

سورہ المائدہ ۱۵ میں بھی ابتداً یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا کے الفاظ سے آپ ﷺ کا الگ ذکر ہو چکا۔ اس کے بعد قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ کے الفاظ ذکر فرما کر قرآن مجید کی خبر دی گئی ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں:

''نور سے مراد قرآن مجید ہے۔''

اور اگر اس سے رسول اللہ ﷺ بھی مراد لیے جائیں، تو جیسے قرآن مجید سے کفر و شرک کی ظلمت دور ہوئی، ویسے ہی آپ ﷺ کے نور نبوت سے اس کا سامان ہوا، تاہم اس سے آپ ﷺ کی بشریت نفی نہیں ہوگی، جیسا کہ بعض لوگ آپ ﷺ کو بشر کہنا سوء ادبی خیال کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے نور سے بصریٰ کے روشن ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا نور نبوت خاص طور پر شام میں پھیلے گا، کیونکہ وہ آپ ﷺ کا دارالسلطنت ہوگا، جیسا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔

پہلی کتب میں مذکور ہے:

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، مقام ہجرت

Marfat.com

یثرب (مدینہ) ہوگا اور دارالحکومت ملک شام ہوگا۔''

اور آپ ﷺ کے شام میں بیت المقدس کی طرف اسراء میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہیں اتریں گے، اور محشر کا میدان بھی یہی سرزمین ہوگی۔

ابولہب اور ثویبہ

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری ثویبہ نے ابولہب کو پہنچائی، تو اس نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا، ان ثویبہ نے ہی آپ ﷺ کو پہلے پہل دودھ پلایا۔

کسی نے ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا:

''تمہارا کیا حال ہے؟''

ابولہب بولا:

'جہنم میں ہوں، ہاں! پیر کے دن میرے عذاب میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، اور دونوں انگلیوں کے درمیان سے کچھ پانی چوستا ہوں۔''

اور اس نے اپنی انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر میرا ثویبہ کو آزاد کرنا ہے، اور اس آپ ﷺ کو دودھ پلانا ہے۔''

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

''جب ابولہب کافر کا، جس کی قرآن نے مذمت بیان کی ہے، آپ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کی وجہ سے یہ حال ہے، تو آپ ﷺ کی امت کے اس موحد مسلمان کا کیا کہنا، جو آپ ﷺ کی ولادت پر مسرور اور خوش ہے۔''

اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

Marfat.com

ثویبہ، ابولہب کی لونڈی تھیں، انہیں ابولہب نے آزاد کردیا، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مرگیا، تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا، اور پوچھا:

''تجھ سے کیا معاملہ کیا گیا؟''

ابولہب نے جواب دیا:

''جب سے تم سے جدا ہوا ہوں، سخت عذاب میں مبتلا ہوں، ہاں ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہوں!''

یہاں یہ عبارت اس لیے نقل کی گئی ہے کہ بعض لوگ صحیح بخاری میں اس واقعہ کے حوالہ سے اپنی مروجہ ''عید میلاد النبی'' پر استدلال کرتے ہیں، جو بوجوہ باطل ہے۔

چنانچہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

1- یہ عروہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان! کہ جس کی بنا پر اس کا تعلق سنت سے جوڑا جاسکے۔

2- قرآن مجید میں نص موجود ہے کہ مشرک کے تمام اعمال باطل ہیں، لہٰذا یہ واقعہ قرآن کی نص میں صریح کے خلاف ہے۔

3- پھر یہ واقعہ بھی خواب کا واقعہ ہے، صحیح بخاری میں اس کا مذکور ہونا اس بات پر سند تو ہوسکتا ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا اسے بیان کرنا درست ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خواب واقعۃً سچا خواب تھا، کہ جس پر عقیدہ وعمل کی بنیاد رکھی جاسکے! ویسے بھی شریعت کتاب وسنت ہیں، اس کا دارومدار خوابوں پر نہیں ہے۔

رہی بات رسول اللہ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری پر مسرور اور خوش ہونے کی، تو کون مسلمان اس پر خوش نہ ہوگا، تاہم شریعت مطہرہ، کامل واکمل ﷺ نے خوشی اور غمی کے مواقع، اور پھر ان کا طریقہ اظہار کی نشاندہی بھی کردی ہے۔ جبکہ عید میلاد النبی کا ثبوت نہ تو خود رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے، نہ خلفائے راشدینؓ اور نہ ان کے

Marfat.com

علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تابعینؒ سے، نہ تبع تابعینؒ سے! بلکہ یہ ساتویں صدی ہجری کی پیداوار ہے۔

ہمارے ہاں فی زمانہ جس طریق پر عید میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے یہ ہمارے لیے باعث شرم ہے، کہ اونچی آواز میں ٹیپ ریکارڈر پر گانے لگا دیے جاتے ہیں، نوجوان ان پر دھمال اور بھنگڑہ ڈالتے ہیں، شور وغل مچاتے ہیں، گلی محلوں میں پہاڑیوں کی آرائش کی جاتی ہے۔ ذرا سوچیئے ان سب باتوں کا عید میلاد النبی ﷺ سے کیا تعلق ہے۔ چاہیے تو یہ کہ اس روز خوب اور خوب رسول اللہ ﷺ کی ثناء بیان کی جائے، آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے، تلاوت قرآن پاک کی جائے، آپ ﷺ کی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے، غریبوں اور محتاجوں اور فقراء میں صدقہ و خیرات کیا جائے، اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کا عزم صمیم کیا جائے مگر ہم کیا کرتے ہیں، ذرا غور کریں، غیر مسلم ہماری ان حرکات کو دیکھ کر کیا سوچتے ہوں گے، اس طرح تو ہم رسول اللہ ﷺ کی شان بڑھانے کے بجائے نعوذ باللہ ان کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں چاہیے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی خوشی شریعت کے مطابق حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی شایانِ شان طریقے سے منائیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

قبائلِ عرب سے آپ ﷺ کا تعلق

اللہ کے آخری رسول ﷺ کی تخلیق تو اس وقت ہوئی تھی، جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ آپ ﷺ ہی وہ ہستی تھے، جن کے لیے اللہ رب العزت نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا تھا، اگر آپ ﷺ کے وجود پاک نے اس دنیا میں نہ آنا ہوتا تو اللہ جل شانہ کبھی اس دنیا کو تخلیق نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے صدقے یہ دنیا تخلیق ہوئی، سب سے پہلے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کا نور مبارک تخلیق فرمایا۔

یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی بہت پہلے کا ہے، لیکن آقائے دو جہان ﷺ کی تشریف آوری سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہوئی۔ یہ عام الفیل کا سال تھا، جس سال ابرہہ نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے عزم کے ساتھ حملہ کیا تھا، اسی سال رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا۔ بعض لوگ اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پچپن دن پہلے بتاتے ہیں بعض اس واقعہ میں دنوں کی کمی بیشی کے قائل ہیں، لیکن اس بات پر سب ہی متفق ہیں کہ سال وہی تھا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ حادثہ فیل کے سال مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، جو اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ورنہ ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کرنے والے اہل کتاب تھے، اور ان کا دین اہل مکہ کے دین سے بہر حال بہتر تھا، کیونکہ اہل مکہ نے بت پرستی کو اپنا دین بنالیا تھا۔ پھر بھی اللہ رب العزت نے ان کی اس طرح نصرت فرمائی، کہ اس میں انسانی فعل کا کوئی دخل نہیں تھا،

Marfat.com

یہ سب کچھ پردہ غیب سے نبی برحق ﷺ (جو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے) ان کے اکرام اور بلدِ حرام کی تعظیم کے لیے ظہور پذیر ہوا۔

آپ ﷺ پیر کے دن ۹ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، اس قول کو پسند کیا گیا ہے؟ بعض نے آپ ﷺ کی تاریخ دس اور بعض نے ۱۲ ربیع الاول بتائی ہے اور آپ ﷺ ربیع الاول کے کچھ دن گزرنے کے بعد شرف نبوت سے مشرف ہوئے، ۹ ربیع الاول آپ ﷺ کے وصال کا دن ہوا۔

آپ ﷺ کے ساتھ عبدالمطلب میں ابو طالب کے بیٹوں علی رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عقیل رضی اللہ عنہ نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حارث اور ابولہب کی اولاد آکر ملتی ہے۔

عبد مناف میں امیہ، عبدالشمس، مطلب اور نوفل کی اولاد آپ ﷺ سے آکر ملتی ہے اور قصیٰ میں آپ ﷺ کے ساتھ عبدالعزیٰ اور عبدالدار کی اولاد جمع ہوتی ہے، اور نضر بن حارث قبیلہ عبدالدار سے تعلق رکھتا ہے، اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ورقہ بن نوفل، قبیلہ عبدالدار کے مشاہیر نامدار ہیں۔

کلاب میں آپ ﷺ کے ساتھ زہرہ بن کلاب کی اولاد جمع ہوتی ہے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

لویَ بن غالب میں آپ ﷺ کے ساتھ بنو عامر ملتے ہیں۔ مشہور شہسوار عرب، عمرو بن عبدود جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، اور سہیل بن عمرو اسی قبیلے کے فرد ہیں۔

آپ ﷺ کے ساتھ غالب میں بنو تمیم ادرم جمع ہوتے ہیں، اور ادرم کا معنی ناقص ہے، اور فہر میں آپ ﷺ کے ساتھ فہر کے دونوں بیٹوں محارب اور حارث کی اولاد جمع ہوتی ہے۔

بنو حارث کی ایک شاخ بنو الخلج ہے، اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلے سے ہے، اور یہ فہر ہی سب قریش کا باپ ہے، اسی لیے جو شخص فہر کی اولاد سے

Marfat.com

ہے، وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد سے نہیں، وہ قریشی نہیں۔

کنانہ میں وہ تمام قبائل آپ ﷺ سے آکر ملتے ہیں جو کنانہ کی طرف منسوب ہیں جیسے کنانہ کے بیٹوں، عبدمناۃ، ملکان، ملک، عمرو اور عامر کی اولاد، بنو عبد مناف سے بنو بکر ہیں، اور بنو بکر سے بنو الدیل، ابو الاسود دوئلی کی جماعت، بنو مدلج، بنولیث اور بنو ضمرہ ہیں، ابو بنو حارث سے احابیش ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ قریش ہے، مگر یہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ فہر بن مالک قریش ہے، اور بنو اسد اور قارہ آپ ﷺ سے خزیمہ میں جمع ہوتے ہیں، اور یہی ہون بن خزیمہ کہلاتے ہیں، ہون کی فرع عفل ہے، اس قبیلے کا باپ عفل بن ہون ہے اور ان ہی سے قبیلہ دیش پھوٹتا ہے، جو عفل کا بھائی ہے، ان دونوں قبائل کو ملا کر قارہ کہا جاتا ہے۔

اور مدرکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بنو ہذیل ملتے ہیں، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے ایک ممتاز فرد ہیں، اور بنو تمیم بن مر بن ادبن طانجہ، آپ ﷺ کے ساتھ الیاس میں ملتے ہیں، اسی طرح بنو ضبہ بن اد، رباب اور مزینہ بھی الیاس میں ملتے ہیں، مزینہ دراصل عمرو بن اد ہے، یہ اپنی والدہ مزینہ بن کلب بن دبرہ کے نام پر مزینہ کہلاتے ہیں۔

آپ ﷺ کے ساتھ بنو قیس عیلان، مضر میں جمع ہوتے ہیں، عیلان کا تلفظ نقطہ عین کے بغیر کیا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں عیلان، قیس کے گھوڑے کا نام ہے۔

اللہ رب العزت نے قیس کو بڑی کثرت سے مال و دولت عطا فرمائی تھی۔ نسب غطفان کے قبائل، سب ہوازن کے قبائل، اور سلیم اور مازن اسی کی اولاد ہیں، بنو سعد بن بکر، بنو کلاب، بنو کعب، بنو جشم، قبیلہ ہوازن کی فروع ہیں۔ مشہور سردار درید بن صمد جشم کے ذیلی قبیلے غزیہ سے تعلق رکھتا ہے بنو کعب بن ربیعہ، بنو ہلال، بنو نمیر، بنو جعدہ، بنو قشیر، بنو عقیل، سب قیس عیلان کی شاخیں، بنو منتفق اور بنو خفاجہ، بنو عقیل بن کعب کی ذیلی شاخیں ہیں بنو سلول اور بنو ثقیف بھی ہوازن کے قبائل ہیں، مذکورہ بالا قبائل کے

Marfat.com

علاوہ بنوعبس اور بنو دبیان بھی قیس عیلان سے تعلق رکھتے ہیں، بنو فزارہ، عدوان اور باہلہ، دبیان کے ذیلی قبائل ہیں، رعل، ذکوان، عصیہ اور ذعب بن مالک، بنو سلیم کی شاخیں ہیں، کہا جاتا ہے کہ ثقیف، ایاد سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قوم ثمود کے باقی ماندہ لوگ ہیں، مشہور شاعر نابغہ بنو ذبیان میں سے ہے۔

نزار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنو ربیعہ مل جاتے ہیں، آگے اس سے بنو اسد اور بنو ضبیعہ کے قبائل ہیں، بکر، تغلب اور عنز، وائل بن قاسط کے بیٹے بنو اسد میں سے ہیں، ان میں سے بنو عبدالقیس اور غر بن قاسط ہیں، بنو حنیفہ اور بنو عجل بھی ان ہی میں سے ہیں، مرہ اور ان کے دونوں بیٹے ہمام اور جساس قاتل کلیب اور مشہور شاعر طرفہ بن عبد، بنو بکر سے ہیں، کلیب بن ربیعہ، بنو وائل کا بادشاہ، جس کو جساس نے قتل کر دیا تھا، بنو تغلب کے قبیلے سے ہے، اس کی وجہ سے ہی بنو تغلب اور بنو بکر کے درمیان ان لڑائیوں کی ابتداء ہوئی، جو حرب بسوس'' کے نام سے مشہور ہیں عنزہ بن اسد بھی قبیلہ ربیعہ کی فرع ہے، ان میں سے اہل خیبر ہیں، جو بنو عنزہ کے نام سے مشہور ہیں اور بنو عنزہ میں سے قارضان، اور ربیعہ میں سے سدوس اور لہازم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نار میں بنو ایاد اور بنو انمار بھی آملتے ہیں، مشہور سخی کعب بن مامہ، جس کی سخاوت ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی، بنو ایاد سے تھا، نیز قیس بن ساعدہ جس کی فصاحت ضرب المثل تھی، اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

صبحِ سعادت

جب نور مجسم ﷺ اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔
آج پیر کا دن تھا، اور ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ۔
یہی وہ دن تھا جب ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدہ فاش بجھ گیا، یہ آتش کدہ ایک ہزار سال سے روشن تھا، بحیرہ ساویٰ خشک ہوگیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
''جب میں نے نور مجسم ﷺ کو جنم دیا تو ایک عظیم نور دیکھا جو پھیلتا گیا، حتیٰ کہ شاہان شام کے محلات بھی میری نظروں میں روشن ہوگئے۔
آپ ﷺ کسی گندگی کے بغیر پاک وصاف پیدا ہوئے۔''

عثمان بن ابی العاص کی والدہ فرماتی ہیں:
''ولادت کے وقت جدھر نظر جاتی تھی، نور ہی نور تھا۔''

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا جو دایہ تھیں، بیان فرماتی ہیں:
''آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو حالت سجدہ میں اور انگشت اٹھائے، ناف بریدہ اور ختنہ تھے، ایک آواز بھی آئی۔

رحمك ربك۔

''رب کریم تم پر رحم فرمائے۔''

Marfat.com

اتنے میں افق مشرق ومغرب کا مابین اور روئے زمین روشن ہوگیا، کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ مجھے تاریکی اور خوف نے گھیر لیا، میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کسی نے کہا:

''نومولود کو کہاں لے گئے۔''

جواب آیا:

''مغرب کی طرف۔''

دوبارہ وہی کیفیت طاری ہوئی، اور میری بائیں جانب ایک نور نمودار ہوا ساتھ ہی آواز آئی:

''نومود کو کہاں لے گئے۔''

جواب ملا:

''مشرق کی طرف۔''

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یہ آوازیں میرے دل میں نقش ہوگئیں، جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والوں میں شامل ہوگئی۔''

حضرت فاطمہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''آپ ﷺ کی ولادت کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہوگیا، اور ستارے زمین سے اس قدر قریب آگئے کہ میں سمجھی مجھ پر گر پڑیں گے۔''

قریش مکہ کے چند معتبر افراد ورقہ بن نوفل، زید بن عمر بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث ایک بت کے پاس جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے اس بت کو منہ کے بل گرا ہوا پایا۔ انہوں نے اس بات کو مکروہ جانتے ہوئے اس بت کو سیدھا کھڑا کر دیا، مگر وہ پھر منہ کے بل گر گیا، بعد میں عثمان بن حویرث نے بتایا:

Marfat.com

''یہ حضور ﷺ کی ولادت کی رات تھی۔''

مفتی عنایت احمد کاکوروی شہید لکھتے ہیں:

''یہ سوائے اہل اسلام کے زردشتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہے کہ روئے زمین کے سارے بت آپ ﷺ کی ولادت کے وقت سرنگوں ہوگئے تھے۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب محمد ﷺ پیدا ہوئے تو آپ (ﷺ) سجدہ میں پڑ گئے، اور دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے سجدہ میں جانے کے بعد انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فصیح زبان میں فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔''

جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے کلام فرمایا اور کہا:

''میرے پروردگار کا جلال بہت بلند ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اسی کے لیے کبریائی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے بہت تعریفیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے صبح وشام پاکیزگی ہے۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا جس کے باعث محمد (ﷺ) آنکھوں سے اوجھل ہوگئے، میں نے آواز سنی۔''

''محمد ﷺ کو تمام عالم کی سیر کرائی گئی ہے، تاکہ تمام مخلوق آپ ﷺ کی صفات آپ ﷺ کی صورت اور اسم گرامی سے آشنا ہوجائے۔''

یہ بادل صرف ایک لمحہ کے لیے منور رہا، اس کے بعد پہلے سے بڑا بادل آیا، اس

Marfat.com

میں میں نے انسانوں اور گھوڑوں کی آوازیں سنیں، ایک آواز سنائی دی:

''محمد ﷺ کو تمام جن وانس اور چرند پرند دکھائے گئے، پھر آپ ﷺ کو آدم علیہ السلام کی صفوت و بزرگی، نوح علیہ السلام کی رقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی آزمائش، داؤد علیہ السلام کی صورت، ایوب علیہ السلام کا صبر، یحییٰ علیہ السلام کا زہد، عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عطا ہوئیں۔ یہ بادل بھی صرف ایک لمحہ کے لیے روشن ہوا۔''

دایہ نے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کو نہلانے کا ارادہ کیا تو ننھے حضور ﷺ نے فصیح زبان سے فرمایا:

''میں آب رحمت سے غسل دیا گیا ہوں، ازل میں بھی پاک تھا، اور اب بھی پاک پیدا ہوا ہوں۔''

ننھے حضور ﷺ کا نور ہر جگہ مشرق، مغرب، شمال، جنوب اور زمین و آسمان پر پھیل گیا، اس وقت یمن کے ایک بت خانہ میں عامر نامی شخص بیٹھا ہوا تھا، وہ آسمان سے ملائکہ کو اترتے اور پہاڑوں اور درختوں کو سجدہ کرتے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا، کہ اس کا بت اوندھا گر گیا اور اس میں سے آواز آئی:

''وہ نبی ﷺ جن کا سینکڑوں برس سے انتظار تھا، اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں، ان سے درخت اور پتھر کلام کریں گے، ان کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔''

عامر کی بیوی نے بت سے یہ سن کر معلوم کیا:

''اس نبی (ﷺ) کا نام کیا؟ اور کہاں پیدا ہوئے۔''

بت نے آپ ﷺ کا نام بتایا، عامر کی ایک اپاہج بیٹی تھی، جب اس نے ولادت مبارک کا نور دیکھا تو عرض کی:

''الٰہی! اس نور میں اگر برکت ہے تو اس کا حصہ مجھے بھی ملے۔''

اس پر وہ فوراً تندرست ہو گئی۔

Marfat.com

عامر اپنی بیٹی کی تندرستی پر سخت حیران ہوا، اور آپ ﷺ کی زیارت کے لیے مکہ پہنچا۔ تلاش کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر آیا، عرض کی:

''خدا کے واسطے مجھ غریب الوطن عاشق زار کو اپنے صاحبزادے کا جمال دکھا دیں۔''

حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو گود میں اٹھا کر لے آئے، آپ ﷺ کو دیکھتے ہی عامر آپ ﷺ کے قدموں میں جاں بحق ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

کعب نے قدیم زمانہ کی کتابوں کے حوالے سے یوں تحریر کیا ہے:

''محمد (ﷺ) کی ولادت مکہ میں اور ہجرت مدینہ کو ہوئی، شام آپ ﷺ کا ملک ہے، اسی نسبت سے معراج کی شب آپ ﷺ کو مملکت شام کی جانب بیت المقدس تک لے جایا گیا۔''

ستارۂ نبوت

مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا، جو تورات اور انجیل کا عالم تھا، جب وہ صبح سعادت طلوع ہوگئی اور نور محمد ﷺ مجسم ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہو گیا تو اس نے پوچھا:

''اے اہل قریش! کیا رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟''

قریش نے جواب دیا:

''ہمیں اس کا علم نہیں۔''

اس یہودی عالم نے کہا:

''تم لوگ جا کر تحقیق کرو، ہماری آسمانی کتابیں کہتی ہیں کہ کل وہ ہستی ظہور میں آگئی ہے، جسے نبی آخر الزماں (ﷺ) ہونا ہے۔''

قریش کے گھر گھر سے خبر لی گئی، معلوم ہوا کہ سردار مکہ کی بہو آمنہ رضی اللہ عنہا زوجہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گود ہری ہوئی ہے۔

Marfat.com

یہودی عالم نے یہ اطلاع پا کر کہا:

''افسوس، نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی، اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی بھی نکل گئی۔''

شاعر بزم نبوی (ﷺ)، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے، میری عمر سات سال کی تھی کہ ایک دن میں نے ایک یہودی عالم کو یثرب کے ایک بلند مقام پر آواز لگاتے سنا:

'اے گروہ یہود!''

جب تمام یہود جمع ہو گئے تو اس نے کہا:

''آج رات احمد (ﷺ) کا ستارہ طلوع ہو گیا، جس میں وہ پیدا ہو گا۔''

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

دنیا میں جب بھی عظیم المرتبت انسان پیدا ہوتے ہیں، تو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ ضرور رونما ہوتا ہے، سیرت نگاروں نے اپنے مخصوص انداز میں گل افشانی کرتے ہوئے ہدیہ عقیدت پیش کیا:

''آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدہ فارس بجھ گیا۔''

دریائے ساویٰ خشک ہو گیا۔''

انہوں نے کچھ غلط بھی نہیں کہا:

مولانا شبلی نعمانی نے توجیہہ کی تو لکھا:

''لیکن یہ سچ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر گئے، آتش کدہ فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازہ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے، اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔''

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اور کئی پیغمبروں کی طرح رسول اللہ ﷺ کی آمد کی اطلاع پہلے سے دے دی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق ﷺ کی آمد کی بشارت سے پہلے ہی آگاہ فرما چکے تھے۔

آتش کدہ فارس سرد ہوگیا، محل کسریٰ کے کنگرے گر گئے

جس رات سراج الدنیا والآخرہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، تو کسریٰ شاہ ایران کا محل جنبش کھا گیا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے روشن تھا بجھ گیا، ایسا سرد پڑ گیا کہ ہر چند آگ جلانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر آگ نہ جلتی تھی۔

جب کسریٰ کے ایوان کے چودہ کنگرے گرے، اس میں اشارہ تھا، چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس خادمان اسلام کے قبضہ میں آجائے گا۔

کسریٰ، محل کی جنبش اور چودہ کنگرے گرنے کی وجہ سے سہم گیا، اس پر بے قراری کا عالم طاری ہوگیا اسے آتش کدہ فارس کے سرد ہونے کی خبر بھی مل گئی، اور اسی وقت موبد موبدان نے اپنے خواب کا ذکر بھی بادشاہ سے کر دیا اور کہا:

''یہ بہت برا سانحہ ہے جو عرب میں پیدا ہوا ہے۔''

دریائے ساویٰ بھی خشک ہو چکا تھا، دریائے ساویٰ کے کنارے شرک اور بت پرستی ہوا کرتی تھی، بادشاہ نے عبدالمسیح غسانی کو اس کے چچا سطیح غسانی کی طرف بھیجا۔ اس کا چچا بیمار تھا

عبدالمسیح نے اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔ جب سطیح غسانی نے اس کا شعر سنا تو آنکھ کھولی اور کہا:

''تجھے شاہ ایران نے بھیجا ہے، دیکھو، آتش کدہ کا بجھنا یا ٹھنڈا ہونا، ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گرنا، موبد موبدان کا خواب دیکھنا، محل کا جنبش کھانا،

Marfat.com

دریائے ساوی کا خشک ہونا اور ساوی کا جاری ہونا، یہ سب کے سب محمد (ﷺ) کی آمد کی نشانیاں ہیں، اور اس بات کی علامت ہیں کہ وہ اس سرزمین پر قبضہ کرلیں گے، اب صرف چودہ ایرانی بادشاہ حکومت کریں گے، پھر ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔"

اور پھر ایسا ہی ہوا۔

شام کے محلات کا نظر آنا

امام احمد، بزاز، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا:

"میں خاتم النبیین (ﷺ) ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کی تعبیر ہوں، جیسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں انبیاء کی ولادت سے پہلے دیکھا کرتی تھیں۔"

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بھی آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا، یعنی ایک نور ظاہر ہوا، جس سے ملک شام کے محل اور اکناف عالم منور ہو گئے، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اور مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آ گئے۔

اسے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

یہودی کا نبوت کی گواہی دینا

یہ واقعہ ہلکا سے پہلے بیان ہو چکا ہے، اب ذرا تفصیل کے ساتھ اس کی اوراق گردانی کرتے ہیں، امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

Marfat.com

روایت کیا ہے:

''ایک یہودی تجارت کے لیے مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھا، جب شب میلاد آئی تو وہ یہودی سرداران مکہ کی محفل میں آیا اور پوچھا:

''کیا تمہارے ہاں آج شب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے؟''

سرداران مکہ نے کہا:

''ہمیں اس بات کا علم نہیں، شاید کسی بچہ کی ولادت ہوئی ہو۔''

اس یہودی نے کہا:

''تم لوگ تحقیق کرو، ہماری کتب میں جو کچھ مرقوم ومنقول ہے، اس کی رو سے آج پیر کے دن ایک نبی (ﷺ) پیدا ہوئے، اگر تم میں سے نہیں تو فلسطین میں ہوگا، جس کے کندھوں کے درمیان گول جگہ ابھری ہوئی ہے، اس پر سخت بالوں کی مہر نبوت ہے، یہ اس بچے کی نشانی ہوگی۔''

وہ لوگ اس یہودی کی باتوں پر تعجب کرتے ہوئے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

اس نے ازراہ تعجب کہا:

''اللہ اکبر! تم اپنے گھر والوں سے ضرور دریافت کرنا۔''

معلوم کرنے پر علم ہوا، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے۔

انہوں نے اس کو مطلع کیا تو اس نے کہا:

''میں اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

وہ لوگ یہودی کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور بچے کے دیدار کی درخواست کی۔

جب سرور انس و جاں محمد ﷺ کے درمیان وہ علامات دیکھیں تو بے ہوش ہوگیا، کچھ دیر بعد جب ہوش آیا تو یہودی سے معلوم کیا گیا:

Marfat.com

''تجھے کیا ہوگیا تھا، آخر تم بے ہوش کیوں ہوئے؟''

اس یہودی نے بصد حسرت کہا:

''آج بنی اسرائیل کے گھر سے نبوت رخصت ہوگئی ہے، اور بنی اسماعیل! اس سے مشرف کر دیے گئے ہیں۔

اے قریش! یہ بچہ تم میں سطوت و جلال پائے گا، خدا کی قسم یہ مشرق اور مغرب کا مالک ہوگا، قیامت تک کے لیے اس کی حکومت جاری و ساری رہے گی، مشرق و مغرب تک تمہاری گونج سنائی دے گی۔''

اس وقت یہ لوگ موجود تھے۔

ہشام بن مغیرہ، ولید بن مغیرہ، عتبہ بن ربیعہ، عبادۃ الحارث بن عبدالمطلب۔

صحیح مسلم کی روایت ہے:

''آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، مہر نبوت ابھری ہوئی تھی یہ وہ علامت ہے جس سے اشرف الانبیاء ﷺ پہچانے جاتے ہیں کہ آپ ﷺ وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت سابقہ آسمانی کتب میں دی گئی تھی۔''

خاتم النبوت ﷺ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ایسی نشانی تھے کہ جس سے نبی ارض و سماء ﷺ مخصوص کیے گئے تھے آپ ﷺ کے ساتھ ایک عظیم سر (بھید) مخصوص تھا جو کسی دوسرے پیغمبر کے ساتھ نہ تھا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ربیع الاول کی ۹ تاریخ، پیر کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا کہ امین بن کر امانت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آئی، وہ آئے جن کے آنے سے گلزار ہستی میں رونق آگئی، جو صرف عرب اور عجم کے لیے ہی رحمت بن کر نہیں آئے بلکہ تمام جہانوں کے لیے

Marfat.com

رحمت بن کر آئے، جن کی آمد پائمال انسانی پژمردہ گلدستہ ء اخلاق کے لیے آب نیساں اور صبائے جانفزاً ثابت ہوئی۔ جو ابراہیم خلیل اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ، اسماعیل ذبیح اللہ کی شاخ تمنا کا گل تر جو توریت کی نشانیوں کے لیے فاران وشعیر کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا، جو نوید حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہے۔

جس کی ذات انبیائے سابق کی خوبیوں کا خلاصہ ہے جو خلق آدم علیہ السلام معرفت شیت علیہ السلام، جرأت تبلیغ نوح علیہ السلام، خلت ابراہیم علیہ السلام، زبان دانی اسماعیل علیہ السلام رضا جوئی اسحاق علیہ السلام، خطابت صالح علیہ السلام، حکمت لوط علیہ السلام، بشارت یعقوب علیہ السلام، حسن یوسف علیہ السلام، جہاد یوشع علیہ السلام، لحن داؤد علیہ السلام، محبت دانیال علیہ السلام، شوکت سلیمان علیہ السلام، عظمت الیاس علیہ السلام، عصمت یحییٰ علیہ السلام اور زہد عیسیٰ علیہ السلام کا مجموعہ ہے۔

شب میلاد عجائبِ قدرت کا ظہور

علمائے سیرت نے اپنی کتب میں ان محیر العقول واقعات کا تذکرہ کیا ہے، جو اس مبارک رات میں وقوع پذیر ہوئے، ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

1- اس رات بیت اللہ میں رکھے ہوئے بت سجدے میں گر گئے۔

2- حضور ﷺ کی ولادت کے وقت ایک ایسا نور ظاہر ہوا، جس کی روشنی میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو شام کے محلات دکھائی دینے لگے۔

3- اس رات کسریٰ کا ایوان لرز گیا، اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

4- آتش کدہ فارس جو ایک ہزار سال سے روشن رہا تھا، وہ اچانک سرد ہو گیا۔

5- دریائے ساوی خشک ہو گیا۔

6- دریائے ساوی جاری ہو گیا۔

تاریخ ولادت

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں ہے، ریاضی کی جدید تحقیق کے مطابق ۹ ربیع

Marfat.com

الاول اور دوشنبہ (پیر) کا دن تھا۔عیسوی کی تاریخ 22 اپریل 571ء تھی۔

مشہور اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق 17 جون 669ء بروز پیر ہے۔ جمہور اور عام مورخین 12 ربیع الاول 1 عام الفیل تسلیم کرتے ہیں، بعض مورخین روز پیدائش ابرہۃ الاشرام کے کعبۃ اللہ پر حملہ کے 55 دن بعد بتاتے ہیں۔

دعائے خلیل

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نوید ولادت دادا عبدالمطلب کو بھجوائی۔ وہ اس وقت اپنے بیٹوں اور اشراف قریش کے ساتھ مقام حجر حطیم (وہ حصہ جو کعبہ کے شمالی جانب ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے کعبہ ہی کا حصہ قرار دیا) میں بیٹھے تھے، وہ بہت خوش خوش گھر آئے اور نومولود کو ہاتھوں میں اٹھا کر کعبۃ اللہ میں لے آئے۔ وہاں اس عطائے نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا، بچے کے لیے دعا فرمائی اور محمد (ﷺ) نام رکھا۔

اسم محمد ﷺ کا اجالا

حضرت ہاجرہ اور حضرت مریم کی طرح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بھی اللہ تعالیٰ نے القا والہام کی قوتوں سے نوازا تھا۔ان ہی اشاروں پر مولود کا نام احمد (ﷺ) تھا۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے:

''محمد ﷺ نام بھی آپ ہی کا رکھا ہوا ہے۔''

محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) دونوں کا مادہ ''حمد'' ہے اور یہ اسم ذاتی ہیں۔محمد (ﷺ) کے لفظی معنی ''ستودہ خصال'' ہیں قاضی عیاض نے الشفاء میں چھ اور حافظ بن حجرہ نے فتح الباری میں 15 ایسے لوگوں کے نام دیے ہیں، جو آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ''محمد'' نام کے تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود ونصاریٰ نے اہل عرب کو بتلایا تھا:

''اب آخری نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے اور ان کا نام ''محمد'' (ﷺ)

Marfat.com

ہوگا۔ وہ بنی اسماعیل میں پیدا ہوگا۔"

اس لیے لوگ یہ مبارک نام رکھتے، ان پندرہ میں سے کچھ نے اسلام کا عہد پایا، اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان بھی لائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے چار جگہ پر اس نام کا ذکر فرمایا ہے، البتہ اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ کسی شخص کا نام اس سے پہلے احمد رکھا گیا ہو۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف صاف کہا تھا:

"میرے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔"

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اس بات سے بچایا کہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی ان ناموں سے موسوم ہو۔

❀❀❀❀

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی مائیں

اس باب میں ہم پہلے ان تین معزز خواتین کا اجمالی تذکرہ کریں گے، جن کا رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانا ثابت ہے۔

1- حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا اپنی خاندانی شرافت، اخلاقی طہارت، حسن صورت، حسن سیرت، شرافت طبع، سنجیدگی مزاج اور خدا داد عقل و تمیز میں قریشی لڑکیوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔

رسول برحق ﷺ کو دودھ پلانے والیوں میں سب سے پہلی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب ہیں۔ ان کے بعد دودھ پلانے کی سعادت حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوئی۔

سید الانبیاء ﷺ کو اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خون سے عبودیت الٰہی اور والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے دودھ سے امانت کی حفاظت ملیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں:

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فخر عرب و عجم ﷺ کو کئی دن دودھ پلایا۔''

محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

''ولادت باسعادت کے تین چار روز تک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ

Marfat.com

کو دودھ پلایا، اور پھر ثویبہ رضی اللہ عنہا نے۔"

مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی عنایت احمد کاکوروی، ابراہیم سیالکوٹی اور نذیر احمد سیماب قریشی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے سات روز دودھ پلایا۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی کا مطلب ہے:

"انس، چین اور سلامتی چاہنے والی، اور حفاظت، پناہ اور سکون و قرار دینے والی۔"

یہ ماں اپنے اکلوتے بیٹے کو تعریف کے قابل دیکھنا چاہتی تھیں، اس لیے انہوں نے اپنے نومولود بیٹے کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے محمد (ﷺ) کو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے وقت کیا کیا نصیحتیں نہ کی ہوں گی، اس کے بعد اللہ رب العزت سے یہ دعا کی:

"میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اونٹ پر سوار دیکھوں، اور دیکھ لوں کہ یہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے۔"

سید عالم ﷺ پانچ سال کی عمر میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے مستقل طور پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

پھر بدر کامل ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لیے (یثرب) مدینہ منورہ تشریف لائیں، ایک ماہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، اور واپسی پر مقام ابواء پر بیمار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن کی گئیں۔ آپ ﷺ کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی، صلح حدیبیہ کے موقع پر سید الصادقین ﷺ وہاں سے گزرے تو والدہ محترمہ کے مزار پر گئے، قبر مبارک کو اپنے مقدس ہاتھوں سے درست فرمایا اور بے اختیار رو دیے۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے اور عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو رونے سے منع فرماتے ہیں۔''

نبی صادق ومصدوق ﷺ نے فرمایا:

''مجھے اپنی والدہ کی ممتا یاد آگئی، اس لیے میں رو دیا۔''

2- حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اصل نام ثویبہ (رضی اللہ عنہا) ہے، مگر اردو میں لکھی گئی بیشتر کتب میں ثویبہ (رضی اللہ عنہا) کے بجائے ثویبہ (رضی اللہ عنہا) لکھا جاتا ہے۔

ان کے نسب کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھیں، لونڈی اور غلام کا اس سے زیادہ نسب نہیں ہوتا تھا۔

محسن انسانیت ﷺ کی ولادت کی خبر لے کر حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا بھاگی بھاگی اپنے آقا ابولہب کے پاس پہنچیں۔ ابولہب سید الاولین والآخرین ﷺ کا چچا بھی تھا۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا:

''تمہارے بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر بیٹا ہوا ہے۔''

ابولہب بھتیجے کی ولادت کی خبر سن کر خوش ہوگیا، اور اسی خوشی میں اپنی لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا۔

اس طرح والی دو جہاں ﷺ نے اس دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے پہلے عورتوں کو آزادی کی نوید سنائی۔

بعد میں نبی طیب وطاہر ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے ہر قسم کی طاغوتی طاقتوں کے ہر قسم کے بندھنوں سے جس طرح عورتوں کو آزادی ملی، وہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا تکملہ تھا، حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو حیات طیبہ کے پہلے پیر کو آزادی ملی۔

ابولہب نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے بعد حکم دیا:

''تم ننھے محمد (ﷺ) کو دودھ پلاؤ۔''

Marfat.com

یوں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو سید موجودات ﷺ کی رضاعی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔

سید اولاد حیدر بلگرامی ابن سعد کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''سب سے پہلے نبی رحمت و شفقت ﷺ کو حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا تھا۔''

عبدالصمد صارم لکھتے ہیں:

''صادق الامین ﷺ کی سب سے پہلی دایہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

پہلی دایہ تو حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔ سید کائنات ﷺ نے سب سے پہلے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا، اور پھر جب تک حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نہیں آئیں، یہ خدمت حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں لکھی گئی۔

رضاعت کی مدت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں:

''ثویبہ رضی اللہ عنہا کو دودھ پلاتے ایک دن، دو دن یا ایک ہفتہ یا دو ہفتے ہو گئے تو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئیں۔''

خاتم النبیین (ﷺ) میں یہ مدت سات دن لکھی ہے۔

کچھ سیرت نگار آٹھ دن اور کچھ چار ماہ کا ذکر کرتے ہیں۔

میاں محمد لکھتے ہیں:

''یہ مدت سات ماہ تھی۔''

اور سید محمد اسماعیل لکھتے ہیں:

''یہ مدت کئی ماہ تک رہی۔''

زیادہ تر سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت صرف چند دن نصیب ہوئی تھی۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے شاہ کونین ﷺ کے علاوہ اپنے بیٹے مسروح، حضرت حمزہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا، اس طرح حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے یہ سب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔

رحمت للعالمین ﷺ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کے باعث ان کا بے حد احترام کرتے، ان کا اعزاز واکرام فرمایا کرتے، ان کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے۔

ابن سعد سے نقل ہے:

''جب تک نبی کل جہاں ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انعام واکرام فرمایا کرتے، جب تک حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں، سرورکون ومکان ﷺ سے ملنے آیا کرتیں۔''

سید الابرار ﷺ کی نگاہوں میں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کا عمل ہمیشہ قابلِ قدر رہا، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا انتہائی ادب، عزت اور احترام فرماتی تھیں، کیونکہ وہ خیر الخلائق ﷺ کی ماں تھیں۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتیں۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ۷ھ میں اس دنیا سے پردہ فرما گئیں۔ شفیع الامم ﷺ جب خیبر سے واپس آئے تو آپ ﷺ کو خبر ملی۔

''حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئی ہیں۔''

صاحب قرآن ﷺ ان کی وفات کی خبر سن کر غمگین ہوگئے، حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا مسروح اپنی والدہ سے قبل ہی فوت ہوگیا تھا۔

ہادی برحق ﷺ نے دریافت فرمایا:

''ان کا کوئی اور وارث یا عزیزوں میں سے کوئی ہے؟''

معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن جوزی لکھتے ہیں:

''وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شرف اسلام وایمان سے مشرف ہوسکیں یا

Marfat.com

نہیں۔"

ابونعیم اصبانی نے لکھا ہے:

"اس کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔"

ابراہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں:

"حافظ ابن عبدالبر حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کے بارے میں صاف لکھ دیتے ہیں، کہ انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا ہی نہیں، لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ تاجدار حرم ﷺ، مدینہ طیبہ سے ان کے لیے تحائف بھیجا کرتے تھے۔"

حافظ ذہبی تجرید اسماء الصحابہؓ میں یوں لکھتے ہیں:

"وہ اسلام لائیں۔"

اور حافظ ابن حجر کا میلان بھی ان کے اسلام لانے کی طرف ہے۔

سیرت دحلانیہ میں لکھا ہے:

"کتب معتبرہ میں مرقوم ہے کہ بے شک یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ نبی مرسل ﷺ کو دودھ پلانے والیوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو ایمان اسلام کی دولت سے محروم رہی۔"

خاتم النبیین ﷺ کو کھلانے پلانے والی محترم خواتین میں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

"ثویبہ رضی اللہ عنہا نے سید الصادقین ﷺ کو چند ہی روز دودھ پلایا تھا، مگر مولود مسعود ﷺ کی محبت ان کے دل میں راسخ ہوگئی، وہ جب تک زندہ رہیں، صاحب تاج المعراج ﷺ کو دیکھنے کے لیے تشریف لاتی رہیں، سراپا لطف وکرم ﷺ ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔"

شہنشاہ عرب وعجم ﷺ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد بھی،

Marfat.com

اپنی اس رضاعی ماں کے لیے کپڑے، اشیاء اور تحائف بھیجا کرتے تھے، سید الشاہدین ﷺ ان کے لیے کپڑوں کے علاوہ نقدی بھی بھیجا کرتے تھے۔

3- حضرت حلیمہ سعدیہؓ بنت عبداللہ بن حارث

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ابو ذویب کی بیٹی تھی، ابوذویب کا اصل نام عبداللہ بن حارث ہے، اور یہ سعد بن بکر کے کنبہ سے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا نسب حضرت الیاس علیہ السلام سے جاملتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے جدامجد میں سے تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

''بنو ہوازن شاہد عالم ﷺ کے ساتھ بنو قیس عیلان، مضر میں جمع ہوتا ہے، دراصل الیاس مضر کے بیٹے ہیں اور الیاس کے ایک بیٹے قیس عیلان تک حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا شجرہ جاملتا ہے۔

اس طرح حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا نسب بنو قیس عیلان سے سید الانبیاء ﷺ کے جدامجد میں جمع ہوتا ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، بنو سعد کے شریف گھرانے سے تھیں، اور اخلاق وفضائل میں اس باسمیٰ تھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''نبی طیب وطاہر اکمل واجمل ﷺ کی رضاعت کی سعادت حاصل کرنے میں جو خاتون مشہور ومعروف اور مخصوص وممتاز ہیں وہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہیں، وہ اپنے نام حلیمہ (رضی اللہ عنہا) اور نسب سعدیہ کی طرح حلم ووقار اور سعادت سے موصوف تھیں۔''

ابراہیم سیالکوٹی، امام سہیلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نبی سعد کی شریف اور اپنی قوم کی باعزت خواتین

Marfat.com

میں سے تھیں، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی خصوصیات بہت سی تھیں۔ مثلاً غریب ہونے کے باوجود ان میں حرص وطمع نہ تھا اور وہ قناعت پسند، ملنسار اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔"

مواہب لدنیہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی گئی ہے:

"رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں جو سب سے پہلا وفد آیا تھا وہ غزوہ حنین سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر سید الوجود ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس طرح حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ نے یہ فضلیت حاصل کرلی۔"

سیرت کی مختلف کتب میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گاؤں کے متعلق معلومات نہیں دی جاتیں، ڈاکٹر حمید اللہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ کو خانہ بدوش تصور کرتے ہیں کہ جو سال کے مختلف حصوں میں مختلف مقام پر خیمہ زنی کرتا ہو۔

باڈلے اس موقع پر یوں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ بنو سعد کی چراگاہوں کی طرف لے جائے گئے، اور اوائل عمر میں ہی صحرا نورد ہوگئے، پانچ سال تک ان ہی بدوؤں کے سیاہ خیمے میں رہے، آپ ﷺ صحرانشینوں کے ساتھ سرسبز و شاداب چراگاہوں کی تلاش میں دن رات گھومتے تھے۔ اس عرصہ میں شاید ہی چند روز سے زیادہ آپ ﷺ نے کہیں قیام کی ہو۔ آندھی، بگولے اور جھلستی ہوا میں آپ ﷺ اپنے چہرہ کو ایک کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔"

رحیم دہلوی رقمطراز ہیں:

"حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خانہ بدوش ہونے کی بات غلط ہے، کیونکہ مکہ کے سردار اور روساء اپنے بچوں کو موسم کی سختیاں جھیلنے کے لیے خانہ بدوشوں کے حوالے تو نہیں کرتے ہوں گے، جن کا کسی ایک جگہ ٹھکانہ ہی نہ ہو۔ دراصل حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی نگری جس علاقہ میں ہے، اسے

Marfat.com

ضیبات کہتے ہیں، اور ان کی خاص بستی کا نام شحطہ ہے، شحطہ ایک چھوٹی مگر سرسبز و شاداب بستی ہے، جو بہت خوبصورت، سادہ اور پرکشش ہے، ابھی تک یہاں اس قبیلے کے لوگ رہتے ہیں، یہ سارا قبیلہ بنی سعد کہلاتا ہے۔"

رحیم دہلوی، پروفیسر فلپ حتی کہ کتاب "تاریخ عرب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس میں کہیں کہیں نخلستان بھی ہیں، یہاں بعض اوقات سردیوں میں اس قدر مینہ برستا ہے کہ زمین پر سبزے کی چادر بچھ جاتی ہے، اور بدوؤں کے اونٹوں، بھیڑ، بکریوں کو جنت کا مزہ آجاتا ہے۔"

باڈلے اور ڈاکٹر حمید کا یہ کہنا ہے:

"حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا خاندان خانہ بدوش تھا، او رحضور ﷺ ان کے ساتھ ساتھ پھرتے رہے۔"

ان حضرات کی تصوراتی کہانی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

نبی کریم ﷺ سے پہلے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا خوشحال نہ تھیں۔ سید البشر ﷺ کے زمانہ رضاعت میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر برکت اور سعادت ہوئی، اور ان کے معاشی حالات بہتر ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جس سال آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، ہم لوگوں کو قحط سالی کی بڑی تکلیف تھی۔ فاقوں کے مارے مجھ کو غش آجاتا تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کفایت کرتا، اس لیے رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی تھی، میں جس اونٹنی پر سوار تھی، وہ اتنی لاغر تھی کہ سب کے ساتھ چل نہ سکتی تھی، میں اور میرا شوہر بھوکے تھے۔"

آپ ﷺ کو گود میں لینے کی دیر تھی کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا پہلی بار ماں کے دودھ سے سیراب ہوا۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے جا کر اونٹنی کو دیکھا تو دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ اس نے دودھ نکالا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا، اور رات

Marfat.com

بڑے آرام سے گزری، اس سے قبل سونا میسر نہیں آتا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے کہا:

''حلیمہ (رضی اللہ عنہا) تو بڑا برکت والا بچہ لائی ہے۔''

ابن سعد، یحییٰ بن یزید سعدی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس سال قبیلہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے مکہ آئی تھیں۔''

تمام سیرت نگار یہی لکھتے ہیں:

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو کسی مالدار کا بچہ نہیں ملا، اور وہ یتیم بچہ ملا جس کو دوسری دائیاں لینے سے انکار کر چکی تھیں، اس سے پہلے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی اس بچے کے لیے انکار کر چکی تھیں، مگر اب خالی ہاتھ نہ جانے کے خیال سے اس یتیم بچے کو قبول کر لیا۔''

یہ مفروضے کس حد تک حقائق کے قریب ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب شہنشاہ لولاک ﷺ کو گود میں اٹھا کر اپنے قافلے میں پہنچیں تو اس وقت انہوں نے سید عالم ﷺ کی برکات کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ انہیں اپنی ہر چیز میں نیا رنگ نظر آ رہا تھا۔ ان کو دودھ میں، جانوروں میں، رزق میں، غرض ہر چیز میں برکت محسوس ہوئی، ان کی ساتھی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا:

''حلیمہ (رضی اللہ عنہا) تمہیں بہت مبارک بچہ ملا ہے۔''

ان کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے حسد بھی ہونے لگا۔

حضرت حلیمہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں:

''سراپا لطف و کرم ﷺ کو لینے کے بعد دوسرے دن میرے شوہر نے کہا:

''اے حلیمہ (رضی اللہ عنہا)! بخدا ہمیں مبارک بچہ ملا ہے، کیا تو نے محسوس نہیں کیا کہ آج کی رات سے ہم نے اس بچے کو لیا ہے، اور کتنے آرام اور برکت سے یہ رات گزری ہے۔''

Marfat.com

چنانچہ اس طرح برکت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''جب مکہ مکرمہ سے اپنے علاقے کی طرف جانے کے لیے میں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی، اور ننھے حضور ﷺ کو گود میں اٹھا کر اپنی سواری پر چڑھی تو اپنی ساتھی عورتوں سے آگے نکل گئی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں:

''حلیمہ (رضی اللہ عنہا) ذرا آہستہ چلو، اور یہ بتاؤ کہ یہ سواری وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟''

میں نے کہا:

''ہاں، وہی ہے۔''

میری ساتھی عورتیں کہنے لگیں:

''بیشک اس وقت اس میں کوئی بات ہے۔''

''اس کے بعد اپنے گھر جاتے ہوئے ہم جس جگہ پر بھی قیام کرتے، وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی۔''

حضور ﷺ سے پہلے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر انتھک محنت کرتے اس کے باوجود تنگی اور عسرت سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب یہ حال ہو گیا کہ مٹی کو بھی ہاتھ لگاتے تو وہ سونا ہو جاتی تھی۔ ہر طرف خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی آتیں، یہ دیکھ کر میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہا کرتے۔''

''ارے تم بھی وہیں چراؤ، جہاں حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) کے جانور چرتے ہیں۔''

اب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ اور بکریوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور

Marfat.com

سید المومنین ﷺ کی برکت سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ میں بہت رفیع ہوگئیں، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سید کائنات ﷺ کی حیثیت کو پہچانتی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو جولوری سنا کر دل بہلایا اور کھلایا کرتی تھیں، اس کا مفہوم یہ ہے:

''اے میرے رب! جب تو نے محمد (ﷺ) کو ہمیں دیا ہے تو آپ (ﷺ) کو باقی رکھ یعنی زندگی دے اور عمر کو پہنچا اور آپ (ﷺ) کے مراتب اعلیٰ کر اور آپ (ﷺ) کے دشمن، جو باطل باتیں اور باطل خیال کریں، ان کو مٹا دے۔''

جنہیں نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے رضاعی بہن بھائی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہما، حضرت انیسہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں۔

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے لیا تھا، تو اس وقت ان کی گود میں شیر خوار عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا سارا گھر حضور ﷺ کا گرویدہ تھا، کسی نے بھی آپ ﷺ کی خاطر داری اور پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

حضور ﷺ خود بہت کم روتے، مگر کسی رضاعی بہن کو روتے دیکھ کر آنکھیں غمناک ہوجایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان کے خاوند اور بچوں سے بہت پیار تھا۔

نبی صادق و مصدوق ﷺ نے رضاعی رشتوں کو عزت عطا کی، رضاعی ماں کو جتنا احترام دیا اور رضاعی بہن بھائیوں کو جس قدر محبت عنایت فرمائی، اس نے ان رشتوں کی عظمت کو مسلم کر دیا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

رضاعی مائیں

حضرت برکہؓ (ام ایمنؓ)

مشہور ماہر انساب عمر رضا کحالہ نے مستدرک، حاکم، الاصابہ از ابن حجر، تہذیب التہذیب از ابن حجر، الاستیعاب از ابن عبدالبر، التہذیب از ذہبی اور المجتبیٰ از ابن جوزی کے حوالہ سے حضرت برکہ بنت ثعلبہ (ام ایمن رضی اللہ عنہا) کا ذکر کیا ہے، اس ذکر میں انہیں پرورش اور خدمت کرنے والی کہا گیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے ''الخصائص الصغریٰ'' میں ام ایمن رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھا:

''حضرت برکہ بنت ثعلبہ (ام ایمن) رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔''

علامہ جلال الدین سیوطی کے الفاظ یہ ہیں:

''بعض حضرات کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس عورت نے بھی دودھ پلایا، وہ مسلمان ہوگئی، کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو چار عورتوں نے دودھ پلایا، ایک آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ، تو ان کا زندہ کیا جانا اور آپ ﷺ پر ایمان لانا حدیث پاک میں موجود ہے، ان کے علاوہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا، اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔''

علی بن برہان الدین الحلبی نے بھی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے کی

Marfat.com

بات کی، لیکن پھر اس کی رد کی بات بھی، لکھتے ہیں:

''اور جو پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا، اسے خصائص صغریٰ میں بیان کیا گیا ہے، اس کا رد کیا گیا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے خاتم النبیین ﷺ کو گود میں لیا ہے، دودھ نہیں پلایا، پھر کئی سیرت نگاروں نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے والی بات اڑالی، تردید کی بات گول کر گئے۔''

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اس بات کی تردید کی ہے:

''ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دودھ پلائی تو تھیں نہیں، لیکن کھلائی ضرور تھیں۔''

عبدالمصطفیٰ محمد اشرف نے لکھا ہے:

''عبدالحق محدث دہلوی، شبلی نعمانی اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتب اس بارے میں خاموش ہیں۔''

آخر میں عجیب منطق استعمال کی ہے:

''بہرحال ہم نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام بھی لکھ دیا ہے کہ اگر وہ واقعی اس شرف کی حامل ہیں تو ہم کسی کا حق کیوں ماریں۔''

سیرت نگاری کے حوالے سے اہل ایمان کو چاہیے کہ قلم کو نہایت احتیاط سے استعمال کریں، لیکن ہمارا یہ عالم ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص بے احتیاطی سے کچھ لکھ دیتا ہے، پھر دوسرے حضرات اسے لے اڑتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی سند کے اس بات کو دہراتے چلے جاتے ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ ہے:

میاں محمد صدیقی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے:

''دودھ پلانے والیوں میں ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام بھی لیا جاتا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت برکہ رضی اللہ عنہا، ام ایمن رضی اللہ عنہا بعد میں بنیں، جب حضور ﷺ

Marfat.com

اس دنیا میں تشریف لائے، یہ لڑکی تھیں، جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی، اور یثرب (مدینہ) سے واپسی پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا راستے میں مقام ابواء پر وفات پا گئیں، اور حضرت برکہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچیں، اس وقت بھی عورت نہیں تھیں۔

شمس الضحیٰ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر انہیں آزاد کر دیا، اور ان کا پہلا نکاح حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا، حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہا سے ان کا پہلا بچہ ایمن پیدا ہوا۔

اب ذرا ان سیرت نگاروں کی طرف نگاہ کریں، جو حضرت برکہ رضی اللہ عنہا کو نبی کل جہاں ﷺ کی رضاعی ماں لکھ رہے ہیں، آپ خود سوچیں کہ جب تک کوئی عورت کسی بچے کی ماں نہ ہو، وہ اپنے بچے کو یا کسی کے بچے کو دودھ کیسے پلا سکتی ہے، اور سید الصادقین ﷺ جس ہستی سے محبت کرتے رہے، انہیں اپنی ماں فرمایا، اس محترم ہستی کے سلسلے میں اتنی بے احتیاطی سے گفتگو کرنا کیا کسی سیرت نگار کو زیب دیتا ہے۔

اس معاملے کا ایک پہلو یہ ہے کہ افضل الانبیاء ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ ساتھ رہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی تک تو ہمہ وقت ساتھ تھیں، بعد میں بھی فخر دو عالم ﷺ ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے رہے، ان کی شادی کے لیے اہتمام فرماتے رہے۔ ایسے ہی اگر انہوں نے حبیب لبیب ﷺ کو دودھ پلایا ہوتا تو کیا سرور عالم ﷺ اس کا ذکر نہ فرماتے۔ جبکہ نور مجسم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ تک فرما دیا:

''یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔''

ہمیں چاہیے کہ اصل میں یہ بات کرنا اور پھر اسے نقل کرنا سوائے اس حقیقت کے کچھ نہیں کہ ہم صاحب لولاک ﷺ اور ان کی محترم ہستیوں کے ذکر میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

Marfat.com

عواتک کا بیان

شفیع روز شمار ﷺ کی رضاعی ماؤں میں عاتکہ نامی خواتین کا نام نامی لیا جاتا ہے۔

شاہ مصباح الدین شکیل رقمطراز ہیں:

''والدہ ماجدہ نے سات روز، ثویبہ رضی اللہ عنہا نے آٹھ روز دودھ پلایا اور بقیہ عورتوں کا حال معلوم نہیں۔''

یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنے سے پہلے باقی عورتوں نے کتنے دن دودھ پلایا، اس کا حال معلوم نہیں۔

عبدالشکور لکھتے ہیں:

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب نے تھوڑے تھوڑے دن دودھ پلایا۔''

محمد میاں صدیقی سیرۃ حلبیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عاتکہ نامی تین لڑکیاں قبیلہ بن سلیم سے تھیں۔''

سیرۃ حلبیہ میں یوں اضافہ کیا گیا ہے:

''وہ تینوں کنواری تھیں۔''

اسد الغابہ میں حضرت سیابہ ابن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے:

سید اعظم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر فرمایا:

''میں عواتک کا بیٹا ہوں۔''

سیرت حلیبہ میں لکھا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں بنی سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں۔''

کیا یہ بات عجیب نہیں کہ ایک ہی قبیلہ کی تین عورتوں نے زیب کائنات ﷺ کو

Marfat.com

دودھ پلایا، اور سب کا نام عاتکہ تھا، اگر ایسا تھا تو سیرت پاک ﷺ کی تمام کتب ان کی رضاعت کے ذکر سے خاموش کیوں ہیں، اور جن کتب سیئر میں ان کا ذکر ہے بھی، ان میں بھی صرف رضاعت کے حوالہ سے یہ فقرہ ہی ملتا ہے:

''انہوں نے دودھ پلایا۔''

سراپا لطف و کرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پھر کہیں ان میں سے کوئی خاتون صاحب قرآن ﷺ سے کیوں نہیں ملی، ان کی کسی اولاد کا ذکر سیاح افلاک ﷺ کے رضاعی بہن بھائیوں میں کیوں نہیں ملتا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر تو ہر کتاب میں موجود ہے۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بھی کہیں کہیں ملتا ہے، لیکن عاتکہ نامی ان تین خواتین کے ذکر سے تاریخ خاموش کیوں ہے۔ خود سراپا رحمت و شفقت ﷺ نے اپنی رضاعی ماؤں کے ذکر میں انہیں کیوں یاد نہ فرمایا، اور اگر عاتکہ نامی تین خواتین نے جو ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں، تاجدار مدینہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، تو ان کے قبیلے کا اس حوالے سے بطور خاص ذکر کیوں نہیں ملتا۔

عمر رضا کحالہ کی کتاب ''اعلام النسائی عالمی العرب و الاسلام'' میں عرب کی بارہ عاتکہ نامی خواتین کا ذکر موجود ہے۔ جن کے نام یہ ہیں:

1- عاتکہ بنت الحسن احمد بن احمد العطار
2- عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل القریشہ
3- عاتکہ بنت شہدہ
4- عاتکہ بن عبد المطلب
5- عاتکہ بنت عبد الملک بن الحارث المخزومیہ
6- عاتکہ العتویہ
7- عاتکہ بنت عمرو بن یزید الاسدی
8- عاتکہ بنت الفرات بن معاویہ البکائی

Marfat.com

9- عاتکہ بنت مروان

10- عاتکہ بنت معاویہ بن ابی سفیان

11- عاتکہ بنت نعیم بن عبداللہ العدویہ

12- عاتکہ بن یزید بن یزید

عمر رضا کحالہ مشہور ماہر النساب ہیں، لیکن ان کی اس کتاب میں بھی بعض عواتک کا ذکر نہیں ملا، دیگر کتب میں عاتکہ نامی درج ذیل خواتین ایسی ملی ہیں، جن کا تذکرہ کحالہ کی محولہ بالا کتب میں نہیں تھا۔

1- عاتکہ بنت سعید بن زید

2- عاتکہ بنت عبداللہ بن نصلہ

3- عاتکہ بنت امیہ بن حارث بن اسد

4- عاتکہ بنت عبداللہ بن معاویہ

5- عاتکہ بنت عوف

6- عاتکہ بنت وہب

7- عاتکہ بنت ولید بن مغیرہ

8- عاتکہ بنت عامر کنانیہ

9- عاتکہ بنت اخف بن علقمہ

10- عاتکہ بنت خالد بن منقذ بن ربیعہ

11- عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر

12- عاتکہ بنت امیہ بن صلت ثقفی

عمر رضا کحالہ کی ایک دوسری کتاب ''معجم قبائل العرب القدیمہ والحدیثہ'' میں بھی بنو سلیم کا تذکرہ موجود ہے، مگر اس میں رضاعی ماؤں کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔

نقوش جلد نمبر ۲ میں قبیلہ بنی سلیم کے متعلق کچھ معلومات ہیں:

''بنو سلیم کے مکہ سے انتہائی قدیم اور قریبی تعلقات تھے، رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے اسلاف کی تیسری سے چھٹی نسل تک رسول اللہ ﷺ کی تین وادیاں جن کا ایک ہی نام ''عاتکہ'' تھا، بنو سلیم سے تعلق رکھتی تھیں، تاہم ان سے (یعنی اس قبیلہ سے) سید المبشرین ﷺ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ غالباً جان دو عالم ﷺ سے تعلقات ظہور اسلام سے قبل ہی بگڑ چکے تھے۔''

قبیلہ بنی سلیم کے اس تذکرہ میں دادیوں کے علاوہ کسی عورت کی رضاعت کے بارے میں کچھ نہیں ہے، یعنی اس قبیلہ کی تین رضاعی ماؤں کا کہیں وجود نہیں تھا۔ حالانکہ ڈاکٹر حمید اللہ کے اسی مضمون میں ''ہوازن'' میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا سرکار ابد قرار ﷺ کی رضاعی ماں کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔

اب یہ بات تو عیاں ہوئی کہ دراصل عاتکہ نامی خواتین نبی الامی ﷺ کی دادیاں تھیں، مگر سیرت طیبہ میں باقی کئی اہم مسائل کے علاوہ رضاعت کا مسئلہ بھی بہت الجھا ہوا تھا اور نازک مسئلہ ہے۔

اہل سیئر نے نہایت بے احتیاطی سے جو چاہا اضافہ کر دیا، تحقیق کی روایت کو اپنانا تو درگزر اس سے صرف نظر کرتے ہوئے گزر گئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے محض دادیوں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا، انہوں نے بھی کسی وضاحت کی ضرورت محسوس نہ کی، حالانکہ یہ وضاحت طلب امر ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کو چاہیے تھا کہ وہ وضاحت کرتے کہ وہ عاتکہ نامی دادیاں کون سی تھیں۔

عرب میں ایک عجیب رواج ہے کہ عرب کی خواتین کی جب تک شادی ہو کر پہلے بچے کی ولادت نہیں ہو جاتی، ان کا نام اور رہتا ہے، بچے کی ولادت کے بعد نام بدل دیا جاتا ہے، پھر تمام عمر پہلے نام کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے، اور پہلے نام کو پکارنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔

اب یہاں حضرت برکہ رضی اللہ عنہا ہی کی مثال لے لیجئے، برکہ رضی اللہ عنہا کے پہلے بچے ایمن کی ولادت ہوئی تو وہ برکہ سے ام ایمن ہو گئیں، اور پھر تاعمر وہ امِ ایمن ہی رہیں اور

Marfat.com

اس نام سے پکاری اور پہچانی جانے لگیں، برکہ نام کو بالکل فراموش کر دیا گیا۔

جب اجداد کی تلاش کے سلسلے میں ماضی کے اوراق کو کھنگالا گیا، تو پوشیدہ اسرار کھلتے چلے گئے، اور مزید معلومات کا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا۔

عاتکہ کے معنی ہیں طاہر۔

عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہا جاتا ہے، جو پاک اور طاہر ہو، لغت کی رو سے عاتک اور عاتکہ شریف وکریم اور خالص اللون وصافی مزاج کو کہا جاتا ہے۔

خصوصاً ایسی بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں رچی بسی ہوں کہ اس کی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہو، عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی۔''

صادق الامین ﷺ کا فرمان ہے:

اَنَا اِبْنُ الْعَوَاتِكْ۔

''میں عاتکہ نامی عورتوں کا بیٹا ہوں۔''

سرور کون ومکان ﷺ کے اس فرمان سے یہی جدات مراد ہیں۔

حبیب مکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر

انا ابن العواتك من بنی سلیم۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سیاح افلاک ﷺ کی وہ دادیاں جو بنی سلیم سے بھی ہیں، اور ان کے نام بھی ''عاتکہ'' ہیں وہ کون ہیں، مگر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے تو مجموعہ کمالات وحسنات ﷺ کے فرمان گرامی کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔ ورنہ اہل سیر میں سے تو بعض حضرات نے تو عاتکہ نام کی بنی سلیم کی تین عورتوں کو سید موجودات ﷺ کی رضاعی مائیں کہہ ہی رکھا ہے۔

جب اس سلسلے میں تاریخی حقائق کو ایام کے منظر نامہ پر پرکھا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ صاحب تاج المعراج ﷺ کے جد امجد عبد مناف کی والدہ جو قصی کی بیوی عاتکہ بنت فالج بن ذکوان اور عبد مناف کی بیوی عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور ہے، اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدی عاتکہ بنت

Marfat.com

الاوقص بن مرہ بن ہلال بن بالح بن ذکوان بن سلیم ہیں، اور یہی تین دادیاں ہیں، جن کا ذکر رسول محتشم ﷺ کی محولہ بالا حدیث پاک میں ہے۔

اس سے ہمارے محترم سیرت نگار حضرات کی اس اہم موضوع پر یہ ایک بے احتیاطی سامنے آتی ہے کہ صاحب لولاک ﷺ تو اپنی محترم دادیوں کا ذکر فرماتے ہیں، اور اپنے آپ کو بنی سلیم کی تین عواتک کا بیٹا قرار دیتے ہیں اس پر اظہار فخر فرماتے ہیں، اور ہمارے سیرت نگار کدو کاوش کی راہ اختیار کرنے کی بجائے اپنی مرضی سے یہ کہانی تخلیق کر لیتے ہیں کہ صاحب قرآن ﷺ کو بنی سلیم کی عاتکہ نامی خواتین نے دودھ پلایا۔

سیرت حلبیہ میں تو ان عواتک کو کنواری لڑکیاں کہہ کر اسے معجزہ قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں نبی رحمت مکرم ﷺ کے ذکر مبارک میں کچھ لکھنے کی کوشش میں مؤدب رکھے، اور ہمیں ایسی لغزش سے محفوظ رکھے، اور ہمیں توفیق دے کہ ہم حقائق ہی کو اپنے قلم کی زبان سے ادا کریں۔

اُم فروہ

میاں محمد صدیقی اپنی کتاب میں رضاعت کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''تین لڑکیاں قبیلہ بنی سلیم کی تھیں، جن میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا، ایک خاتون کا نام ام فروہ تھا، ام ایمن رضی اللہ عنہا کا بھی نام لیا جاتا ہے۔''

''اعلام النساء'' میں ام فروہ دو خواتین کا نام مذکور ہے۔ ام فروہ قاسم بن غنام کی دادی اور ام فروہ بنت ابی قحافہ۔ ام فروہ بنت ابی قحافہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام بھی ام فروہ رضی اللہ عنہا ہے۔ جو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم کی بیٹی ہیں۔

ابن سعد نے قاسم بن غنام کی دادی ام فروہ کے بارے میں لکھا ہے:

''اسلام لائیں اور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ سے روایت کی۔''

Marfat.com

اللہ رب العزت سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر قلم اٹھانے والوں کو معاف فرمائے، اور انہیں سچائی کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔

خولہ بنت المنذر

نبی طیب و طاہر ﷺ کو دودھ پلانے میں خولہ بنت المنذر کا نام بھی لیا جاتا ہے علامہ حلبی رقمطراز ہیں:

''شاید خولہ بنت المنذر دو ہوں، ایک سید کائنات ﷺ کو دودھ پلانے والی اور دوسری حضرت ابراہیم کی رضاعی والدہ۔''

اعلام النساء میں خولہ بنت المنذر کا ذکر تک نہیں ملتا، اگر چہ ایک خولہ سید الصادقین ﷺ کی خادمہ تھیں۔

طالب ہاشمی نے کچھ خواتین کا ذکر کیا ہے، جن کا نام خولہ ہے۔

ایک خولہ تو بنی سلیم کی بھی ہیں، حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام بھی خولہ تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام بھی خولہ بنت قیس ہے، ایک خولہ بنت عامر انصاریہ ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے والد کا نام المنذر نہیں۔

طالب ہاشمی ام بردہ خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بعض روایات میں ان کے والد کا نام منذر بن زید انصاری اور بعض میں زید انصاری آیا ہے۔ ان کا نکاح براء بن اوس انصاری سے ہوا۔''

ایک روایت میں ہے کہ انہیں نخلستان کا قطعہ مرحمت فرمایا، لیکن صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کی سعادت حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی۔

قاضی عیاض نے لکھا:

''ام سیف اور ام بردہ ایک ہی ہیں۔''

Marfat.com

لیکن علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی ﷺ میں لکھا ہے:

''قاضی عیاض کی تاویل اگرچہ کچھ مستبعد نہیں، مگر ام بردہ رضی اللہ عنہا کے شوہر برابن اوس رضی اللہ عنہ ابوسیف کی کنیت سے مشہور ہیں۔''

بنی سعد کی ایک عورت

مخبرِ صادق ﷺ کی رضاعت کے سلسلے میں لکھا جاتا ہے:

''حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بنی سعد کی ایک عورت نے بھی شفیع امم ﷺ کو دودھ پلایا تھا، بنی سعد کی اس عورت نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔''

صفی الرحمٰن مبارکپوری زادالمعاد ج ا ص ۱۹ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''شاہ عرب وعجم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ دودھ پلانے کے لیے بنی سعد کی ایک عورت کے سپرد کیے گئے تو اس عورت نے ایک دن سید المومنین ﷺ کو دودھ پلادیا، ان دنوں آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سید عالم ﷺ آپس میں دوہرے رضاعی بھائی بن گئے، ایک ثویبہ رضی اللہ عنہا اور دوسری بنی سعد کی اس عورت کی نسبت سے۔''

اب کچھ سیرت نگاروں نے اس عورت کا نام یوں تخلیق کیا:

''اس عورت کا نام سعدیہ تھا۔''

بنی سعد کی اس گمنام خاتون یا سعدیہ نام کی خاتون کے بارے میں جو معلومات فراہم ہوتی ہیں، ان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس میں کچھ حقیقت نہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مرشد حق ﷺ کے بارے میں افسانہ طرازیوں سے محفوظ رکھے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

منہ بولی مائیں

ماں کا رشتہ بہت مقدس رشتہ ہے، اس رشتے کا کوئی ثانی نہیں۔ جس طرح اللہ کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح ماں کے پیار کا بھی کوئی شریک نہیں۔ ماں بچے کی پیدائش کی ذمہ دار ہوتی ہے، اس کی پرورش، نگہداشت اور تربیت کا فریضہ اسی نے انجام دینا ہوتا ہے۔

بچے ماں سے شدید جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں۔

اللہ رب العزت اور سید الشاہدین ﷺ نے اپنی تعلیمات میں ماں کے احترام اور خدمت پر بہت زور دیا ہے، اتنا کسی اور رشتے کے بارے میں نہیں، یہاں تک کہ باپ کے بارے میں بھی نہیں۔

جس قدر محبت اور شفقت ماں کے دل میں اپنے بچے کے لیے موجود ہوتی ہے، اسے کوئی پیمانہ نہیں ماپ سکتا، ماں کی محبت ایک ایسے سمندر کی طرح ہے، جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں۔ ماں وہ ہوتی ہے جو بچے کی پیدائش سے اس کی پرورش اور نگہداشت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اسے اچھے اور برے کی تمیز سکھاتی ہے، اس کے دل و دماغ میں علم و شعور کے دیے روشن کرتی ہے۔

اگر ایسے میں کوئی اپنی حقیقی ماں کے علاوہ کسی دوسری خاتون کو ماں کا درجہ دیتا ہے، یا اسے ماں کہہ کر پکارتا ہے، اور اس کی تعظیم و تقدس اپنی سگی ماں کی طرح کرتا ہے، تو سوچنا چاہیے کہ آیا وہ خاتون اس بچے سے کس قدر محبت و شفقت کا اظہار کرتی ہے،

Marfat.com

اس کی پرورش و پرداخت میں کسی حد تک اور کیا کچھ نہیں کرتی ہوگی، جس کی بناء پر اس عظیم خاتون کو بھی ماں کا درجہ دیا جاتا ہے۔

سید النبیین ﷺ کی حقیقی ماں تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور ان جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اگر سیرت النبی ﷺ کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو کچھ ایسی خواتین سامنے آتی ہیں جنہیں نور مجسم ﷺ نے ماں کہہ کر پکارا اور ان کی وہی عزت و توقیر کی جو حقیقی ماں کی ہوتی ہے، ان سے اپنی ماں کی طرح شفقت و محبت فرمائی۔

رسالت مآب ﷺ کے بچپن کے تذکرہ میں ایسی جن لائق صد عزت و احتشام کا ذکر آیا ہے ان کا مختصر سا احوال بیان کیا جاتا ہے۔

1- حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

ابو طالب، سید عالم ﷺ کے شفیق چچا تھے، آپ نے ہر ہر قدم پر حبیب کبریا ﷺ کی دلجوئی و مدد فرمائی، آپ جب تک زندہ رہے نبی دو جہاں ﷺ پر محبت و شفقت کے پھول نچاور کرتے رہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ابو طالب کی بیوی تھیں، سید الصادقین ﷺ نے انہیں ماں کہہ کر پکارا ہے۔ انہوں نے بھی آپ ﷺ پر اپنی محبت کی چادر تان رکھی تھی۔ آپ ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح چاہتی تھیں، خود بھوکی رہتی تھیں اور آپ ﷺ کو کھلاتی تھیں۔

جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو سرور انبیاء ﷺ نے ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا:

''اے میری ماں! خدا آپ پر رحم کرے، آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہتی تھیں، مگر مجھے کھلاتی تھیں آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی مگر آپ مجھے پہناتی تھیں۔''

نبی طیب و طاہر اکمل و اجمل ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کے لیے لحد

Marfat.com

تیار کی اور خود ہی مٹی نکالی، سب کام کرنے کے بعد مجموعہ حسنات ﷺ ان کی قبر میں لیٹ گئے اور دعا مانگی۔

سید کائنات ﷺ دعا مانگ کر قبر سے باہر نکلے تو شدت غم سے آنکھیں نم ناک تھیں، اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ سید کائنات ﷺ کو کس قدر چاہتی تھیں کہ ان کے انتقال پر محبوب خدا ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

مخبرِ صادق ﷺ نے ان کے کفن کے لیے اپنی قمیض مبارک دی، اور ان کی قبر میں لیٹے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا سلوک کسی کے ساتھ نہیں کیا۔''

یہ سن کر سراپا رحمت وشفقت ﷺ نے فرمایا:

''ابو طالب کے بعد مجھ سے کسی اور نے اس خاتون سے بڑھ کر عمدہ سلوک نہیں کیا، میں نے انہیں اپنی قمیض اس لیے دی کہ انہیں بہشتی خلعت پہنایا جائے، اور ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں کہ انہیں عذاب قبر سے چھٹکارا ہو۔''

جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو منادی حق ﷺ ابوطالب کی سرپرستی میں آگئے، فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے مرشد حق ﷺ کی پرورش ونگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا۔ ہر طرح سے آپ ﷺ کا خیال رکھا، آپ ﷺ کی پرورش وخدمت اعلیٰ انداز میں کی۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا حضرت عبدالمطلب کے بھائی اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا انتہائی نیک مزاج، شریف خصلت اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں، آپ نے نبی مکرم ﷺ کو اپنی سگی اولاد کی طرح چاہا، اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا، آپ ﷺ کے کھانے کا خاص اہتمام فرماتیں، اور ماں کی طرح آپ ﷺ پر اپنی محبت وشفقت نچھاور کرتیں۔

نبی صادق وامین ﷺ بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے۔ آپ کو اپنی ماں کہتے۔

Marfat.com

آپ ﷺ اکثر آرام فرمانے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

''سید الثقلین ﷺ نے جب اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی تو اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا:

''میں پانی بھروں گا، اور فاطمہ بنت رسول اللہ (ﷺ) چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کرے گی۔''

2- حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سید الرسل ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں۔

فخر انسانیت ﷺ نے حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کو بھی اپنی ماں فرمایا۔

حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نے بھی اشراف الانبیاء ﷺ کی پرورش و خدمت میں حصہ لیا تھا، آپ نہ صرف نبی ارض و سماء ﷺ کی چچی تھیں بلکہ ان کے والد ابو وہب حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حقیقی ماموں بھی تھے۔

ابن ہشام کے مطابق وہب نے تعمیر کعبہ میں حصہ لیا تھا، اور اس موقع پر ابو وہب کی مدح میں عرب کے کسی شاعر نے کچھ اشعار کہے تھے۔

یہ واقعہ نبی صادق و مصدوق ﷺ کے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھنے کے وقت کا ہے۔

سید الشاکرین ﷺ، حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے:

''میری ماں کے بیٹے۔''

ہادی برحق ﷺ کبھی کبھی انہیں یہ بھی کہہ کر پکارتے:

Marfat.com

''میری ماں کے بیٹے اور میرے محبّ۔''

اس بات سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کس قدر محبت تھی کہ آپ ﷺ انہیں ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے بچوں سے بھی صاحب قرآن ﷺ بے حد محبت وشفقت فرماتے۔

ایک بار ام الحکیم رضی اللہ عنہا بنت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن ربیعہ بن حارث کو بھیجا سید کائنات ﷺ سے آپ ﷺ کی چادر مبارک بطور تبرک منگوائی، آپ ﷺ نے چادر بھیج کر کہلوایا:

''اس چادر کو دونوں بہنیں (ام الحکم اور ضباعہ) آپس میں بانٹ لو اور اوڑھو۔''

ام الحکم رضی اللہ عنہا کے شوہر کے بارے میں نبی طیب و طاہر ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا:

''پہلا خون جس کو میں معاف کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔''

3- حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اصل نام برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ تاجدار عرب و عجم ﷺ کی حبشی کنیز تھیں، آقائے نامدار ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''ام ایمن (رضی اللہ عنہا)، میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔''

صاحب لولاک ﷺ کی جب ان پر نظر پڑتی تو امی کہہ کر پکارتے۔

برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا یعنی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک عظیم خاتون تھیں۔ آپ سید کائنات ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں، اور صاحب تاج المعراج ﷺ کو ورثہ میں ملی تھیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، رحمت کائنات ﷺ سے بہت محبت و شفقت فرماتیں۔ رسول خدا ﷺ کی خدمت اور پرورش میں انہیں خاص مقام حاصل ہے۔

Marfat.com

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہمہ وقت سید البشر ﷺ کی خدمت میں رہتی تھیں جب آمنہ رضی اللہ عنہا، ننھے حضور ﷺ کو لے کر یثرب (مدینہ طیبہ) گئیں، تو اس وقت بھی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ جب مقام ابواء پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچیں۔

جب سید عالم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا، اور ان کا نکاح عبید بن زید سے کر دیا۔ حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہادی اکبر ﷺ نے جلیل القدر صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت حاصل تھی کہ ان کے دونوں شوہر مسلمان تھے، اور ان کے دونوں بیٹوں سے آپ ﷺ بہت محبت فرماتے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ خیر الخلائق ﷺ کے خاص خدمت گاروں میں سے تھے۔

حضرت ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ غزوہ حنین کے ان دس ثابت قدم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے، جنہوں نے سیاح افلاک ﷺ کے گرد دشمنوں سے بچاؤ کے لیے گھیرا ڈال رکھا تھا، اس غزوہ میں یہ بہادری و شجاعت کا مظاہر کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد، غزوہ حنین اور غزوہ خیبر میں شرکت کی یہ کئی احادیث کی راوی بھی ہیں، اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال پر مرثیہ بھی لکھا تھا۔

نبی ذی احتشام ﷺ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان کی کوئی بات رد نہ فرماتے تھے۔

4۔ حضرت سلمٰی بنت ابو ذویب رضی اللہ عنہا

حضرت سلمٰی بنت ابو ذویب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ آپ اسی

Marfat.com

نسبت سے رسول اللہ ﷺ کی خالہ لگتی ہیں۔

حضرت سلمٰی بنت ابو ذویب رضی اللہ عنہا جب سراج منیر ﷺ سے ملنے کے لیے آتی تھیں تو رحمت دو عالم ﷺ ان کے لیے زمین پر اپنی چادر بچھا دیتے اور انہیں ماں کہہ کر مخاطب کرتے، انہیں خوش آمدید کہتے۔

حضرت سلمٰی بنت ابوذویب رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر سید اعظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ جب یہ جانے لگیں تو نبی صادق ﷺ نے انہیں دوسو درہم اور کپڑے دیے، اور سواری کے لیے اونٹ بھی عنایت فرمایا، جس پر کجاوہ بھی موجود تھا۔

قائد انبیاء ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گاؤں شحط میں اپنے بچپن کے ابتدائی چند سال گزارے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے چونکہ آپ ﷺ کو بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بچوں سے آپ کے خاوند حارث بن عبدالعزیٰ سے اور آپ کی بہن سلمٰی بنت ابوذویب رضی اللہ عنہا سے بھی بے حد محبت رکھتے تھے۔

5- حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا اصل نام حذافہ تھا، مگر یہ شیما کے نام سے مشہور ہوئیں، محبوب خدا ﷺ نے انہیں بھی ماں کہہ کر پکارا ہے۔ یہ بھی حبیب دو جہاں ﷺ سے بے حد محبت وشفقت فرماتی تھیں۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نبی پرنور ﷺ کی رضاعی بہن تھیں، یہ اپنی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ رسول خدا ﷺ کی خدمت اور پرورش کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ کو کھلاتی تھیں، آپ ﷺ کو گود میں اٹھاتیں اور انہیں لوریاں سنایا کرتی تھیں۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو سید کائنات ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے لے گئیں تو حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا ان کی جدائی میں رو رو کر برا حال ہوگیا۔

Marfat.com

غزوہ حنین کے موقع پر حضرت شیما رضی اللہ عنہا، سید الشاہدین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہیں دیکھتے ہی رسول رحمت ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی تعظیم کی، ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی، رسول اللہ ﷺ کی چشمان مبارک فرط محبت سے نمناک ہوگئیں۔

بدر کامل ﷺ نے اس موقع پر اپنی رضاعی بہن حضرت شیما رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''اگر آپ میرے پاس رہنا چاہیں تو یہاں عزت و احترام سے رہیں، اور اگر اپنے علاقہ میں جانا پسند کریں تو آپ کو اجازت ہے۔''

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، اور اپنے علاقہ میں جانے کی خواہش ظاہر کی، رسول اللہ ﷺ نے انتہائی عزت واحترام اور توقیر کے ساتھ انہیں رخصت کیا انہیں لونڈی اور غلام کے علاوہ مال ومتاع بھی عنایت فرمایا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

حضور ﷺ کی پرورش و خدمت کرنے والے

نبی آخر الزماں ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ آپ ﷺ کو والدہ محترمہ کا سایہ عاطفت بھی زیادہ دیر تک نصیب نہ ہوا۔

آپ ﷺ کے والدین کے علاوہ آپ ﷺ کی پرورش، خدمت اور کفالت کی سعادت جن لوگوں کو نصیب ہوئی، یہ سب رسول اللہ ﷺ کے قریبی عزیز تھے۔

ان میں سے کسی نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا کسی نے گودوں میں کھلایا کسی نے لوری دینے کا شرف حاصل کیا، کسی نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، کسی نے آپ ﷺ کو زبان سکھائی، کوئی آپ ﷺ کو سفر پر ساتھ لے گیا، تو کسی نے آپ ﷺ کی حفاظت کے خیال سے سفر کرنا چھوڑ دیا۔

کوئی انہیں اٹھا کر کعبۃ اللہ میں لے جاتا، کوئی انہیں کعبۃ اللہ میں اپنی مسند پر بٹھاتا، اور کوئی آپ ﷺ کی خدمت اور پرورش کے لیے اپنے بچوں کو بھول جاتا، اور آپ ﷺ پر آنے والی ہر مصیبت کو اپنے سینہ پر روکتا۔

کتنی خوش قسمت تھیں یہ ہستیاں، جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی کفالت و پرورش کی، یہ کتنی بڑی سعادتیں ہیں، ان سعادتوں کو حاصل کرنے والے، خوش قسمتی کے بام بلند کو چھو لینے والے کون تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت و شفقت، اپنائیت اور اخلاص کا اظہار کرنے والے یہ

Marfat.com

خواتین وحضرات ہمارے لیے کتنے محترم ومکرم ہیں۔ ان کی عظمتوں کو سلام کرنے کے لیے ہماری گردنیں جھک جانی چاہئیں، ان کی عظمتوں کا ذکر ہمارے لیے کتنی سعادتوں کا اہتمام ہے۔

سلام ان معطر روحوں پر جنہوں نے نبی برحق ﷺ پر محبتوں کے پھول نچھاور کیے۔ ان سے محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔ ان کی پرورش وکفالت کی۔ انہیں زمانے کے سرد وگرم سے بچانے کا اہتمام کیا، ان کی عظمتوں کو بیان کرنے کے لیے ان عظیم شخصیات کے بیان میں یہ باب تحریر کیا جارہا ہے۔

1- حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا (والدہ محترمہ)

باعث ایجاد عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام وہب بن عبدمناف تھا، یہ بنی زہرہ کے سردار تھے، قریش میں نہایت محترم تھے۔

مرشد انس وجاں ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نسب سید ظاہر وباطن ﷺ کے اجداد میں سے کلاب سے جاملتا ہے۔

غمخوار امت ﷺ کے والد کی طرف سے اوپر کی چھ پشت اور والدہ کی طرف سے پانچ پشتوں میں یہ دونوں خاندان کلاب پر جاکر مل جاتے ہیں۔

نسب یہ ہے:

وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔

سید اولین وآخرین ﷺ کی والدہ محترمہ اور آپ ﷺ کی نانیاں سب شریف خاندانوں سے تھیں۔

سید الابرار ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے، ان کے دل میں رحم اور فیاضی بے انتہا تھی، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بھی اللہ رب العزت نے بہترین خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔

وہ نسب میں قوم بھر میں افضل ہونے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اور طیب تھیں، انتہائی

Marfat.com

پرہیز گار خدا پرست خاتون تھیں، حسن و جمال میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا، آپ بڑی پارسا، خاموش طبع اور بلیغ خاتون تھیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا قریشی لڑکیوں میں اپنی خاندانی شرافت، اخلاقی طہارت، حسن صورت، خوبی سیرت، شرافت طبع، سنجیدگی، مزاج اور خداداد عقل و تمیز کی حامل تھیں۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں۔

قریش کے سردار حضرت عبدالمطلب کے تمام صاحبزادے ممتاز اور نامور تھے۔ مگر حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ستودہ صفات تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا رشتہ وہب بن عبد مناف کی بیٹی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے طے کر دیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نکاح یکم جمادی الآخر دوشنبہ (پیر) کے روز ہوا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نکاح کے چند ماہ بعد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عبدالمطلب ہی کے مکان پر رہائش پذیر رہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک دلدوز مرثیہ کہا تھا، جن کے اشعار کا مفہوم یہ ہے:

''آل ہاشم یعنی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے بطحا کی سمت خالی ہوگئی
وہ شور و غوغا کے جہان سے نکل کر لحد کے مجاور بن گئے
موت نے انہیں پکارا تو انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا
موت نے لوگوں میں ابن ہاشم (عبداللہ رضی اللہ عنہ) جیسا کون چھوڑا ہے یعنی ان کی مثل اب دنیا میں کون رہ گیا ہے
ان کے دوستوں نے ان کے جنازہ کا تخت اٹھایا ہوا تھا، اور وہ کندھا دینے کے لیے ایک دوسرے کے مزاحم ہوتے تھے، یعنی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے
موت نے انہیں بغیر کچھ بتائے اپنی آغوش میں لے لیا، اور ان کے جانے

Marfat.com

کا افسوس کیوں نہ ہو جبکہ وہ کثرت کے ساتھ عطا کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے تھے۔"

شاہد عالم ﷺ کے والدین کی آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہ تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جس رات محمد (ﷺ) کی ولادت ہوئی، میں نے ایک نور طلوع ہوتے دیکھا، جس سے شام کے ملک اس قدر روشن ہوگئے کہ میں نے اس روشنی میں شام کے محل دیکھ لیے۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کا نام احمد (ﷺ) رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"جب سید الصادقین ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی تو حجون کے مقام پر جس کے نیچے قبرستان ہے، اور قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر سکھایا کرتے تھے۔ اس مقام کے جن نے کوہ ابوقبیس کے جن کو سید ارض و سما ﷺ کی ولادت کی شہادت جن اشعار میں دی ان کا ترجمہ یہ ہے:

"میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ کسی نے اتنے سعادت مند اور نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

جیسا کہ بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والی قابل صد افتخار امتیازی اوصاف کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے کو جنم دیا ہے۔

تحقیق اس نے جنم دیا ہے اس ذات اقدس ﷺ کو جو سب مخلوق میں سے بہتر ہیں اور احمد ﷺ کے پیارے نام سے موسوم۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے۔"

اب کوہ ابوقبیس پر موجود جن نے اس مبارک خبر کو پا کر جو اشعار کہے، ان کا ترجمہ یہ ہے:

"اے بطحا کے رہنے والو! دھوکہ نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو، اور سابقہ

Marfat.com

اعمال وافعال سے حقیقت امر معلوم کرو۔

بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتداء اور انتہا دونوں میں تمہارا ہی حصہ ہے اور وہ شاخ اور سرو ناف کے رشتہ میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

مگر تم گزشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں، ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ ماں بتلاؤ۔

جس کا بیٹا بنی زہرہ کی لاڈلی ماں آمنہ رضی اللہ عنہا کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقام نبوت کے مالک ہیں، اور خدا ترس اور پابند احکام خداوند اعلیٰ ہیں۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے افضل المخلوقات ﷺ کو آپ ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے وقت جو اشعار کہے ان کا مفہوم یہ ہے:

''میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں، اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے۔''

جب ہادی اکبر ﷺ کی عمر مبارک دو سال ہوئی اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ چھڑالیا تو اپنے وعدہ کے مطابق آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئیں، مگر وہ آپ ﷺ کی جدائی کا سوچ کر ملول اور رنجیدہ تھیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ محمد ﷺ آپ ہی کے پاس رہیں، مگر وعدہ ایفا کرنا بھی ضروری تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کی:

''ان دنوں مکہ کی فضاء سے بیماری اور گرمی کا خطرہ ہے، اس لیے ننھے حضور ﷺ کو ہمارے ساتھ جانے دیں۔''

ماں کا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیٹا اب مزید دور رہے، مگر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے ہر طرح سے شفیق ماں کو قائل کرنے کی کوشش کی، منت سماجت سے کام لیا، پھر کہیں جا کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات کو تسلیم کرلیا، اور یوں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

ننھے محمد ﷺ کو لے کر اپنے قبیلہ میں واپس لوٹیں۔

جب آپ ﷺ اپنی زیست مبارک کی پانچ بہاریں دیکھ چکے تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا انہیں واپس مکہ مکرمہ لائیں، اور انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔

محمد حسین ہیکل رقمطراز ہیں:

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہمراہ اپنے میکہ بنی نجار میں آئیں۔ بنی نجار میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے اور اس جگہ کو نابغہ کہتے ہیں۔ دراصل ان کے دل میں خواہش تھی کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کریں۔ اس مقام پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک ماہ قیام فرمایا، اور آپ ﷺ کو وہ مکان دکھایا، جہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا اور وہ جگہ دکھائی جہاں وہ آسودہ خاک تھے۔ سارہفت آسمان ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے بچپن میں کیے گئے سفر مدینہ کے حالات سنائے، آپ ﷺ فرمایا کرتے:

''یہاں ایک لڑکی انیسہ رہتی تھی، جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی، اور بنی عدی بن النجار کی باولی میں خوب تیرنا سیکھ لیا تھا۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آکر بیٹھا کرتا تھا، بچے اسے اڑایا کرتے تھے، اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھیں۔''

مدینہ میں ایک ماہ قیام کرنے کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئیں مگر راستے میں مقام ابواء پر بیمار پڑ گئیں۔ اس وقت شفا خانوں کا رواج نہ تھا، عطائی طبیب جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے یا پھر کاہنوں اور راہبوں سے جھاڑ پھونک عمل پڑھوائے جاتے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری اور غم گساری کے لیے وہاں پردیس میں کون بیٹھا تھا۔ بس لے دے کر برکہ (ام ایمن رضی اللہ عنہا) تھیں جو تیمارداری کرتیں، اور پورے سفر میں ان کی رفاقت بہت کچھ کام آئی، بیمار اور نحیف آمنہ رضی اللہ عنہا کی غمگساری اور خدمت گزاری میں برکہ (ام ایمن رضی اللہ عنہا) نے ذرا برابر کوتاہی نہ کی، مگر

Marfat.com

آمنہ رضی اللہ عنہا اس مرض سے جانبر نہ ہوسکیں، اور ابواء ہی کے مقام پر فوت ہوگئیں۔

ابونعیم نے زہری کے طریق پر دلائل النبوت میں روایت کیا ہے:

''حضرت اسماء بنت رہم رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے وقت ان کے پاس موجود تھیں۔ اس وقت شاہ کونین ﷺ کی عمر مبارک پانچ برس تھی، اور آپ ﷺ ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور کچھ اشعار کہے۔

جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے بیٹے! اللہ آپ (ﷺ) کو برکت عطا فرمائے۔ آپ (ﷺ) اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے۔

جنہوں نے بلند شان کے مالک اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی زندگی بچانے کے لیے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلے میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹ کا فدیہ دیا گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اگر وہ درست ہے تو آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں گے۔

آپ (ﷺ) حلت و حرمت کے لیے اس دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے، جو دین آپ (ﷺ) کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپ (ﷺ) کی حفاظت فرمائے گا، اور آپ (ﷺ) کی دوستی ان لوگوں سے نہیں ہوگی، جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔''

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''ہر زندہ کے لیے موت ہے، ہر ایجاد کا اختتام ہے، اور ہر بڑی عمر والے کے لیے فنا ہے۔

میں مرجاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا، اس لیے کہ میں نے پاکیزہ بچوں کو

Marfat.com

طاہر کو جنم دیا ہے، اور اپنی یاد کے لیے خیر کو چھوڑا ہے۔"

الخصائص الکبریٰ میں ہے:

"سماعہ بنت الجارھم کی والدہ کے مطابق جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو ہم نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا، اور اس نوحہ کو یاد رکھا۔"

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

"وہ جوان خاتون جو محسنہ اور مطیع خدا اور امینہ ہیں اور انتہائی باوقار جمال وعفت کی مالکہ ہیں، ہم لوگ ان کو روتے ہیں

وہ مقدس بی بی جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صاحب قرینہ زوجہ مکرمہ اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سکون وراحت دینے والی والدہ معظّمہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا ان کی امی جان ہیں جو مدینہ منورہ میں صاحب منبر ہوں گے۔

لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا کو خوشی سے سپرد لحد نہیں کیا جا سکتا۔"

سراپا رحمت وکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پانچ یا چھ برس تھی۔

انوار محمدیہ میں یہ ہے:

"چھ برس کی عمر میں آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا یثرب (مدینہ منورہ) لے گئیں، اور وہاں ایک ماہ قیام کیا، اور واپسی پر راستے ہی میں فوت ہوگئیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی عمر مبارک چھ برس ہی تھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے تقریباً بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا (حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا) کے ہمراہ واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں فوت ہوگئیں، اور وہیں دفن کی گئیں۔

سیرت دحلانیہ میں لکھا ہے:

"بعض نے کہا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو "حجون" میں دفن کیا گیا تھا۔ بعض نے روایتوں کو ملا کر کہا:

Marfat.com

''پہلے آپ کو ابواء میں دفن کیا گیا، اور پھر وہاں سے آپ رضی اللہ عنہا کا تابوت حجون کے قبرستان میں منتقل کر دیا گیا لیکن درست یہی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ابواء ہی میں دفن کی گئی ہیں۔''

غزوہ احد کے موقع پر جب جنگ کے ارادہ سے کفار کا لشکر ابواء کے مقام پر پہنچا تو اس لشکر میں سے کچھ کفار نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کو اکھاڑنے کی اور قبر کی بے حرمتی کرنے کی سازش تیار کی کہ محمد ﷺ کی والدہ کی قبر چونکہ اس مقام پر ہے اس لیے اسے اکھاڑا جائے۔ جس کے بیٹے کو خدا تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے، اور جن کے ساتھیوں نے بدر میں ہمیں شکست دی ہے۔ ان سے انتقام لینے اور انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کا یہ ایک انوکھا انداز تھا، مگر جب قائدین کفر تک یہ تجویز پہنچی تو انہوں نے اس کے تمام نتائج وعواقب پر غور کیا اور یہ ارادہ ملتوی کر دیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح لاشوں کی بے حرمتی کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر شفیع الامم ﷺ مقام ابواء سے گزرے تو فرمایا:

''اللہ نے محمد (ﷺ) کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔''

پھر آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر گئے۔ قبر مبارک کو اپنے دست مبارک سے درست کیا اور بے اختیار رو دیے۔

باعث ایجاد عالم ﷺ کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے اور عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو رونے سے منع فرماتے ہیں۔''

غمخوار امت ﷺ نے فرمایا:

''ان کی ممتا مجھے یاد آ گئی اور میں رو دیا۔''

2- حضرت حلیمہ بنت ابوذویب رضی اللہ عنہا (رضاعی ماں)

حضور ﷺ کی ولادت مبارک کا زمانہ وہ زمانہ تھا، جب عرب اپنے بچوں کو

Marfat.com

رضاعت، ابتدائی پرورش اور فصاحت و بلاغت کے لیے دیہات کی کھلی آب و ہوا میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اس طرح بچے دیہات کی کھلی آب وہوا میں پرورش پاتے، اور دوران پرورش ان کے اخلاق میں اعتدال اور سلامتی طبع نمایاں ہو جاتی تھی، اس کے علاوہ وہ شہر کے مفاسد سے بھی محفوظ و مامون رہتے تھے، اور وہاں رہ کر وہ صحیح اور فصیح زبان بھی سیکھ لیتے تھے۔

اس کام میں قبیلہ بنی سعد کی خواتین اپنا ثانی آپ تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی پرورش و خدمت کی۔ آپ ﷺ کو اپنا پاکیزہ و طاہر دودھ پلایا۔ آپ ﷺ کو فصیح و بلیغ زبان سے آشنا کیا۔

فخر عرب وعجم ﷺ نے ان کے گھر میں اپنی پرورش کا آغاز کیا تو خدائے بزرگ و برتر نے ان کے گھر اپنی رحمتوں اور فیوض و برکات کی چادر تان دی۔

سوامی لکشمن پرساد اپنی تصنیف عرب کا چاند میں رقمطراز ہیں:

''کچھ تو سرور کون و مکاں ﷺ کی صورت ہی من موہنی تھی۔ اس گلدستہ جمال، اس پیکر حسن کو دیکھ کر کس کے دل میں محبت کے جذبات نہ پیدا ہو جاتے۔ اس حسن و جمال پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی کایا ہی پلٹ گئی، اس لیے گھر بھر آپ ﷺ کا گرویدہ ہو گیا۔

آپ ﷺ کی خاطر داری اور پرورش میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جانے لگا۔''

دودھ چھڑانے کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نہ چاہنے کے باوجود سید الانبیاء ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئیں، مگر دل چاہتا تھا کہ ابھی سید عالم ﷺ ان کے پاس رہیں۔ اس لیے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے جو گزارش کی، اسے رحیم دہلوی یوں بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

''آپ اس دریتیم ﷺ کو، میرے بچے کو، میری جان کو، میرے لاڈلے کو ابھی کچھ دن ہمارے پاس اور چھوڑ دیں تو اس میں توانائی آجائے گی، اور اس وقت تو مکہ کا حال بھی یہ ہے کہ یہاں موسم برا ہے اور ہوا خراب ہے، اور وبا زور شور سے پھیلی ہوئی ہے۔ اس حال میں بچے کو یہاں چھوڑتے ہوئے دل ڈرتا ہے۔ ایسے میں میرے ہاں، میری نظروں کے سامنے رہیں گے تو میری خاطر جمع رہے گی۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''جب میں نے بہت ضد کی اور اونچ نیچ سمجھائی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا انہیں میرے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہو گئیں۔''

یوں رضاعت کے بعد اب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی ذمہ داری صرف سید الصادقین ﷺ کی پرورش و خدمت تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے اجازت پا کر ننھے حضور ﷺ کو لے کر خوشی و مسرت سے اپنے گاؤں کی طرف بڑھ رہی تھیں، جب وہ وادی سعد پہنچیں تو حبشہ کے کچھ لوگ ساتھ آملے، انہوں نے غور سے سید سادات ﷺ کو دیکھا، اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:

''کیا ان (ﷺ) کی آنکھوں کی سرخی ہر وقت یونہی رہتی ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اثبات میں جواب دیا۔

اس پر وہ کہنے لگے:

''خدا کی قسم! یہ نبی (ﷺ) ہیں۔''

اس طرح ایک بار ذوالمجاز سے گزریں تو ایک قیافہ شناس نے دیکھا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا:

''اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کر دو، کیونکہ یہ تمہارے اہل دین کو قتل

Marfat.com

کردے گا۔تمہارے بت توڑے گا اور تمہارے اوپر غلبہ پالے گا۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جلدی سے وہاں سے نکل آئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹی حذیفہ (شیما رضی اللہ عنہا) ہمہ وقت سائر ہفت آسماں ﷺ کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتیں، آپ ﷺ کو ایک لمحہ کے لیے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتیں۔

باعث ایجاد عالم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے اپنے رضاعی بہن بھائیوں کا پوچھا، جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے بھی ساتھ جانے پر اصرار کیا، اور اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے کر خوشی و مسرت کے ملے جلے جذبات سے شاداں و فرماں بہن بھائیوں کے ساتھ جانے لگے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ یہودی گزرے تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے سید خیر الوریٰ ﷺ کی ولادت سے قبل اور بعد از ولادت کے معجزات اپنی ذات سے منسوب کر کے بیان فرمائے، اور جو جو واقعات رضاعت و پرورش کے دوران میں رونما ہوئے، وہ بھی ان سے بیان کر کے فرمایا:

''اس فرزند (ﷺ) کے متعلق کیا بتا سکتے ہو؟''

یہودیوں نے پہلے تو آپس میں مشورہ کیا، پھر کہا:

''اس بچے کو مار ڈالنا چاہیے۔''

انہوں نے پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:

''کیا یہ یتیم ہیں؟''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''نہیں، میں اس کی ماں اور یہ ان کے باپ ہیں۔''

اس پر یہودیوں نے کہا:

Marfat.com

''اگر یہ یتیم ہوتے تو ہم انہیں ضرور مار ڈالتے، کیونکہ ان میں آخری نبی (ﷺ) ہونے کی تمام خصوصیات موجود ہیں، مگر ان کا یتیم ہونا بھی ان نشانیوں میں شامل ہے۔''

مرشد انس و جاں ﷺ پانچ برس تک بنی سعد کے اس قبیلہ میں پرورش پاتے رہے۔ اس عرصہ میں دو تین بار حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئیں۔ پانچ سال تک پرورش و خدمت کی اور پھر بعد میں بادل نخواستہ اس متاع عزیز کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر کے اپنے قبیلہ کی طرف واپس روانہ ہوئیں۔

علماء لغت و ادب کے نزدیک واقف اسرار ﷺ کی فصاعت و بلاغت کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اللہ رب العزت نے لسان نبوت کو پاکیزہ اسلوب بیان اور شستہ انداز کلام سے مزین کرنے کے لیے آپ ﷺ کی تربیت کا بندوبست قبیلہ بنو سعد میں فرمایا تھا۔ یہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن عرب کے بدوی قبائل میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے، اور قریش کے شرفاء وسادات اپنے بچوں کی رضاعت و پرورش کا بندوبست عموماً اسی قبیلے میں کیا کرتے تھے، یہیں ہادی اکبر ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی، اسی لیے آپ ﷺ کے اس ارشاد میں جس کی تشریح گزر چکی ہے، ان الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے:

''میری پرورش قبیلہ سعد میں ہوئی ہے۔''

''میں عربوں میں سب سے بہتر اظہار خیال پر قادر ہوں، میری پیدائش قریش میں ہوئی، اور میری پرورش، بنو سعد میں ہوئی تو میرے کلام میں اور لحن کہاں سے آتی؟''

سید الرسل ﷺ نے جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کی اجازت لے لی، تو آپ ﷺ کے بکریوں کے ساتھ چراگاہ

Marfat.com

میں جاتے ہی بکریوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ بکریاں پہلے سے زیادہ دودھ دینے لگیں۔ چراگاہوں کی ہریالی میں اضافہ ہوگیا، اور بنی سعد خوش ہوگئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''ہادی انسانیت ﷺ کے باعث میرے گھر میں بہت برکت تھی جب سے آپ ﷺ کے قدم مبارک میرے گھر میں آئے تھے، مجھے چراغ کی حاجت کسی رات کو نہ ہوئی تھی، تمام مکان سید سادات ﷺ کے چہرہ انور کے نور سے ہمیشہ روشن و درخشاں رہتا، اور مجھے جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی، اور میں اندھیرے کمرے میں جاتی تو وہ آپ ﷺ کے نور سے روشن ہوجاتا، اور میں بلا تکلف اس روشنی سے اپنی مطلوبہ چیز لے لیتی۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

''میری ایک بکری کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا، وہ بکری سید المعجزات ﷺ کے پاؤں سے لپٹ گئی، آپ ﷺ نے اس کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر ہاتھ پھیرا تو وہ فوراً اچھا ہوگیا۔''

والی دو جہاں ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اکثر آپ ﷺ کو دیکھنے آیا کرتی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو بے حد محبت تھی۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے ہمیشہ اچھا سلوک فرماتے، ان کی عزت و توقیر اور تعظیم فرماتے۔ ان کا بے حد احترام فرماتے۔ ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

سید الاولین و آخرین ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف حضور ﷺ کو دو برس تک دودھ پلایا، بلکہ بعد میں پرورش میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

ایک بار مکہ اور اس کے نواح میں شدید قحط نمودار ہوا۔ اس موقع پر حضرت حلیمہ

Marfat.com

سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے عظیم بیٹے حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ اس وقت سید الابرار ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو چکی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں مال کی کمی کی گزارش کی اور فرمایا:

''سخت قحط کی وجہ سے مویشی مر گئے ہیں۔''

اس پر سخی عالم ﷺ نے انہیں چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔

مولانا اسلم جیراج پوری لکھتے ہیں:

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو صاحب تاج المعراج ﷺ جوش مسرت میں بے خود ہو کر ان کے استقبال کو دوڑے اور میری ماں کہہ کر ان سے لپٹ گئے۔ جیسے بچپن میں لپٹا کرتے تھے، ان کے لیے اپنی چادر بچھائی، احوال پوچھا، پھر جو حاجت انہوں نے بیان کی، وہ پوری کی اور عزت و احترام سے رخصت کیا، جاتی دفعہ چالیس بکریاں اور اونٹ عطا فرمائے۔''

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سید الشاہدین ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے نہایت حسن سلوک سے پیش آیا کرتی تھیں۔

سیرت دحلانیہ میں ہے:

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تنگدستی کی شکایت کی، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیس بکریاں اور جوان اونٹ عطا فرمائے۔''

ایک روایت کے مطابق بکریوں اور اونٹ کی تعداد چالیس تھی۔

علامہ سہیلی نے ''روض الانف'' میں لکھا ہے:

''ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، مرشد انس وجان ﷺ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوئیں، تو شاہ کونین ﷺ نے انہیں کئی اونٹنیاں مرحمت فرمائیں، جس پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہوئیں۔"

ابن جوزی، منذری اور ابن حجر نے ان کے اسلام لانے کی توثیق کی ہے۔

ابن حجر نے شرح ہمزیہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کے بارے میں لکھا ہے:

"حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت حارث بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو اسلام کی توفیق نصیب ہوگئی تھی، اور ان کے اسلام سے انکار کرنے والا غلط کہتا ہے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی، اور مدینہ منورہ میں رحلت فرما کر جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور ان کی قبر مبارک مشہور زیارت گاہ ہے۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت حارث بن عبدالعزیٰ اعلان نبوت کے بعد مکہ آئے، اور مشرکین کے بہکانے کے باوجود انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اور اس پر ثابت قدم رہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے بارے میں ابن اثیر لکھتے ہیں:

جب یہ مکہ آئے تو قریش نے انہیں کہا:

"تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے بیٹے کیا کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ لوگوں کو مرنے کے بعد پھر زندہ کرے گا، اور ایک اور عالم ہے جہاں نافرمانوں کو سزا اور فرمانبرداروں کو اللہ انعام دے گا۔ تمہارے بیٹے نے ہمارے معاملات کو برہم کر دیا ہے، اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیا ہے۔"

حضرت حارث رضی اللہ عنہ یہ سن کر سید ارض و سماء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"لوگ یوں کہتے ہیں کیا یہ سچ ہے۔"

Marfat.com

ہادی برحق ﷺ نے فرمایا:

''ہاں یہ سچ ہے، اور وہ دن آئے گا جب میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر آج کی بات دکھا دوں گا۔''

اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے، ان کا اسلام عمدہ رہا، اور وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

''جب میرا بیٹا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی بیان کی ہوئی باتیں دکھا دے گا، تو جنت میں داخل کیے بغیر مجھے نہ چھوڑے گا۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بچوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ میں شمار کیا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو صحابیات میں شامل کیا ہے۔

مولانا مودودی اپنی کتاب ''سیرت سرور عالم ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''فتح مکہ کے موقع پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بہن سے آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔''

سیرت دحلانیہ میں ابن اثیر کے حوالہ سے ابنِ طفیل کی روایت نقل کی گئی ہے:

''غزوہ حنین کے موقع پر شاہد عالم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں۔''

ابن اثیر کی ''اسد الغابہ'' میں ابن طفیل اور ابو الفضل کے حوالہ سے روایت درج ہے مگر یہ دونوں راوی غزوہ حنین کے وقت کم سن بچے تھے۔

مولانا مودودی اپنی کتاب کے حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں:

''حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ابن اثیر کا بیان ہے:

''ہادی انسانیت ﷺ کی بعثت سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔''

Marfat.com

استیعاب میں ابن عبدالبر نے عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے:

''سید ظاہر و باطن ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جنگ حنین کے موقع پر آئیں، تو نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے، اور اپنی چادر بچھا کر انہیں اس پر بٹھایا۔''

یہ بات ذہن نشین رہے کہ غزوہ حنین 8ھ میں پیش آیا، اور اس وقت صاحب قرآن ﷺ کی عمر مبارک تقریباً ساٹھ برس تھی، اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی عمر آپ ﷺ سے کم از کم دس برس تو زیادہ ہوگی۔ اس طرح حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی عمر غزوہ حنین کے وقت تقریباً 72 سال ہوگی، اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سے اگر بیس برس چھوٹی ہوں تو 8ھ میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹۲ سال بنتی ہے۔ اس لیے قوی امکان ہے کہ وہ حضرت شیما رضی اللہ عنہا تھیں، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نہیں تھیں۔

3- حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا اصل نام حذافہ تھا، اور وہ حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور تھیں۔ حضرت شیما رضی اللہ عنہا سید الرسل ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بیٹی تھیں۔ آپ کے والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔

جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہادی اکبر ﷺ کو پرورش کے لیے اپنے گھر گئیں تو اللہ رب العزت نے اپنی نعمتوں، برکتوں اور فیوض سے آپ کے گھر کو مالا مال کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت شیما رضی اللہ عنہا ننھے محمد ﷺ کو کھلایا اور کھیلایا کرتیں۔ آپ ﷺ کو لوریاں دیا کرتیں۔

سائر ہفت آسمان ﷺ نے اپنی حیات پاک میں بچپن کے چند قیمتی سال حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر اور اپنی رضاعی بہن حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیل کود کر گزارے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتی تھیں۔ ایک

Marfat.com

روز وہ غافل ہوگئیں، مگر حضرت شیما رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکلیں تو انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے ہمراہ پایا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت شیما رضی اللہ عنہا سے کہا:

''انہیں اتنی گرمی میں لیے پھرتی ہو۔''

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اماں جان! میرے بھائی نے دھوپ کی گرمی محسوس نہیں کی، اس لیے کہ بادل آپ ﷺ پر سایہ کرتا تھا، جب یہ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب چلتے تو بادل بھی چلتا، یہاں تک کہ ہم اس جگہ آپہنچے ہیں۔''

حضرت شیما رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کی پرورش، خدمت، تربیت اور دیکھ بھال میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا گھر کے کاموں میں مصروف ہوتیں تو شیما رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو اٹھائے اٹھائے پھرا کرتیں بہلاتیں، نہلاتیں اور کپڑے بدلا کرتیں۔

محمد بن المجل الازدی نے کتاب الترقیص میں ذکر کیا ہے:

''شیما رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو کھلایا کرتیں، اور جو شعر پڑھا کرتیں، اس لوری کا ترجمہ یہ ہے۔''

''ہمارے پروردگار! ہمارے بھائی محمد (ﷺ) کو تو سلامت رکھ، یہاں تک کہ ہم ان کو جوان اور بالغ دیکھ لیں، اور پھر ان کو سید وسردار قوم پائیں۔ ان کے ساتھ دشمنی وحسد رکھنے والوں کو ذلیل کر، اور ان کو ایسی عزت دے جو ابدالآباد تک قائم رہے۔''

ابوعروہ الازدی جب یہ گیت پڑھتے تو کہتے:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی دعا کو کیسا شرف قبولیت سے نوازا۔''

ڈاکٹر حمید اللہ، حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی اس لوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''اس کے مندرجات عام بچوں پر صادق نہیں آتے۔ خاص محمد ﷺ سے مخصوص معلوم ہوتے ہیں، اور ایک جاہل بدوی نوعمر لڑکی سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی، وہ اپنے گھر کی مروجہ لوریاں ہی سنا سکتی تھی۔''

ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ بات درست ہے کہ یہ لوری حضور ﷺ سے مخصوص لگتی ہے، کیونکہ یہ عام بچوں کو دی جانے والی لوری نہیں، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ لکھنا سراسر غلط ہے۔

''ایک جاہل بدوی نوعمر لڑکی سے گھر کی مروجہ لوریاں کے علاوہ توقع نہیں کی جاسکتی۔''

نہ تو بچہ معمولی تھا، اور نہ ہی بچے کی پرورش اور خدمت کرنے والے عام لوگ تھے۔ جنہیں ڈاکٹر حمید اللہ بغیر سوچے سمجھے ''جاہل بدوی'' قرار دے دیں۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا اجمل واکمل ﷺ کو لوریاں دیتے ہوئے، یہ بھی کہا کرتیں:

''میرے بھائی کو میری ماں نے نہیں جنا، اور نہ ہی میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں۔

اے اللہ! انہیں نیند آجائے، جو میری نیند ہے۔''

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سید ارض وسما ﷺ کی رضاعی بہن ہیں، اور سید عالم ﷺ نے اپنا سارا بچپن ان کے ساتھ گزارا، اور آپ ﷺ نے ان کی اس وقت تک کی خدمت کو ہمیشہ یاد رکھا۔

جب حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی نبی رحمت کل جہاں ﷺ سے تقریبا پچیس سال کے بعد غزوہ حنین کے موقع پر ملاقات ہوئی تو انہیں پہچان کروائی دو جہاں ﷺ کھڑے ہوگئے، انہیں دیکھ کر شفیع الامم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا کر انتہائی توقیر اور تعظیم سے بٹھایا۔

سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے:

''سید کائنات ﷺ حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو ماں کہہ کر فرمایا، کیونکہ حضرت شیما

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو گود میں لیا۔"

شوال 8ھ میں غزوہ حنین پیش آیا۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبائل نے طائف کی جاگیروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کا قصد کیا، دوسری جانب نبی رحمت کل جہاں ﷺ مدینہ منورہ سے اپنے جانثاروں کے ساتھ وادی حنین میں اترے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

غزوہ حنین کے قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی، ان قیدیوں میں تاجدار مدینہ ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث بھی تھیں، یہ انصار کی جس جماعت کے ہاتھ لگی تھیں، وہ بہت سختی کرنے والے تھے۔ جب انہوں نے جنگی سختی سے کام لیا تو حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے لشکریوں سے نہایت فخر سے کہا:

"جانتے نہیں ہو کہ میں تمہارے آقا ﷺ کی بہن ہوں، میرے ساتھ ادب سے بات کرو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی بات پر یقین نہ کیا اور کہا:

"اس سلسلے میں کوئی نشانی نہیں ہے۔"

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے کہا:

"مجھے ان کے پاس لے چلو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں لے کر دربار رسالت ﷺ میں پہنچے۔ حضرت شیما رضی اللہ عنہا شاہ کونین ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور اپنا تعارف کروایا۔

سید الصادقین ﷺ نے انہیں ایک نشانی سے پہچان لیا، ان کی تعظیم کے لیے سیدھے کھڑے ہوگئے، ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا۔

ہادی انسانیت ﷺ نے حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو مرحبا کہا، ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی، اور انتہائی عزت وتوقیر سے انہیں اس چادر پر بٹھایا۔

رضاعی بہن کو دیکھ کر غمخوار امت ﷺ کی چشمان مبارک میں شدت جذبات سے آنسو بھر آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی بڑی عزت وتوقیر کی، ان کی مہمان نوازی میں کوئی

Marfat.com

کسر نہ اٹھا رکھی، آپ ﷺ دیر تک اپنی رضاعی بہن سے باتیں کرتے رہے۔

فخر عرب وعجم ﷺ نے ان سے فرمایا:

''اگر تم میرے پاس ٹھہرنا چاہو، تو تمہاری عزت وتوقیر اور تکریم میں کوئی کمی نہ کی جائے گی، اور اگر تم اپنے عزیزوں میں جانے کی خواہش مند ہو تو میں تم سے بھلائی کر کے واپس بھیج دوں گا۔''

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے اپنے قبیلے میں جانے کو ترجیح دی، آپ ﷺ نے انہیں تحائف عطا فرمائے، اور انہیں غلام واموال، خمس میں سے دیا اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ انہیں ان کے قبیلے میں بھیج دیا۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے اپنے قبیلے کی طرف جانے سے پہلے اسلام قبول کرلیا۔

باعث ایجاد عالم ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو میدان جنگ سے دور مقام جعرانہ پر بھیج دیا کہ شاید انہیں چھڑانے کے لیے ان کے قبیلے کا کوئی وفد آجائے، حضور ﷺ نے عمرہ ادا کیا، پھر جعرانہ تشریف فرما ہوئے، اور وفد حنین کا انتظار کرنے لگے، کئی دن انتظار کرنے کے بعد جب کوئی وفد نہ آیا تو آقائے نامدار ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کردیا۔

ایک روایت کے مطابق دس دن تک انتظار کیا گیا، تب مال غنیمت تقسیم کیا گیا، جب قیدی اور مال غنیمت غازیوں میں تقسیم ہو چکے تو قبیلہ ہوازن کا وفد حاضر خدمت ہوا، یہ چودہ افراد تھے اور سب کے سب مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کے سربراہ کا نام زہیر بن صرف تھا، اور ان میں رسول رحمت ﷺ کے رضاعی چچا ابو برقان بھی تھے۔

رحیم دہلوی، ابن سعد اور طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''سائر ہفت آسمان ﷺ کے ان رضاعی چچا نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کی:

''ہم پر جو مصیبت آن پڑی ہے، وہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں ہے، آپ ﷺ ہم پر اس طرح مہربانی کیجئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر

Marfat.com

رحم و کرم کیا ہے۔ یہ بزرگ اور عالی مرتبت ہستیاں وہ ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ کی پرورش کی ہے۔ پالا پوسا ہے، ان میں آپ ﷺ کی چچیاں ہیں، خالائیں ہیں، انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی گودوں میں کھلایا ہے، اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو دودھ پیتے دیکھا ہے، اور کوئی دودھ پیتا بچہ آپ ﷺ سے اچھا نہ دیکھا۔ دودھ بڑھانے کے بعد آپ ﷺ کو دیکھا، اور کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپ ﷺ سے بہتر نہیں دیکھا۔ نیک خصلتیں آپ ﷺ میں درجہ کمال پر پہنچیں ہوئی ہیں، اور آپ ﷺ کی جڑ بنیاد ہم ہیں، آپ ﷺ کے لوگ ہم ہیں، ہم پر احسان کیجئے۔ اللہ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔''

رئیس وفد زہیر بن صرد نے رضاعت ہی کے رشتے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

''اسیر عورتوں میں آپ ﷺ کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا، تو اس سے بھی بہت امیدیں ہوتیں، آپ ﷺ سے بہت امیدیں ہیں۔''

پھر زہیر بن صرد نے چند اشعار پڑھے۔ طبری نے دو شعر نقل کیے ہیں:

''یا رسول اللہ ﷺ ہم پر کرم فرمائیں۔ احسان کریں کیونکہ ہماری ساری امیدیں آرزوئیں اور تمنائیں آپ ﷺ ہی سے وابستہ ہیں۔

آپ ﷺ ایسے خاندان کے لوگوں پر احسان کریں، جن کی آزادی آپ ﷺ کے دست قدرت میں ہے، اور جو اس وقت بدبختی میں گھرے ہوئے ہیں، اور انہیں زمانے کی سختیوں نے گھیر لیا ہے۔''

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

''جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ میں نے چھوڑا۔''

یہ سن کر انصار نے کہا:

''جو ہمارا حصہ ہے وہ ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔''

Marfat.com

اس طرح چھ ہزار قیدی رہا ہوئے، اور جو مال ان کو واپس دیا گیا، اس کی قیمت پچاس کروڑ درہم تھی۔

معرج النبوت میں لکھا ہے:

''حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے وقت صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا تھا:

''شیما (رضی اللہ عنہا) تم اپنی قوم کے ہمراہ مجھے جعرانہ کے مقام پر ملو گی تو میں تمہاری معیشت کے اسباب مہیا کردوں گا۔''

اور جب وہ مقام جعرانہ پر نبی صادق الامین ﷺ سے ملیں تو آپ ﷺ نے بہت سا مال انہیں اور ان کے رشتہ داروں کو عطا فرمایا۔

4۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم (دادا)

حضرت عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا، لیکن آپ شیبہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بچپن میں آپ کے بال سفید تھے۔ اس لیے آپ کو شیبہ کہا جانے لگا، شیبہ کا ترجمہ ژال یا بوڑھا ہے۔ انہیں ''شیبۃ الحمد'' بھی کہا جاتا ہے۔

آپ بچپن میں اپنے چچا مطلب کے ساتھ اپنے ننھیال مدینہ سے اپنے ددھیال مکہ آئے تو سواری پر اپنے چچا مطلب کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ مطلب غلام خرید کر لا رہے ہیں، اس لیے سب نے ان کو عبدالمطلب (مطلب کا غلام) کہنا شروع کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنت زید مدینہ منورہ کے قبیلے بنو نجار سے تعلق رکھتی تھیں، ہاشم بن عبد مناف نے ان سے شادی کی اور کچھ عرصہ بعد انہیں مدینہ منورہ چھوڑ کر بغرض تجارت شام کی طرف چلے گئے، اور اسی سفر میں وہ شام کے شہر غزہ میں انتقال فرما گئے، ان کے انتقال کے بعد ان کی بیوی سلمٰی نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اس بچے کا نام شیبہ رکھا۔ جب شیبہ نے ہوش سنبھالا تو ان کے چچا مطلب انہیں لینے گئے، پہلے تو ان کی والدہ نے بچے کو بھیجنے سے انکار کر دیا، مگر جب چچا نے بہت اصرار کیا اور کہا:

Marfat.com

''یہ اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہے۔''

یہ سن کر ماں نے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ مطلب شیبہ کو لے کر جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ سمجھے کہ مطلب کے پیچھے ان کا غلام بیٹھا، انہوں نے شیبہ کو عبدالمطلب کہہ کر پکارا۔

چچا مطلب نے کہا:

''یہ میرا غلام نہیں، میرا بھتیجا ہے۔''

شیبہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے، جب تک حضرت عبدالمطلب کے چچا مطلب زندہ رہے۔ اس وقت تک تو حالات ٹھیک رہے۔ ان کی وفات کے بعد نوفل بن عبد مناف نے عبدالمطلب کا حق غصب کرلیا اور ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عبدالمطلب نے قبیلہ والوں سے مدد مانگی، ماموں خط پڑھ کر رو دیے، وہ فوراً مکہ پہنچے اور حضرت عبدالمطلب کا حق انہیں دلوایا۔ اس کے بعد نوفل اور اس کے بیٹے اور اس کے بھائی عبدشمس کے بیٹے بنی ہاشم کے حلیف بن گئے، اور بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور خزاعہ، بنی نوفل اور بنی عبدشمس کے حلیف بن گئے۔ بنوخزاعہ نے کہا:

''عبد مناف کی والدہ حبیٰ بنت حلیل خزاعی ہیں، اس لیے ہم حضرت عبدالمطلب کی نصرت کرنے میں اولیٰ ہیں، اور حلیف بننے کے لیے حاضر ہیں۔''

پھر دارالندوہ میں سب نے حلف اٹھا کر مضبوط معاہدہ کیا اور تحریر کیا:

''اس حلف نامہ کی بنا پر بنو ہاشم اور عمرو بن ربیعہ کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کی اس وقت تک حمایت و نصرت اور امداد کرتے رہیں گے، جب تک سمندر میں صوف کے تر ہونے کے برابر نمی رہے گی، اور جب تک شہر کی گھاٹیوں میں سورج طلوع ہوتا رہے گا، اور جب تک اونٹ میدان اور افشان میں کھڑے ہوتے رہیں گے، اور جب تک انسان مکہ معظمہ میں عمرہ کرتے رہیں گے، (یعنی یہ معاہدہ کبھی ختم نہیں ہوگا)۔''

Marfat.com

انوار امحمدیہ میں یہ لکھا ہے:

''ایک دن عبدالمطلب حجرے میں سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، بیدار ہوئے تو قریش کے کاہنوں سے اپنا خواب بیان کیا، انہوں نے کہا:

''اگر تمہارا خواب سچا ہوا تو تمہاری پشت سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا، جس پر زمین وآسمان کی ساری مخلوق ایمان لے آئے گی، اور وہ انسانوں میں ایک روشن علامت ہوگا۔''

حضرت عبدالمطلب نے فاطمہ سے شادی کرلی، جن سے سید موجودات ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب نے فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا تو حق مہر میں ایک سو سرخ اونٹ اور ایک سو رطل خالص سونا شامل تھا۔

حضرت عبدالمطلب مکہ کے رئیس اعظم تھے، اور عرب میں سید قریش اور شریف قریش کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ ان کی شخصیت نہایت بارعب تھی، ان کے چہرے سے جمال وجلال برستا تھا، قوت وشجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سفید رنگ، خوبرو اور دراز قد انسان تھے، قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل، قوی وجسیم اور بردبار وحلیم تھے۔ نہایت کریم وسخی اور شر وفساد سے دور بھاگنے والے تھے۔ قریش میں سب سے زیادہ دانا، سب سے زیادہ نرم مزاج، سب سے زیادہ معاملہ فہم اور انصاف پسند تھے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے دادا نفیل نے حضرت عبدالمطلب اور حرب کے ایک جھگڑے کا فیصلہ سناتے ہوئے حرب سے کہا تھا:

''میں صاف بات کروں، وہ تم سے زیادہ بلند وبالا، تم سے زیادہ عقل مند، تم سے زیادہ کثیر الاولاد، تم سے زیادہ سخی اور تم سے زیادہ شیریں زبان ہے۔''

حضرت عبدالمطلب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلے انہوں نے وسمہ

Marfat.com

سے خضاب کیا، حضرت عبدالمطلب نے زندگی بھر شراب کو چھوا تک نہیں۔ رمضان المبارک میں ان کی سخاوت انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ غار حرا میں خلوت وعزلت سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کی، وہ نہ صرف ہر سال ماہ رمضان میں غار حرا میں عبادت کیا کرتے، بلکہ اس پورے ماہ میں مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب اپنے والد ہاشم کی طرح نہ صرف دور ونزدیک تمام مالک میں بلکہ ہر اپنے پرائے اور نواح عرب کے بادشاہوں اور رئیسوں کے دربار میں نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، تمام لوگ اپنے نزاعی امور میں ان سے رجوع کرتے تھے، اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا، اسے بلا کم وکاست اور بسر وچشم منظور کر لیتے، اور ان کی سخاوت وفیض رسانی نہ صرف اپنی قوم بلکہ مسافروں پر بھی یکساں تھی۔

باعث ایجاد عالم ﷺ کے محترم دادا لوگوں کو جاہلیت کی بری رسوم سے روکتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب سے وہ حکیمانہ اقوال منقول ہیں، جن کو بعد میں قرآن و حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے، مثلاً نذر کی تکمیل، محرم سے عقد کی ممانعت، چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم، اولاد کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت، شراب وزنا کی حرمت اور اس پر حد کا نفاذ، عریاں ہو کر طواف بیت اللہ کی ممانعت، حرام مہینوں کی عظمت واحترام باقی رکھنا، وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مقتول کے قصاص میں سو اونٹوں کے خون بہا کا طریقہ رائج کیا، پہلے یہ سلسلہ قریش میں جاری ہوا، پھر دوسرے عربوں میں رواج پا گیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اس خون بہا شریعت میں برقرار رکھا۔

حضرت عبدالمطلب کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، مگر اس پر بہت سے دلائل آتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب دین حنیف اور توحید پر تھے۔ ہادی اکبر ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی مرد وعورت کافر ومشرک نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے:

''ظالم، ظلم کا خمیازہ بھگتنے کے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔''

Marfat.com

اتفاق سے اہل شام میں ایک مشہور ظالم اپنے مظالم کا خمیازہ بھگتے بغیر مرگیا، اس بارے میں کسی کے سوال پر حضرت عبدالمطلب نے تھوڑا سا سوچا اور فرمایا:

''اس گھر (دنیا) کے بعد ایک اور گھر (عاقبت) ہے، جس میں نیک، نیکی کا اجر اور بدکاری کی سزا پائے گا۔''

حضرت عبدالمطلب سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی، اور نبی آخر الزماں ﷺ کا نور ان کی پیشانی سے عیاں تھا، چنانچہ جب کبھی سخت قحط پڑتا تو قریش انہیں لے کر جبل بثیر پر لے جاتے، ان کے وسیلہ سے خدا کے قریب ہونے کی سعی کرتے اور بارش کی دعا مانگتے، یوں نور محمدی ﷺ کی برکت سے بارش ہوجاتی اور وہ سیراب ہوجاتے۔

حضرت عبدالمطلب اس قدر فیاض طبع تھے کہ نہ صرف انسانوں بلکہ وحشی جانوروں اور پرندوں کی میزبانی بھی کرتے تھے، وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحوش و طیور کے لیے کھانا بکھیر دیا کرتے تھے۔ اس پر انہیں پرندوں کا میزبان اور فیاض کہا جاتا۔

حضرت عبدالمطلب عرب کے چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو دور جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب بھر میں دو چار آدمیوں سے زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔

ابن الندیم کہتا ہے:

''مامون الرشید کے کتب خانہ میں عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک دستاویز تھی، یہ چمڑے پر لکھی ہوئی تھی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''میں عبدالمطلب بن ہاشم مکہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے فلان بن فلاں ذات حمیری ساکن صنعاء کو چاندی کے ایک ہزار درہم قرض دیے ہیں یہ اس پر واجب الادا ہیں۔ جب طلب کیے جائیں گے وہ ادا کرے گا۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر گواہ ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب کی بڑی خوبی ایک یہ بھی تھی کہ اپنی قوم میں انہیں اتنا عزت و شرف حاصل تھا، جہاں تک کہ ان کے آباؤ اجداد میں کوئی نہ پہنچا تھا۔ ان کی قوم ان

Marfat.com

سے محبت کرتی تھی، اور لوگوں میں وہ بڑی منزلت رکھتے تھے۔

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''عبدالمطلب حاجیوں کو دعوتیں کھلاتے، ان کے پینے کے لیے آب شریں بہم پہنچاتے، اہالئ مکہ پر ان کی شفقت و پرورش کا یہ عالم تھا کہ جب ان پر بری گھڑی آتی تو عبدالمطلب ان کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے۔''

حضرت عبدالمطلب عہد کی پابندی کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے، وہ نہایت اچھے اخلاق اور عادات کے مالک تھے، ان کی عام نصیحت یہ تھی:

''ظلم و بغاوت نہ کرو، اور مکارم الاخلاق حاصل کرو۔''

حضرت عبدالمطلب مصیبتوں میں فریادیوں کی بپتا سنتے، ان کی فریاد رسی کرتے، وہ مشکلوں اور دشواریوں میں ان کے مشکل کشا تھے۔ ان کے مشکل وقت میں ان کے کام آتے، اس لیے لوگوں نے ان کی اتنی تعریف وتوصیف کی ان کا نام ''شیبہ الحمد'' رکھ دیا۔

حضرت عبدالمطلب قریش میں بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے قریش ان کے لیے کعبتہ اللہ کے قریب مسند لگاتے، حضرت عبدالمطلب اوپر تشریف فرما ہوتے، اور قریش کے سردار ان کے آس پاس جمع ہو جاتے، مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ان کی مسند پر بیٹھتا یا ان سے آگے ہوتا۔

آبِ زمزم کا کنواں عمرو بن حارث جرہمی نے بند کر دیا تھا، اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی کو نیہ مقام یاد ہی نہ رہا کہ چاہ زمزم کہاں ہے؟

کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کو تین دن تک مسلسل خواب میں کہا گیا:

''کنواں کھودو۔''

اس واقعہ کا تفصیلی ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کو خواب میں کنوئیں کی جگہ بھی دکھائی دی گئی تھی، اس پر حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ کھدائی کی، تین دن کی

Marfat.com

کھدائی کے بعد بنو جرہم کی مدفون اشیاء ملنے لگیں، تلواریں، زرہیں وغیرہ نکلیں، شروع شروع میں قریش کے لوگ اس کام کو فضول خیال کرتے تھے، مگر جب مدفونہ اشیاء برآمد ہوئیں تو حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگے:

''سردار! ہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب نے انہیں شامل کرنے سے انکار کردیا۔

حضرت عبدالمطلب نے جب آب زمزم کا کنواں کھودنے کا ارادہ کیا تو قریش نے اس کی مخالفت کی۔ اس موقع پر حضرت عبدالمطلب کا ساتھ دینے والا صرف ان کا اکلوتا بڑا بیٹا حارث تھا۔ اس موقع پر حضرت عبدالمطلب کو اولاد کی کمی کا شدت سے احساس ہوا، انہوں نے منت مانی:

''خدا تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا کرے، تو میں ان دس میں سے ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کردوں گا۔''

اللہ رب العزت نے انہیں دس بیٹے عطا کیے، اور جب یہ سب جوان ہوگئے تو ایک دن حضرت عبدالمطلب نے ان سب کے نام کا قرعہ ڈالا کہ جس کے نام قرعہ نکلے گا اسے میں خدا کی راہ میں قربان کردوں گا۔ یہ قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے چھری لی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ذبح کرنے کے لیے قربان گاہ کی طرف لے چلے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے باپ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے قربان ہونا منظور کرلیا، لیکن ابو طالب نے اس کی مزاحمت کی، اس کے علاوہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننھیال والے بھی مزاحم ہوئے، آخر ایک مشہور کاہنہ کے پاس گئے۔ اس کاہنہ نے کہا:

''اونٹوں پر قرعہ ڈالیں، جب قرعہ اونٹوں کے نام نکلے اتنے اونٹ قربان کردیے جائیں، جب تک اونٹوں کے نام قرعہ نہ نکلے ہر مرتبہ دس اونٹوں کا اضافہ کرتے جائیں۔''

Marfat.com

قرعہ اندازی کا آغاز کیا گیا، ہر مرتبہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلتا، یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد ایک سو کردی گئی، تب قرعہ اونٹوں کے نام نکلا اور حضرت عبدالمطلب نے بیٹے کی فدیہ اور اپنی منت کے بدلے سو اونٹ قربان کیے۔

نقوش رسول نمبر میں سیرت ابن اسحاق کے حوالہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی سے متعلق حضرت عبدالمطلب کے تقریباً ۶۵ اشعار درج ہیں۔ ان میں سے جن اشعار میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی واضح خصوصیات کا ذکر ہے، ان کا ترجمہ یہ ہے:

''اس کی قبر کھودنے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ میرا پروردگار ہے۔ اس کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گا۔

میرا دل گرفتار محبت کے دل کی طرح اڑا جارہا ہے اور عبداللہ کی یاد مجھے ستا رہی ہے تاکہ وہ سلامت رہے اور اونٹوں کا غیر منقسم گلہ ذبح ہوجائے۔

یہاں تک کہ لوگوں کے لیے اس کے خلاف مجتمع ہونے کا جواز پیدا ہوجاتا ہے۔ میرے لیے عبداللہ کو فوری طور پر قتل کیے جانے سے نجات عطا کر۔

میں کل صبح اسے اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ خون میں لت پت ہو، ایسی صورت میں میرا رنج وغم میری ہڈیوں تک پہنچ جائے گا۔''

حضرت عبدالمطلب کے پاس بہت سے اونٹ تھے۔ وہ حج کے دنوں میں انہیں ذبح کرتے اور ان کے دودھ میں شہد ملا کر زمزم کے قریب حوض میں جمع کرتے اور خشک انگور خرید کر حاجیوں کے لیے زمزم کے پانی میں ملاتے، یہ مشروب اس قدر گاڑھا ہوتا کہ حاجی اس میں پانی ملا کر اس کا گاڑھا پن دور کرتے۔

ابرہہ نے صنعاء میں خانہ کعبہ کے مقابل ایک کلیسا بنوایا تاکہ لوگ کعبۃ اللہ کے بجائے اس کے کلیسا میں حج کی ادائیگی کے لیے آئیں، اس واقعہ کا تفصیلی ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے، اس لیے یہاں ہم اس واقعہ سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابرہہ کے حملہ سے پہلے ہی انتقال فرماتے چکے تھے۔ جب

Marfat.com

عبدالمطلب کو ننھے حضور ﷺ کی ولادت کی خبر ملی تو وہ بے حد خوش ہوئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے جو زخم ان کے دل پر آئے تھے، ننھے حضور ﷺ کی ولادت سے وہ زخم مرہم بنے۔ غم کی جگہ مسرت نے ڈیرے ڈال لیے۔ عبدالمطلب نے جگہ جگہ مجلسیں کیں گھر گھر جشن کیے گئے۔

ننھے حضور ﷺ قدرتی طور پر حلیہ، خدوخال اور حسن خداداد میں اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حلیہ اور حسن کا جواب تھے۔ عالم مسرت میں سب کو یہی خیال گزرا کہ مرحوم عبداللہ رضی اللہ عنہ دوبارہ آگئے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے ننھے حضور ﷺ کو دیکھا فرط مسرت سے ان کی پیشانی پر بوسہ نچھاور کر دیا، انہیں سینہ سے لگائے ہوئے بیت اللہ پہنچے، وہاں کچھ دیر تک دعا مانگتے رہے پھر چلے آئے۔

ساتویں دن نہایت تزک واحتشام سے رسم عقیقہ ادا کی گئی، تمام عرب میں غرباء و مساکین کو کھانا کھلایا گیا، اس موقع پر سب قبائل کے بڑے بڑے سرداروں نے بھی ننھے حضور ﷺ کو دیکھا اور حضرت عبدالمطلب کو مبارکباد دی، انہوں نے عبدالمطلب سے بچے کا نام پوچھا تو انہوں نے بچے کا نام محمد (ﷺ) بتایا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ننھے حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ننھے حضور ﷺ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لے لی۔ جب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ابواء سے واپسی پر ننھے حضور ﷺ کو حضرت عبدالمطلب کے حوالے کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کو گود میں اٹھالیا، اور انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آئے۔

اب ننھے حضور ﷺ کی پرورش اور پرداخت کے تمام امور حضرت عبدالمطلب کے ذمہ ہوئے، حضرت عبدالمطلب ننھے حضور ﷺ سے بہت زیادہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتے اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتے۔ وہ ننھے حضور ﷺ کو ہمیشہ ساتھ ساتھ رکھتے۔

حضرت عبدالمطلب ننھے حضور ﷺ کی پرورش و خدمت اور نگرانی میں نہ صرف خود

Marfat.com

کوشاں رہتے، بلکہ اپنی زندگی میں ابوطالب اور برکہ (حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا) کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔

سیرت حلبیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے:

''حضرت عبدالمطلب نے احبار و کہان کی زبان سے حضور ﷺ کے بارے میں بشارتیں سنیں، اور خود بھی خواب اور اشارات دیکھتے، جن سے ان پر ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ آخر زمانہ کے مولود نبی ہیں۔''

ایک بار حضرت عبدالمطلب نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کہا:

''میرے بچے سے غافل نہ ہوا کرو، کیونکہ اہلِ کتاب خیال کرتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔''

ایک دن حضرت عبدالمطلب کعبہ میں تھے کہ نجران کا اسقف (نصاریٰ کے دین میں ان کا سردار) حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا:

''ہم آپ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نبی کی صفت پاتے ہیں، اور وہ اس شہر میں پیدا ہوں گے، ان کی ایسی صفات ہوں گی۔''

جب ان کے سامنے حضور ﷺ کو لے جایا گیا تو اس نے آپ ﷺ کی چشمان مبارک، پشت مبارک اور قدم مبارک دیکھ کر کہا:

''یہی ہیں، یہی ہیں۔''

پھر حضرت عبدالمطلب سے پوچھا:

''یہ آپ کے کیا لگتے ہیں؟''

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''یہ میرا بیٹا ہے۔''

اس اسقف نے کہا:

''نہیں، میں ان کے باپ کو زندہ نہیں پاتا۔''

اس پر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ میرا پوتا ہے، اور میرا بیٹا اس کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکا ہے۔''

اسد الغابہ میں لکھا ہے:

''حضرت رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔''

''قریش قحط میں گرفتار ہو گئے، اور حالت بہت بگڑ گئی تو ایک رات میں نے خوبا میں ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا، اے قریش! نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہونے کو ہیں، تم پر اس نبی ﷺ کے عہد کا سایہ ہے، اور یہ زمانہ اس کے ستارے کے طلوع کا ہے، تم پر بارشوں اور فراوانی کا زمانہ جلدی جلدی آئے گا، تم اپنے اس آدمی کو دیکھو جو عالی نسب جو عظیم القدر اور مضبوط و توانا ہے۔ جس کا چہرہ کشادہ اور سفید ہے، جس کے بازو لمبے ہیں، جس کے رخسار نرم اور جس کی ناک اونچی ہے۔ وہ عظمت کا مالک ہے، لیکن اسے چھپائے پھرتا ہے اور وہ ایسا راستہ ہے جس کی طرف لوگ خود بخود آتے ہیں، وہ اور اس کا بیٹا اپنے اقران میں ممتاز ہے اس لیے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی اس سے ملاقات کرے۔ خوب پیٹ بھر کر پانی پئیں، خوشبو لگائیں، رکن کعبہ یعنی حجر اسود کو چومیں پھر ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر اس آدمی کو بلائیں، اور قوم اس کی وجہ سے امان پائے گی، اور اس پر بارش سے فیض یاب ہو گے۔''

حضرت رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''ایسا ہی کیا گیا اور آخر حضرت عبدالمطلب نے پہاڑ پر چڑھ کر دعا فرمائی، اس موقع پر ان کے ساتھ ننھے محمد ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وادیوں میں سیلاب آ گیا۔''

حضرت عبدالمطلب نے اپنے آخری ایام میں ایک دن اپنے بیٹے ابوطالب کو بلا کر فرمایا:

''تم جانتے ہو کہ مجھے محمد ﷺ سے کتنی محبت ہے، میں نے اس کی ہمیشہ

Marfat.com

پیار سے پرورش کی ہے، اب دیکھنا ہے کہ تم میرے حقوق کی کس طرح حفاظت رکھتے ہو، اور محمد (ﷺ) کا کس طرح خیال رکھتے ہو۔"

ابوطالب نے اپنی خدمت گزاری کا یقین دلاتے ہوئے حضرت عبدالمطلب سے کہا:

"اے والد محترم! مجھے وصیت کرنے کی ضرورت نہیں، محمد (ﷺ) میرے بیٹے ہیں، میرے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔"

حضرت عبدالمطلب نے وقت مرگ ابوطالب کو وصیت فرمائی:

"محمد (ﷺ) سے ہمیشہ شفقت اور مہربانی سے پیش آنا اور بے انتہا حفاظت کرنا۔"

جب حضرت عبدالمطلب کا آخر آ گیا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو بلایا اور کہا:

"میرے لیے، نوحہ کرو اور ماتم کرو تا کہ میں سن سکوں، یعنی جو گریہ وزاری میرے مرنے کے بعد کرنی ہے، وہ میرے سامنے کرو تا کہ مجھے معلوم ہو کہ میری کون سی صفات بیان کرتی ہو۔"

ابنِ ہشام لکھتے ہیں:

"علماء شعر میں سے کوئی بھی ان اشعار سے واقف نہیں سوائے محمد بن سعید بن المسیب کے، جنہوں نے اس کی روایت کی اور اسی طرح لکھ دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے گیارہ اشعار ہیں، جن میں انہوں نے باپ کے فضائل میں ان کی سخاوت اور بلند مرتبے کے ذکر کے علاوہ کہا ہے:

"جنگ میں بہادری سے لڑنے والے، بندگان خدا میں نمایاں فضیلت والے، قحط سالی میں لوگوں کے فریادرس، سرداروں اور خادموں پر فضل وانعام کرنے والے، دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے، بڑے علم والے۔"

دوسری بیٹی برہ نے اپنے اشعار میں باپ کی دیگر فضیلتوں کے علاوہ بہت خوبیوں والے سخی مالدار کہا ہے۔

Marfat.com

عاتکہ بنت عبدالمطلب کے آٹھ اشعار ہیں ،اورام حکیم بیضا کے نو اشعار ہین ۔ جن میں انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو نیک سیرت ، صلہ رحمی کرنے والے، سخت آفت میں خوف دور کرنے والے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے والے کہا ہے۔

امیمہ بنت عبدالمطلب کے سات اشعار درج ہیں ،جن میں دیگر خوبیوں کے علاوہ کہا ہے:

''جب آسمان گرج کے باوجود بخل کرتا ہے ،تواس وقت بھی ان کا گھر مہمانوں کو جمع کرتا ہے، اور یہ کہ انہوں نے اپنی کم سنی ہی سے خوبیوں کی بہترین صفتیں حاصل کر لی تھیں اوراس میں برابر ترقی کی ۔''

اروٰی بنت عبدالمطلب کے دس اشعار ہیں ۔جن میں ظلم کو برداشت نہ کرنے والے، بنی مالک اور بنی فہر کے جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا کہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی سخاوت کا ذکر تمام بیٹیوں نے کیا ہے۔

ایک بار حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا:

''کیا آپ ﷺ کو اپنے دادا کی وفات یاد ہے؟''

رسول برحق ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت میں آٹھ سال کا تھا۔''

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''حضور ﷺ حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے ساتھ پیچھے فرط غم سے روتے ہوئے جارہے تھے۔''

(۵) حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (والد گرامی)

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ والئی دو جہاں ﷺ کے والد گرامی تھے۔ان کا اصل نام عبدالدار تھا، مگر اونٹوں کے فدیہ کے بعد عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے نام نامی سے مشہور ہوئے، یہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے بڑے چہیتے، حسین ،حلیم الطبع، فیاض اور

Marfat.com

پاکباز بیٹے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جوں جوں جوانی کے زینہ پر قدم رکھتے جاتے حسین تر ہوتے جاتے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی تھے۔ قریشی نوجوانوں میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا،نسب کی بلندی ،صورت کی خوبی، طبیعت کی سنجیدگی وشرافت، مزاج کی متانت اور کردار کی طہارت کی وجہ سے کئی گھرانوں میں ان کو دامادی میں لینے کی آرزو تھی، راستے سے گزرتے تو لوگ دم بخود دیکھتے ہی رہ جاتے۔ان کی پیشانی میں نور تھا، جو دیکھنے والوں کے دل آنکھ کے راستے کھینچ لیتا تھا۔

روضۃ الاحباب سے منقول ہے:

''ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا:

''جب میں جنگل کی طرف جاتا ہوں،ایک نور میری پشت سے نکل کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، ایک حصہ مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف چلا جاتا ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل کی صورت میں آکر مجھ پر سایہ کرتا ہے۔پھر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور وہ بادل آسمان کی طرف چلا جاتا ہے، جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے۔''حامل نور محمدی ، تجھ پر سلام''اور جب کسی سوکھے درخت کے پاس جاتا ہوں تو وہ اس وقت سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔''

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مبارک دیتے ہوئے کہا:

''تجھ سے پیغمبروں کا سردار پیدا ہوگا۔''

حضرت عبدالمطلب نے زم زم کی کھدائی کے وقت منت مانی تھی:

''اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے تو میں ان میں سے ایک بیٹے کی قربانی دوں گا۔''

جب وہ اپنی قسم کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے لگے تو ان کے ماموؤں اور دوسرے لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے فیصلہ ہوا کہ کاہنوں سے پوچھ کر نذر

Marfat.com

پوری کی جائے۔

آخر کار کاہنوں سے پوچھ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا گیا، سو اونٹ قربان کرنے کا قرعہ نکلا، اس طرح کعبہ کے سامنے سو اونٹ ذبح کیے گئے، اور اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذبیح کے نام سے پکارا جانے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔''

ان دو میں سے ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، اور دوسرے آپ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں علماء شام اور احبار میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جسے نبی آخر الزمان ﷺ کی ولادت پاک کی علامت سے واقفیت نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس سفید ریشم کا ایک جبہ تھا۔ جس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ جس دن خون کے یہ دھبے مٹ جائیں گے، اس دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔

مدارج النبوت میں لکھا ہے:

''وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہلاک کرنے کے لیے مکہ آنے لگے، مگر یہاں انہوں نے عجیب وغریب آثار وقرائن کا مشاہدہ کیا اور ناکام لوٹ گئے۔''

ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کی غرض جا رہے تھے کہ ایک گروہ ملک شام کی طرف سے آیا، تلوار اٹھا کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادے سے قریب آئے کہ یکا یک غیب سے چند سوار ظاہر ہوئے، اور وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے سے ہٹانے لگے۔

اس واقعہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد وہب بن عبدمناف بھی دیکھ رہے تھے، کیونکہ اس وقت وہ جنگل میں موجود تھے، انہوں نے پہلے اس واقعہ کا ذکر اپنے گھر والوں سے کیا اور کہا:

Marfat.com

''میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے کردوں۔''

دوسری طرف حضرت عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے، کیونکہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا، شرف، حسب ونسب اور عفت میں ممتاز تھیں۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردی گئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شادی کے کچھ عرصہ کے بعد واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے ننھیال میں ٹھہرے، اور چند روز کے بعد وہیں فوت ہو گئے۔

چودہ سو سال کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کے متعلق روزنامہ نوائے وقت کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی:

''یہاں پہنچنے والی اطلاع کے مطابق مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک جس کو دفن ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابی رسول ﷺ حضرت مالک بن سونائی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا، جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔'' (روزنامہ نوائے وقت کراچی، 21 جنوری 1978ء)

(6) حضرت ہالہ بنت وہب رضی اللہ عنہا (دادی محترمہ)

حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بیوی تھیں، حضرت عبدالمطلب کی پانچ بیویاں تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

1. فاطمہ بنت عمرو ائذ

یہ عبدالمطلب کی پہلی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ماں ہیں۔

Marfat.com

- فیتلہ بنت جناب
- صفیہ بنت جندب
- لبنی بنت ہاجران
- ممنعہ بنت عمرو

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں:

''آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا اپنے چچا وہیب ابن عبد مناف ابن زہرہ ابن کلاب کی کفالت میں تھیں۔ حضرت عبدالمطلب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر بنی زہرہ کی قیام گاہ پر گئے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ نکاح اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور آمنہ رضی اللہ عنہا کو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیاہ دیا، اور وہیب کی بیٹی ہالہ بنت وہیب رضی اللہ عنہا سے خود خطبہ نکاح پڑھ کر شادی کر لی اور دونوں نکاح ایک ہی مجلس میں بیک وقت واقع ہوئے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عبدالمطلب نے بیان فرمایا:

''ہم سردیوں کے سفر میں یمن گئے تو وہاں ایک یہودی عالم کے پاس گیا۔ وہاں ایک اہل کتاب میں سے کسی نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے بتایا: ''قریشی ہوں۔'' اور پھر اس کے پوچھنے پر بتایا: ''بنو ہاشم ہوں۔'' اس یہودی عالم نے میرے نتھنے دیکھے اور کہنے لگا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے ہاتھ میں نبوت ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ یہ نبوت و بادشاہت بنی زہرہ میں ہوگی، تو پھر یہ بنی ہاشم میں کیسے ہے؟''

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''مجھے نہیں معلوم۔''

وہ یہودی عالم بولا:

Marfat.com

''بنی زہرہ سے بیوی ہے۔''

حضرت عبدالمطلب خاموش ہو گئے۔

یہودی عالم نے کہا:

''تم جا کر بنی زہرہ میں شادی کر لو۔''

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مکہ واپس آئے، اور حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔''

ملا معین واعظ کاشفی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''ایک روایت کے مطابق دونوں باپ بیٹے کا نکاح ایک ہی مجلس میں ہوا۔''

مگر روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلب اور حضرتِ ہالہ کا نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا، اور حضرت عبدالمطلب اپنی بیوی ہالہ سے اکثر ان کی چچا زاد بہن آمنہ رضی اللہ عنہا کی صفات اور تعریف سنتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا اور رشتہ کے لیے حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا سے بات کی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ننھے حضور ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے کی، اور اس پرورش میں حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا پیش پیش تھیں۔

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی رقمطراز ہیں:

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی حیات تک آپ ﷺ کی پرورش و آرام رسانی کی طرف سے حضرت عبدالمطلب کو ایک گونہ اطمینان حاصل تھا، ہاں ان کے انتقال کر جانے کے بعد، باوجود اس کے کہ آپ کی عمر اسی برس ہو چکی تھی، اعضاً و جوارح جواب دے چکے تھے۔ متعدد جوان بیٹے اور ان کے جوان بچے بھی موجود تھے، تمام گھر بھرا پڑا تھا، ممکن تھا کہ پیرانہ سالی کے عذر معقول کے باعث حضرت عبدالمطلب یتیم پوتے کی پرورش و پرداخت ان کے کسی چچا سے متعلق کر دیتے اور آپ آرام کرتے مگر نہیں۔ اس ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی ننھے حضور ﷺ کی تمام خدمات اپنے ذمہ لی

Marfat.com

گئیں۔ جناب عبد المطلب کو ان کی پرورش و پرداخت میں آسانی اور سہولت مادر حمزہ کی جہت سے حاصل ہوئی، جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی چچا زاد بہن تھیں۔"

ابراہیم سیالکوٹی مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہی ہالہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ ہالہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔اس بنا پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔"

ابراہیم سیالکوٹی مولانا شبلی نعمانی کی اس بات کے جواب میں لکھتے ہیں:

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کو دودھ پلانا سیرت یا حدیث یا اسماالرجال کی کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزرا، مگر شاید شبلی کو زادالمعاد کی عبارت سے وہم ہوا کہ امہ سے مراد ہالہ رضی اللہ عنہا والدہ حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہاں رضاعی ماؤں کا ذکر ہے، اور ام حمزہ سے مراد سعدیہ رضاعی ماں ہے نہ کہ والدہ ہالہ۔"

(۷) حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (تایا)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے دادا محترم حضرت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے حارث اور دوسرے نمبر پر زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کے والد مکرم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابوطالب ایک ہی ماں فاطمہ بنت عمرو کے بیٹے تھے۔ اس طرح ماں کی طرف سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سید الصادقین ﷺ کے سگے چچا تھے۔ تینوں بھائیوں میں عبداللہ رضی اللہ عنہ چھوٹے اور زبیر رضی اللہ عنہ بڑے تھے۔

Marfat.com

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ فصیح شاعر تھے۔ شجاعت وگھڑسواری میں بہت مشہور تھے۔ یہ بہت نیک اور حق پرست انسان تھے۔ انسان دوستی کی عمدہ مثال تھے۔ بے آسرا، بے سہارا، غریبوں اور مظلوموں کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھ کر ان کا دل بھر آتا تھا۔

حلف الفضول کے قیام کی وجہ سے ان کی نیکی اور رحمدلی صاف ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا شمار مکہ کے تاجروں میں ہوتا تھا۔ حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قریش کے نامور لوگوں میں شمار کیے جاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ننھے حضور ﷺ کو گود میں اٹھا کر لوریاں دیا کرتے تھے۔ سیرت نگاروں نے یہ لوریاں محفوظ کر لی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو جو لوری دیا کرتے تھے وہ لوری سہیلی نے ''الروض الانف'' (جلد 1 صفحہ 78) میں نقل کی ہے۔

ابن قتیبہ الاصابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''زبیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو جھلاتے ہوئے لوری بڑے پیار سے گاتے تھے۔''

حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے حارث کا انتقال تو باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اس لیے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات سے پہلے اپنی اولاد میں سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے جانشینی کے لیے زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت کی۔

کہتے ہیں:

''عبدالمطلب کے انتقال کے بعد ان کے وصی اور جانشین زبیر رضی اللہ عنہ ہی بنے، اور خانہ کعبہ اور حکومت کا تمام انتظام انہی کے سپرد ہوا۔''

عبدالمطلب نے کہا تھا:

''میری موت آئی تو زبیر (رضی اللہ عنہ) کو وصیت کر جاؤں گا کہ عمرو خزاعی کے بیٹوں سے میرا جو معاہدہ ہوا ہے۔ وہ اس پر قائم رہے اور اسے ٹوٹنے نہ

Marfat.com

دے۔ میں یہ وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے، وہ اس کی حفاظت کرے ایسا نہ ہو کہ کسی ظلم کی وجہ سے یا کسی عذر کے سبب اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہو، اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! خاندان فہر کے لوگ تیرے قول والے ہیں۔ ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی ریت پر چلتے ہوئے حفاظت کی اور تیرے باپ کے اتحادی بنے۔"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تقریباً تیرہ برس تک بنو ہاشم کے سردار رہے، اور ان کی وفات کے بعد بنو ہاشم کی سرداری کے لیے ابو طالب منتخب ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہی وصیت ابو طالب کو کی، اور ابو طالب نے یہ وصیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچائی۔

حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی پرورش وضرورت کی ذمہ داری کس کو سونپی اس بارے میں تمام اہل سیر اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سعادت ابو طالب کے حصہ میں آئی، حضور ﷺ کو ابو طالب کے سپرد کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ دوسرے چچاؤں کے مقابلے میں وہ آپ ﷺ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے:

"ابو طالب اور زبیر کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی۔"

اور یہ بھی مروی ہے:

"آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے ابو طالب کی کفالت کو پسند فرمایا تھا۔"

ابن قتیبہ کی کتاب کے حاشیہ میں سلام اللہ صدیقی اور شبلی کی کتاب کے حاشیہ میں محمد احسان الحق اور محفل لاہور کے خیر البشر نمبر میں محمد اسلم لکھتے ہیں:

"جب تک زبیر رضی اللہ عنہ زندہ رہے، حضور ﷺ کی پرورش انہوں نے کی اور ان کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری ابو طالب کے حصہ میں آئی۔"

سیرت دحلانیہ کے مطابق، محققین کے نزدیک یہ روایت مردود ہے کہ زبیر نے پرورش کی اور ان کے بعد ابو طالب کی باری آئی۔

Marfat.com

شاہ مصباح الدین شکیل اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

''اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ابو طالب نے آپ ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے بھی حضور ﷺ کی نگہداشت میں برابر کا حصہ لیا۔''

حضور ﷺ اپنے چچا زبیر رضی اللہ عنہ کی شفقت اور محبت سے بے حد متاثر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مسلسل انہیں یاد فرماتے۔ ان کے سلوک کا ذکر کرتے، غالباً یہی وجہ تھی کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ حضور ﷺ نے ہمیشہ صلہ رحمی کی اور خیبر کی جائیداد سے انہیں وافر حصہ دیا۔

حضور ﷺ کا اپنے چچا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن جانے کا ذکر آتا ہے اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک کوئی 16 برس کوئی 17 برس اور کوئی 19 برس بتاتا ہے۔

راجہ محمد شریف کہتے ہیں:

''یہ سفر یمن کی طرف کیا گیا تھا، اور اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بہت کامیاب تجارت کی۔ آپ ﷺ کے تجارتی مشاغل نے آپ ﷺ کو ان بہت سی خرابیوں سے واقف کرایا جو عربی اصول تجارت میں داخل تھیں۔ احادیث میں بیع وشرا سے متعلق جو اوامر ونواہی ملتے ہیں، ان کے پس پشت آپ ﷺ کے تاجرانہ تجربات بھی جھانکتے نظر آتے ہیں۔''

مفتی عزیز الرحمٰن رقمطراز ہیں:

حضرت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور بروایت دیگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کی خدمت میں گزارش کی:

''آپ ہمارے ساتھ محمد (ﷺ) کو بھی یمن کی طرف بھیج دیں ہم بھی اپنے پیارے بھتیجے کی برکتوں سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔''

اس پر ابو طالب رضامند ہو گئے اور آپ ﷺ کو یمن بھیج دیا۔

اس سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک وادی سے گزرے۔ وہاں پر ایک سانڈ

Marfat.com

اونٹ راستے میں کھڑا تھا، اور کسی کو اس راستے سے گزرنے نہ دیتا تھا۔ اس سانڈ اونٹ نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گیا، اور سینے کو زمین کے ساتھ رگڑنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ اپنی ناقہ سے اترے اور اس سانڈ پر سوار ہو گئے، یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے اور پھر اس اونٹ کو الگ کر دیا، اور جب یمن سے واپسی ہوئی تو آپ ﷺ کا قافلہ کا گزر ایسی وادی سے ہوا جو پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

حضور ﷺ نے اہل قافلہ سے فرمایا:

''میرے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ۔''

جب لوگوں نے خود کو پانی میں گھرے ہوئے پایا تو آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیے۔ یہاں تک کہ آسانی سے پانی سے گزر گئے اور پانی نے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ جب یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو اس واقعہ کا ذکر کر کے کہا کرتے:

''اس صاحبزادے (ﷺ) کی بڑی شان ہے۔''

شیخ محمد رضا لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کے یمن جانے کی ڈاکٹر اسپرنجر تردید کرتے ہیں کہ یہ خبر بے بنیاد ہے، اور انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا۔''

مولانا شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرت طیبہ'' کے حاشیہ میں بغیر کسی حوالہ کے لکھا ہے:

''حضور ﷺ سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے چچا زبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔''

حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:

''اگر حمس نہ ہوتا تو جواں مرگ لوگ تادم مرگ معزز لوگوں کی طرح جنگ میں [illegible] قائم رہتے۔''

Marfat.com

یہاں خمس سے ''کنانہ'' اور ''قریش'' کے قبائل مراد ہیں۔

حلف الفضول جیسے اہم معاہدہ کے موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

''حلف الفضول کے شرکاء نے قسم اٹھا کر معاہدہ کیا ہے کہ آج کے بعد کوئی ظالم مکہ میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

اس بات پر سب نے بالاتفاق عہد کیا ہے، اس لیے اب ان میں ہمسائیوں اور باہر سے آنے والوں کے لیے سلامتی کی ضمانت حاصل ہے۔''

ابن ہشام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کہے ہوئے دس اشعار نقل کیے ہیں۔ان دس اشعار میں سے دو کا ترجمہ یہ ہے:

''پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، اس کی بنیاد اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا۔

اس کام کے سبب سے خدا نے ہمیں عزت کا سزاوار بنا دیا۔ جزا و ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک چند سیرت نگاروں نے لکھی ہے۔تاریخ کی باقی کتب اس بارے میں خاموش ہیں۔

شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں:

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم پر ۱۳ سال حکومت کی اور اس کے بعد ابو طالب بنی ہاشم کے سردار بنے اور زبیر کے انتقال کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۲۱ یا ۲۲ سال تھی۔''

سلام اللہ صدیقی ابن قتیبہ کی کتاب کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

''اس وقت حضور ﷺ کی عمر کم از کم ۱۶ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال تھی۔''

کچھ سیرت نگار حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۴ سال بتاتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں:

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔''

Marfat.com

اگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بنو ہاشم پر ۱۳ سال حکومت کی تھی، تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۲۱ یا ۲۲ سال یا کم از کم ۱۶ سال اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال ہی بنتی ہے، اور تعمیر کعبہ کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال لکھی جاتی ہے۔

مصباح الدین شکیل اور ابن قتیبہ بھی تعمیر کعبہ کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال ہی لکھتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی تعمیر کعبہ میں حصہ لیا تھا، اس موقع پر انہوں نے اشعار بھی کہے تھے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی کم از کم ۳۵ برس کی عمر تک حیات تھے اور یہ بات بھی درست لگتی ہے کہ وہ اعلان نبوت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ کیونکہ ظلم وستم کے اتنے مخالف انسان کے ہوتے ہوئے کفار مکہ مسلمانوں پر ظلم وستم نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ اس موقع پر زندہ ہوتے تو یقیناً اپنے پیارے بھتیجے ﷺ کی حمایت اور مظلوموں کی مدد کے لیے ابو طالب کے شانہ بشانہ ہوتے۔

(۸) حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا (تائی):

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی تائی تھیں اور یہ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کے سگے بھائی کی بیٹی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عاتکہ بنت وہب ابن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔

حضور ﷺ کی پرورش کے اصل ذمہ دار تو ابو طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا تھیں، مگر عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سمیت حضور ﷺ کی پرورش ونگہداشت میں برابر کی حصہ دار تھیں۔

عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا انتہائی شفیق خاتون تھیں۔

سلام اللہ صدیقی نسب قریش میں رقمطراز ہیں:

''حضور ﷺ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو ماں کہہ کر پکارتے تھے۔''

Marfat.com

اسد الغابہ میں لکھا ہے:

''بعض لوگوں کے مطابق حضور ﷺ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو میری ماں کے بیٹے فرمایا کرتے۔''

محمد احسان الحق لکھتے ہیں:

''اعلان نبوت کے بعد کے زمانہ میں جب زبیر رضی اللہ عنہ اور عاتکہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے، آپ ﷺ انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے اور فرمایا کرتے تھے: ''یہ میری ماں کے بیٹے اور میرے محب ہیں۔''

اپنے تایا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ کو ''ماں'' کے مقدس نام سے یاد کرنا، حضور ﷺ کے ساتھ اس عظیم خاتون کی گہری محبت اور شفقت کا مظہر ہے۔

حضور ﷺ حضرت عاتکہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''جب حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال ہوئی تو قریش نے کعبہ کی از سر نو تعمیر پر اتفاق کیا، اس موقع پر ابو وہب بن عمرو ہی وہ شخص تھا جس نے کعبۃ اللہ کا ایک پتھر اس وقت نکالا تھا، جب قریش کعبہ کو ڈھانے پر متفق ہو گئے تھے۔ پتھر ابووہب کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ پر جا بیٹھا تو ابو وہب نے اس موقع پر کہا تھا:

''اے گروہ قریش! اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز نہ داخل ہونے دو۔ اس میں فروجی کا پیسہ نہ لگاؤ۔ سود کی کمائی نہ شریک کرو، کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی چیز داخل نہ کی جائے۔''

(۹) ابو طالب بن عبد المطلب (تایا):

حضور ﷺ کے شفیق اور مہربان تایا ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ اپنے بڑے

Marfat.com

بیٹے طالب کی وجہ سے ابو طالب کہلائے۔

ابو طالب قریش کے بڑے سردار تھے اور دیگر قریش مکہ کی طرح تجارت کرتے تھے۔ یہ بڑے شریف انسان، کریم النفس، فراخ دل، نیک افعال، سخی اور فیاض تھے۔

ابو طالب قریش میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

جب حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں اور اپنی نذر پوری کرنے کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ہاتھ میں چھری لے کر انہیں قربان کرنے کے لیے چل دیے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہنیں رونے لگیں۔ ابو طالب تڑپ کر آگے بڑھے اور باپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بھائی سے دور ہٹا دیا اور اشعار کہے:

''برادری کے نوجوانوں کے جتھے میں عبداللہ کا قتل کیا جانا کوئی کھیل نہیں ہے، ماں کی طرف سے اس کا حسب نسب بے عیب ہے اور بنی کلاب سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے۔ میں نے جو بات کہی ہے وہ غلطی سے پاک ہے۔ اے میرے بوڑھے باپ! فیصلے میں ظلم و زیادتی کا ارتکاب قابل مواخذہ ہے اگر آپ نے فیصلہ صادر فرماتے ہوئے زیادتی روا رکھی تو ہمارے ننھیال بھی ہیں جو جنگلات کے شیروں کی طرح دلیر ہیں۔ وہ عبداللہ کو تعذیب کا نشانہ بننے کے لیے زمانہ کے سپرد نہیں کریں گے۔ جب تک کہ نرم و ہموار نشیبی زمین اس قوم کا خون نہ چوس لے جس کے جان و مال کو محترم قرار دیا گیا ہے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننھیال والوں نے اس موقع پر کہا:

''جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے۔ ہم اپنے بھانجے کو ذبح نہ ہونے دیں گے۔''

انہوں نے یہ بھی کہا:

''اس کے فدیہ میں ہم اپنی ساری دولت لٹا دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔''

قریشیوں نے اس موقع پر بہت شور مچایا، اور حضرت عبدالمطلب سے کہا:

Marfat.com

''آپ کچھ تو سوچیں۔ اگر آپ نے آج اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا، تو پھر ہر شخص اپنے بچوں کو لا کر اس طرح ذبح کر دے گا، اور یہ ہوا تو بہت برا ہو گا کہ نسل انسانی ختم ہو جائے گی۔''

کعبہ کے پجاری اور قریش نے رائے دی کہ اونٹوں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ میں قرعہ ڈال کر دیکھا جائے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ ایک مشہور کاہنہ نے کیا تھا۔

جب تک حضرت عبدالمطلب زندہ رہے، حضور ﷺ کی پرورش و کفالت کے ذمہ دار رہے اور اپنے ساتھ انہوں نے ابو طالب اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بھی اس کام پر لگائے رکھا۔

جب شاہ یمن ذی یزن نے حبشہ فتح کیا تو عرب کے وفود مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس گئے۔ قریش کے وفد کے سردار حضرت عبدالمطلب کو تنہائی میں بلا کر بہت غور سے دیکھنے کے بعد اس نے کہا:

''میں اپنے خاندانی مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں سے ایک عظیم خبر آپ کو سنانا چاہتا ہوں، تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہو گا، جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مہر ہو گی۔ اسے قیامت تک تمام عالم کی سرداری حاصل ہو گی۔ وہ پیدا ہو چکا ہے اس کے والدین وفات پا گئے ہیں، اور دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ اللہ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا۔ اس کے دوستوں کو عزت اور دشمنوں کو ذلت سے ہمکنار کرے گا، اس کے اعوان و انصار کی مثالیں دی جایا کریں گی۔ اس کا قول محکم، قطعی اور فیصلہ کن ہو گا۔ وہ مبنی بر انصاف ہو گا، بھلائیوں پر عامل ہو گا اور اس کا حکم دے گا، برائیوں سے خود بھی بچے گا اور دوسروں کو بھی منع کرے گا۔''

شاہ حبشہ نے مزید کہا:

''وہ آپ کے قبیلے میں یا تو پیدا ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں، ان کا نام محمد (ﷺ) ہو گا۔ ان کے والدین فوت ہو جائیں گے اور ان کی کفالت

Marfat.com

ان کے دادا اور چچا کریں گے۔"

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

"میرے بیٹے کا بیٹا ایسا ہی ہے اور اس کے والدین انتقال کر گئے۔ میں اور میرا بیٹا ابو طالب اس کی کفالت کر رہے ہیں۔"

شاہ حبشہ نے کہا:

"اپنے اس فرزند کی خاص طور پر یہودیوں سے حفاظت کریں۔"

شاہ حبشہ نے قریش کے وفد میں ہر شخص کو دس غلام، دس حبشی باندیاں، پانچ رطل چاندی دو یمنی چادریں، عنبر کا ایک ڈبہ عطیہ کے طور پر دیا، اور حضرت عبدالمطلب کو یہ تمام چیزیں دس گنا زیادہ دیں۔ اس کے علاوہ جب بنی مدلج کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا:

"آپ کا یہ پوتا نبی ہے اس کی حفاظت کریں۔"

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب نے ابو طالب کو تلقین کی اور ابو طالب پہلے سے زیادہ حضور ﷺ کی نگہداشت و حفاظت کرنے لگے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت زبیر آپ ﷺ کے جانشین ہوئے۔ جب حضرت زبیر کا انتقال ہوا تو یہ منصب ابو طالب کے حصے میں آیا، اور وہ مکہ کے سردار بنے۔

ابو طالب مکہ میں بڑے با اثر اور معزز شخصیت تھے۔ تمام اہل مکہ مختلف خاندانوں اور قبائل کے لوگ آپ کی بڑی عزت اور احترام کرتے تھے۔

طبرانی، عمار سے روایت کرتے ہیں:

"ابو طالب جب اہل مکہ کے لیے کھانا تیار کرواتے تو اس موقع پر حضور ﷺ بھی تشریف لاتے۔ آپ ﷺ اس وقت تک تشریف فرما نہ ہوتے جب تک نیچے کوئی چیز نہ رکھ لیتے۔ اس پر ابو طالب کہا کرتے:

"میرا بھتیجا بڑا مکرم ہے۔"

Marfat.com

ابوطالب اپنے والد حضرت عبدالمطلب کی اتباع مین زمزم میں منقہ اور کھجوریں ڈال کر حج کے دنوں میں حاجیوں کو پلاتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے کھجوریں اور منقہ کی مقدار میں کمی کی اور دوسرے سال اپنے بھائی عباس سے دس ہزار درہم قرض لے کر سقایت پر خرچ کیا۔ اگلے سال پھر قرض لیا تو حضرت عباس نے اس شرط پر قرض دیا:

''اگر قرض ادا نہ کر سکے تو پھر یہ خدمت میں اپنے ذمہ لے لوں گا۔''

ابو طالب نے یہ شرط منظور کر لی، لیکن جب قرض ادا کرنے کی صورت نہ بن پڑی تو یہ خدمت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔

عبدالمطلب وفات سے پہلے حضور ﷺ کو ابو طالب کی کفالت اور سرپرستی میں دے گئے تھے۔ عبدالمطلب نے ابوطالب کو حضور ﷺ کی پرورش کے بارے میں تاکید کی:

''کمال شفقت اور غایت محبت سے ان کی کفالت وتربیت کرنا۔''

مفتی عزیز الرحمٰن رقمطراز ہیں:

''حضور ﷺ کو ابو طالب کے سپرد کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دوسرے چچاؤں کے مقابلے میں آپ ﷺ سے زیادہ محبت وشفقت فرماتے تھے۔''

ایک روایت یہ بھی ہے:

''ابوطالب اور زبیر کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی۔''

یہ بھی مروی ہے:

''حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا اور حضور ﷺ نے ابو طالب کی کفالت کو پسند فرمایا تھا۔''

ابوطالب نے اس فرض کو قریباً بیالیس سال تک جس خوبی اور ذمہ داری سے نبھایا، وہ پدرانہ شفقت ومحبت کی ایسی درخشندہ مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ابو طالب نے مرتے دم تک اس فرض کا حق ادا کیا، بڑے بڑے مشکل اور کٹھن حالات میں نہایت عزم وثبات کا نمونہ پیش کیا اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے باوجود حضور

Marfat.com

ﷺ کی کفالت سے دستبردار نہ ہوئے۔

ابوطالب کے بارے میں تمام سیرت نگار یہی لکھتے ہیں:

''وہ کثیر العیال تھے۔''

یہ بات بالکل خلاف حقیقت اور سرے سے غلط ہے، اس کے بارے میں حضور ﷺ کے خاندان کی تنگ دستی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابو طالب کے لیے کی جانے والی ان کی دوسری بات ان کی قلیل المالی ہے، تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں:

''ابوطالب قلیل المال تھے، اور ان کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔''

یہاں تک کہا گیا ہے:

''ابوطالب کی عسرت کو ختم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے گلہ بانی بھی کی۔''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ابو طالب کے علاوہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ایک حقیقی بھائی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور ابوطالب مالی طور پر کمزور تھے تو پھر عبدالمطلب نے ابو طالب ہی کو کیوں حضور ﷺ کی پرورش و کفالت کی خدمت سونپی، کیا اس میں کوئی حکمت پوشیدہ تھی۔ اس قسم کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

حضور ﷺ جب قبیلہ بنو سعد میں اپنی رضائی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ اس عرصے میں بھی حضور ﷺ کے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے ساتھ جانے کی روایت ملتی ہے، لیکن خاص طور پر بکریاں چرانے کا ذکر آٹھ، دس، بارہ سال کی عمر میں کیا جاتا ہے۔

بکریاں چرانے والا عام طور پر جفاکش، نرم دل اور بردبار ہوتا ہے، بکری فطرتاً تیز اور طبعاً نہایت کمزور ہوتی ہے۔ اگر ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو کہیں کی کہیں نکل جاتی ہے اور غصے میں آکر لاٹھیاں، ماریں تو جوڑ بند ٹوٹ جائے۔ لہٰذا بکریاں چرانے والے کو بڑی سمجھداری، ہوشیاری اور بردباری سے کام لینا پڑتا ہے۔

شبلی نعمانی نے حضور ﷺ کے بکریاں چرانے کو ابو طالب کی کفالت کے ضمن میں

Marfat.com

بیان کیا ہے اور اس کو عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے فرانس کے نامور مورخ کی اس تحریر کی تغلیط کی ہے:

''ابو طالب چونکہ محمد ﷺ کو ذلیل رکھتے تھے، اس لیے ان سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے۔''

علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے:

''عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امراء کے بچے بکریاں چراتے تھے۔''

مرتضیٰ احمد خاں میکش بھی بکریاں چرانے کو عرب قبائل کا قابل فخر کام قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''قریش کے نونہال بڑے ہو کر تجارت کا پیشہ اختیار کرنے سے پہلے عام طور پر گلہ بانی کرتے تھے۔''

عبدالمقتدر کے بقول:

''رسول اللہ ﷺ نے پیغمبران اولوالعزم کی سنت بکریاں چرانے کی یاد تازہ کی۔''

بشیر احمد شارق دہلوی رقمطراز ہیں:

''آپ ﷺ کو اس کام سے اس قدر محبت تھی کہ شہر میں بہت کم جاتے تھے بکریوں کا دودھ گھر پہنچا دیتے تھے، اور خود رات دن صحرا کی کھلی ہوا میں زندگی بسر فرماتے۔''

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی بکریوں کے بجائے دنبوں کا ذکر کرتے ہیں، شارق دہلوی تو صحرا کی بات کرتے ہیں، ماہر القادری نے اس بات کو یوں آگے بڑھایا:

''آپ ﷺ نے مکہ کے جنگلوں میں بکریاں چرائیں۔''

مولانا نقی محمد خاں کہتے ہیں:

''پروردگار نے بکریاں چرانے کی رغبت حضور ﷺ کے دل میں پیدا کی کہ کام سیاست اور شفقت برضعفاء امت اور صبر بر مصیبت وغیرہا امور

Marfat.com

لوازم نبوت سے نہایت مناسبت رکھتا اور تواضع وفروتنی سکھاتا ہے۔"

علامہ اسلم جیراج پوری کے نزدیک:

"شرفاء کے لڑکے سادہ اخلاق و عادات اپنے گھر ہی کے بڑے بوڑھوں سے سیکھتے تھے، اور دن بھر ان کا مشغلہ بکریاں چرانا تھا۔ حضور ﷺ بھی اس زمانے میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ سمجھو تو دراصل یہ دنیا کی گلہ بانی کی ابتداء تھی۔ چنانچہ اکثر انبیاء جو گزرے ہیں، پہلے انہوں نے بکریاں چرائی ہیں۔"

صفی الرحمٰن مبارکپوری کا کہنا ہے:

"عنفوان شباب میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی معین کام نہ تھا۔ البتہ یہ خبر متواتر ہے کہ آپ ﷺ بکریاں چراتے تھے۔"

نیز صحیح بخاری کے حوالے سے کہا ہے:

"مکہ میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چراتے تھے۔"

اجرت پر بکریاں چرانے کی بات کا ماخذ جو حدیث پاک ہے اس کا معنی یہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی نبی ایسے مبعوث نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

دریافت کیا گیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے بھی؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہاں، میں نے بھی، میں اہل مکہ کی بکریاں قراریط پر چراتا تھا۔"

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اُسے کہا:

"اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتا تھا۔"

"قراریط پر" سے "اجرت پر" تک بات پہنچی، اس کے بعد "چند قراریط کے عوض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں کہا گیا اب ان پر کہانیاں کہی جانا شروع کیں۔

Marfat.com

عبدالصمد صارم الازہری نے کہا:

''آٹھ سال کی عمر سے پیغمبر اسلام ﷺ کو گلہ بانی کرنا پڑی تا کہ وہ نان جویں، چند کھجوریں، تن ڈھانپنے کو کپڑا اور پہننے کو جوتا مہیا کر سکیں۔''

ابوالجلال نے اپنے دماغ پر مزید بوجھ ڈالا اور کہا:

''ابوطالب تمام بنو عبدالمطلب میں کم آمدنی اور زیادہ خرچ والے تھے۔ اگرچہ وہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے، اور آپ ﷺ سے کوئی مشکل کام نہ لینا چاہتے تھے، مگر آٹھ سال کے بچے کی ہمت بہت قابل داد ہے۔ آپ ﷺ نے غریب چچا پر اپنا پورا بار ڈالنا پسند نہ کیا، چچا سے باصرار اجازت لے کر روسائے قریش کی بکریاں اجرت پر چرانا شروع کیں۔ ہر بکری کی اجرت پر آپ ﷺ کو ایک قیراط چاندی ملا کرتی تھی۔ مگر نہیں معلوم کہ یہ قیراط ماہوار ملتی تھی یا سالانہ۔''

مناظر احسن گیلانی نے تو سیرت النبی ﷺ کو افسانہ ہی قرار دینے کی کوشش کی ہے، لکھتے ہیں:

''ابو طالب بہت غریب تھے، مدت سے ان کی گزران قیراط (سکے) پر تھی جو بکریاں اور اونٹوں کے چرانے کے صلے میں ان کا بھتیجا مکہ والوں سے مزدوری میں پاتا تھا۔ اگر ابو طالب معاشی طور پر تنگ دست نہ ہوتے تو آٹھ نو سال کا ان کا یتیم بھتیجا بکریاں چرانے پر کیوں مجبور ہوتا۔''

علامہ شبلی نعمانی نے حاشیہ میں ''قراریط'' کی بحث کا ذکر کیا ہے، ڈاکٹر نور محمد غفاری اور مولانا ابوالاعلیٰ نے بھی اس پر گفتگو کی ہے، ڈاکٹر غفاری اور مولانا مودودی تو دونوں آرائے دیتے ہیں، لیکن آخر میں یہ لکھتے ہیں:

''اجرت پر بکریاں چرانا کوئی عیب نہیں ہے کہ اس سے حضور ﷺ کا دامن صاف کرنے کے لیے تکلف کیا جائے۔''

علامہ شبلی نعمانی البتہ دوسری رائے کے موید نظر آتے ہیں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''قراریط کے معنی میں اختلاف ہے۔''

ابن ماجہ کے شیخ سوید بن سعید کی رائے ہے:

''قراریط قیراط کی جمع ہے اور قیراط درہم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔''

اس بناء پر ان کے نزدیک حدیث پاک کے یہ معنی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اجرت پر لوگوں کی بکریاں چراتے تھے۔''

اسی بناء پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارہ میں نقل کیا ہے۔

ابراہیم حربی کا قول ہے:

''قراریط ایک مقام کا ہے، جو اجیاد کے قریب ہے۔''

ابن جوزی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بحث تفصیل سے لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

''ابن جوزی کی یہ رائے صحیح ہے۔''

نور البراس میں یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اس رائے کو ترجیح دی ہے۔

مولانا مودودی اس بحث کا حوالہ دے کر اپنی رائے یہ دیتے ہیں:

''مکہ کے جغرافیہ میں کسی مقام کا نام قراریط ہونا ثابت نہیں ہے۔''

مولانا ابراہیم سیالکوٹی اس بحث کے آخر میں یہ رائے دیتے ہیں:

''اس زمانہ میں مکہ میں اس سکہ کا رواج نہ تھا، بلکہ یہ اس مقام کا نام ہے جو مکہ میں اجیاد کے قریب ہے۔''

طبقات ابن سعد میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ بھی بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ میں مبعوث ہوا تو میں اجیاد میں اپنے لوگوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔''

حقیقت یہ ہے کہ سیرت نگاروں نے اپنی اپنی مرضی کے مطابق کوئی ایک معنی

Marfat.com

اختیار کرلیا ہے، اس لیے بعض نے بکریاں چرانے سے ابو طالب کی تنگ دستی کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ غیر مسلموں نے اسے ابو طالب کا ظلم قرار دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بنو سعد کی بکریاں چرائی ہیں تو بھی اور مکہ میں بکریاں چرائی ہیں تو بھی ملازمت یا معاش کی خاطر نہیں۔ کیونکہ جب حضور ﷺ نے بکریاں چرانے کی بات کی ہے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام والصلوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے، مزدوری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر حضور ﷺ نے یہ مزدوری ہی کی ہوتی تو آپ ﷺ اس کو مزدور کی عظمت پر محمول فرماتے، اسے انبیاء اور رسل کی طرح بکریاں چرانا نہ کہتے۔

دوسری اہم بات یہ ہے:

اجرت پر بکریاں چرانے والے کو چرواہا کہا جاتا ہے۔ اپنی بکریاں چرانے والے کو ایسا نہیں کہا جاتا، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اس لفظ کا حضور ﷺ کے لیے استعمال کرنا ممنوع فرما دیا ہے:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اجرت پر حضور ﷺ کے بکریاں چرانے کی بات کر کے آپ ﷺ کو چرواہا نہ کہیں۔ اپنی بکریوں کو چرانا، انہیں گلیوں، بازاروں سے گزار کر ان کی خوراک کا انتظام کرنا گھر کے کاموں میں شمار ہوتا ہے، اور حضور ﷺ نے بھی یہی کیا۔

مختلف سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر جہاں بعض اوقات خاصی محنت اور کاوش سے قلم اٹھایا ہے۔ وہاں کہیں خاصی بے احتیاطی سے بھی کام لیا ہے بلکہ کہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی خاص مقصد کے تحت کسی خاص واقعہ سے پہلو تہی کی ہے یا کچھ مفروضات کو قائم کرنا پسند کیا ہے۔

ایک بات خصوصاً سامنے آتی ہے کہ جہاں کسی ایک سیرت نگار نے بوجوہ کسی غلطی یا غلط فہمی سے کوئی اور بات چلا دی ہے تو دیگر احباب نے اس کی تقلید وسعی کی، اور اپنے تخیل کی مدد سے بات کو آگے بڑھانے پر اپنا زور قلم صرف کر دیا ہے۔ اس طرح بات

Marfat.com

حقیقت سے کہیں سے کہیں چلی جاتی ہے۔ نبی کائنات ﷺ کے بارے میں قلم اٹھاتے وقت اس قسم کی بے احتیاطیوں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

تمام دنیا کے سارے ولی، اوتار، غوث اور ابدال کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مقام نہیں پا سکتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی مراتب ہیں پھر جو لوگ رسول برحق ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے تھے ان کا مقام تو بہت ہی بلند و ارفع ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی یہ حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کریں۔ کہیں ان کے سارے عمل ضائع نہ ہو جائیں۔

اب اس تناظر میں دیکھیں تو کچھ کہنے یا لکھنے سے پہلے کئی بار سوچنا لازم ہے کہ کوئی ایسی بات ادا نہ ہو جائے کہ ہم گستاخی کے مرتکب ہوں، یا وہ بات آپ ﷺ کے مقام اور مرتبہ سے کمتر ہو۔ چہ جائیکہ کوئی شخص آپ ﷺ کے بارے میں اپنے تخیل کی بنا پر ایسی باتیں کہہ یا لکھ ڈالے جن کا وجود ہی نہ ہو۔ یا اس سے آپ ﷺ کے احترام، عزت اور وقار میں فرق آتا ہو، یا پھر آپ ﷺ کی محترم شخصیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

بدقسمتی کہ ایسی کئی جسارتیں سیرت کی کتب میں جگہ جگہ دکھائی دیتی ہیں۔ جو ایک غلط رسم ہے اور اس رسم سے بچ کر نکلنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے محسن و مربی ابو طالب کی شخصیت کو بعض سیرت نگاروں نے گرد آلود کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے وہ ہستی جس نے اپنی زندگی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت و پرورش میں گزاری، اور پھر ہر ہر قدم اور میدان میں آپ ﷺ کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ آپ ﷺ کی مدد فرمائی کہ دشمن آپ ﷺ کی طرف نگاہ نہ کر سکیں۔ ایسی شخصیت کے بارے میں کوئی نازیبا بات کہنا کہاں کی شرافت ہے۔

قریباً ہر سیرت نگار نے اپنا اپنا عجیب و غریب حق ادا کیا، اور انہوں نے ابو طالب کو کثیر العیال اور قلیل المال لکھا ہے، اور ظاہر ہے ان کی کثیر العیالی کا تذکرہ اس ضمن میں کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ان کی سرپرستی میں پرورش پا رہے تھے۔ کثیر العیالی کے قائل تو شیعہ مصنف سید اولاد حیدر فوق بلگرامی بھی دکھائی دیتے ہیں۔

Marfat.com

حیات طیبہ کے موضوع پر قلم اٹھانے والوں نے کثیر العیالی کی بات یوں آگے بڑھائی کہ چند حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا:

''کھانا پورا نہیں ہوتا تھا۔''

کچھ حضرات نے کہا:

''بچے کھانے پر پل پڑتے تھے اور صرف حضور ﷺ اس ہنگامہ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔''

کچھ سیرت نگار حضرات اپنی سوچوں کو اور وسعت دیتے ہوئے لکھ بیٹھے:

''ابو طالب کے بچوں کی ناکیں بہتی رہتی تھیں اور آنکھوں میں غلیظ مواد جمع ہوتا تھا اور اسے صاف کرنے کی باری نہیں آتی تھی۔''

کچھ نے اس فوج ظفر موج کو اپنی چشم تصور سے یوں دیکھا:

''ابو طالب نے اپنے کچھ بچے دوسروں میں بانٹ دیے، کیونکہ روٹی پوری نہیں ہوتی تھی۔''

یہ عجیب وغریب استدلال بیان کیے گئے، لیکن حقیقت کچھ اور تھی، ابو طالب کے صرف چھ بچے تھے۔ چار بیٹے اور دو بیٹیاں، طالب، عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہ اور بیٹیوں کے نام ام ہانی رضی اللہ عنہا اور جمانہ تھے۔

عرب کی ثقافت کے حوالے سے دیکھا جائے تو چھ بچوں کے والدین کو کم بچے ہونے کا طعنہ تو دیا جا سکتا ہے کثیر العیال نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی آپ نے کہیں پڑھا کہ حضرت عبدالمطلب یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کثیر العیال تھے، حالانکہ حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی چھ بیویاں تھیں، جن سے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چودہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں تھیں۔

بعض لکھتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔''

اس حقیقت کے باوجود انہیں کثیر العیال کوئی نہیں گردانتا، اب سوچنے کی بات یہ

Marfat.com

ہے کہ چھ بچوں کے باپ ہی کو کیوں ہدف بنایا جا رہا ہے۔

اب ایک اور پر لطف بات سنئے۔

یہ ساری گفتگو اس عرصہ کے دوران ہوتی ہے، جب حضور ﷺ ابو طالب کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے ۲۹ سال چھوٹے ہیں۔ ظاہر ہے جب حضور ﷺ ابو طالب کی کفالت میں آئے۔ حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ برس تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے ۲۹ سال چھوٹے اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ 9 برس چھوٹے تھے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ ابو طالب کے ہاں تشریف لائے، صرف طالب تھے اور وہ حضور ﷺ سے ایک سال بڑے تھے۔

تاریخ کے اوراق اس بات پر خاموش ہیں کہ حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا اور جمانہ اپنے کس بھائی سے کتنی بڑی یا چھوٹی تھیں، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ دونوں بہنیں بڑی تھیں، تو پھر اس وقت ابو طالب کے تین بچے موجود تھے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ ابو طالب دشمنی میں حقائق کو کس طرح مسخ کیا جا رہا ہے۔ اب ذرا اس نا قابل یقین تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے۔ چشم تصور میں دیکھیے، ناک سڑکتے بچے اور کثیر العیالی کی ''تہمت، کیا یہ بات قابل یقین نظر آتی ہے، یقیناً نہیں۔''

ابو طالب کے قلیل المال ہونے کی بات یوں بھی دل کو نہیں لگتی کہ بیشتر کتب میں یہ بات موجود ہے:

''ان کا پیشہ بھی اپنے آباء کی طرح تجارت تھا۔''

حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تجارت کے لیے تشریف لے گئے اور یثرب (مدینہ) میں انتقال فرما گئے۔ یقیناً عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سامان تجارت بھی ان کے چچا ابو طالب کے سپرد کر دیا ہو گا، جنہیں حضور ﷺ کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ پھر شعب ابی طالب کی جائیداد بھی اگر ان کی تھی تو ان کی

Marfat.com

تنگ دستی خواب و خیال بن کر رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر حمید کے بقول:

''ابو طالب کی کپڑے کی ایک دکان بھی تھی۔''

اب ان کی تنگ دستی و عسرت کا مفروضہ اور زیادہ مجروح ہو کر رہ جاتا ہے۔

ابو طالب کے بارے میں منفی کہانیوں کا سلسلہ مزید آگے بڑھتا ہے، تاریخ و سیرت کی تمام کتب کم از کم اس امر پر متفق تھیں۔

حضرت عبد المطلب نے اپنے بعد ابو طالب کو حضور ﷺ کا نگراں بنایا۔

اب کچھ لوگوں نے اس اجماع کی تغلیط کی راہ اختیار کر لی اور یہ لکھنے لگے:

''ابو طالب نہیں بلکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سرپرست و نگران اور کفیل تھے۔''

محمد احسان الحق نے ابو طالب کی سرپرستی سے انکار کیا اور بغیر کسی دلیل کے یہاں تک لکھ دیا:

''ایسے تجارتی کاروانی سفروں میں جب تک حضور ﷺ کے چچا (زبیرؓ) زندہ رہے، آپ ﷺ ان کے ساتھ جاتے رہے۔''

انہوں نے یہ بھی لکھ دیا:

''ابو طالب لنگڑے تھے، یا پیدائشی معذور تھے۔ وہ سرپرستی کیا کرتے یا تجارت کیسے کرتے؟''

اب سوچیے، اگر ایسا تھا تو وہ ابولہب کے ساتھ کشتی ابو طالب کے بجائے کسی اور نے لڑی تھی؟

مقصد تو ابو طالب دشمنی تھا، کچھ لوگ سرپرستی، نگرانی اور کفالت سے انکار کی جرأت تو نہ کر سکے، لیکن حضور ﷺ کی اس حدیث پاک کے حوالے سے:

''میں قراریط میں بکریاں چراتا تھا۔''

اس کے پس منظر میں کہنے لگے:

Marfat.com

''حضور ﷺ اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔''

اس کی وجہ یہ بتائی گئی۔

ابو طالب مفلوک الحال تھے، یتیم بھتیجے سے مزدوری کرا کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔

جلہمہ بن عرفطہ نے کہا:

''ایک بار میں مکہ آیا تو اہل مکہ قحط اور خشک سالی میں مبتلا تھے، قریش نے ابو طالب سے کہا۔''

''اے ابو طالب! وادیاں خشک ہوگئی ہیں، اور شہر کے لوگ قحط سے دو چار ہیں چل کر بارش کی دعا کریں۔''

جب ابو طالب دعا کے لیے چلے تو ان کے ساتھ ایک کمسن لڑکا بھی تھا وہ لڑکا اس چمکتے سورج کی طرح منور تھا جس پر سے بادل چھٹ چکے ہوں، ان کے گرد چھوٹے چھوٹے اور بچے بھی تھے۔

ابو طالب نے حضور ﷺ کی پشت مبارک کعبہ سے لگا دی اور انگلیوں سے کعبہ کو چھوا، اور اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، اس وقت آسمان پر کسی بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا، مگر اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے اور اس قدر بارش ہوئی کہ جنگل بہہ نکلے۔ ہر طرف جل تھل ہو گیا اور شہری اور دیہاتی نہال ہو گئے۔ اس موقع پر ابو طالب نے حضور ﷺ کی شان میں اسی سے زائد اشعار پر مشتمل قصیدہ لکھا۔ وہ قصیدہ ابن اسحاق نے پورا نقل کیا ہے۔

1. وہ روشن جبیں اور منور ہستی ہے جس کے روئے زیبا کے واسطے سے بادلوں سے بارش مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کا سہارا، ان کا فریاد رس اور بیواؤں کا حاجت روا ہے۔''
2. ''خاندان ہاشم کے رنج دیدہ افراد اس کی پناہ میں آجاتے ہیں، اور

Marfat.com

ان کی پناہ میں نعمت اور آسودگی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

ابو طالب حضور ﷺ کے بچپن کے زمانہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ وادی ذی المجاز میں گئے۔ یہ مقام وادی عرفات سے تین میل کی مسافت پر ہے اور یہاں زمانہ جاہلیت میں میلہ لگا کرتا تھا، اس موقع پر ابو طالب کو پیاس لگی اور انہوں نے اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کو حرکت دے کر فرمایا:

"یہاں دیکھیں کیا کوئی چیز ہے؟"

ابو طالب نے کہا:

"ہاں، یہاں پانی ہے، جس کی مثل ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ پانی پی لیں۔"

جب ابوطالب نے پانی پی لیا تو حضور ﷺ نے اپنا پاؤں ہلایا وہ جگہ پہلے جیسی ہو گئی۔

ابوطالب تجارت کیا کرتے تھے، اور اپنے کاروبار کے سلسلے میں ملک شام جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ تجارت کی غرض سے کیے جانے والے سفر میں اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کی طرف گئے۔ جب یہ قافلہ شام کے ایک قصبہ بصریٰ میں پہنچا تو وہاں کے ایک راہب نے جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا، اور اس راستے سے گزرنے والے قافلوں پر نظر التفات نہیں کرتا تھا۔

اس بار بحیرا نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے، جس پر سفید بادل سایہ فگن ہے جدھر جدھر وہ مبارک ہستی اپنا رخ کرتی ہے، بادل بھی ادھر مڑ جاتا ہے۔ جب وہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے تو بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے، اور اس درخت کی شاخیں ادھر کو جھک جاتی ہیں، بحیرا نے یہ منظر دیکھ کر اہل قافلہ کو دعوت دی، اس دعوت میں سب نے شرکت کی، مگر حضور ﷺ تشریف نہ لائے، بحیرا کے اصرار پر حارث بن عبد المطلب اپنے بھتیجے کو لے آئے۔ بحیرا حضور ﷺ کو آتے دیکھتا رہا، اس نے دیکھا۔

Marfat.com

جب حضور ﷺ درخت کے سایہ سے باہر آئے تو وہ سفید بادل بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ بحیرا تمام علامات اور نشانات سے حضور ﷺ کو پہچان گیا۔

بحیرا نے ابو طالب سے کہا:

''یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ ہیں، ڈر ہے کہ یہودی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں، اس لیے آپ انہیں واپس لے جائیں۔''

حرب فجار میں حضور ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ موجود تھے۔ اس وقت حضور ﷺ پندرہ برس کے تھے۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے درمیان لڑی گئی تھی۔ حضور ﷺ اس لڑائی میں اپنے چچاؤں کو تیر دیتے تھے۔ چونکہ یہ لڑائی ایام حج میں حدود حرم میں ہوئی تھی۔ اس لیے اسے ''حرب فجار'' یعنی قانون توڑنے والوں کی لڑائی کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں قریش حق پر تھے۔

حضور ﷺ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے گئے تو ابو طالب کے مکان پر گئے۔ ابو طالب نے خویلد یا عمرو بن اسد سے حضور ﷺ سے رشتہ طلب کیا، انہوں نے رضا مندی کا اظہار کیا، اس موقع پر ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا، اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔

سیرت دحلانیہ میں لکھا ہے:

''بیس اونٹ مہر مقرر ہوا۔''

بعض نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونا اور بعض نے چار سو دینار بتائے ہیں۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے، اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار ابو طالب نے حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا، انہوں نے پوچھا، اور جب انہیں حقیقت حال معلوم ہوئی تو فرمایا:

''اس پر قائم رہنا۔''

ایک بار ابو طالب اپنے بیٹے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس

Marfat.com

سے گزرے تو دیکھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابو طالب نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔''

اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ نماز کی امامت کے لیے ان دونوں سے آگے ہو گئے اور عبادت میں مشغول رہے، حتیٰ کہ نماز ختم ہوگئی، اور ابو طالب یہ شعر پڑھتے ہوئے خوش خوش واپس چلے گئے:

''سچ تو یہ ہے کہ علیؓ اور جعفرؓ میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں، جب زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں آ پہنچیں۔''

ابو طالب نے حضور ﷺ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا اور چالیس سال سے زائد عرصہ تک قوت پہنچائی اور اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا۔ ابو طالب اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک حضور ﷺ کے ہمدرد اور غم گسار رہے۔

حضور ﷺ نے دعوت حق کا برملا اور بلاخوف وخطر اعلان کرنا شروع کیا تو اس وقت تک آپ ﷺ کی قوم نے اس کی زیادہ پرواہ نہیں کی، اور ان کو زیادہ خطرہ محسوس نہ ہوا، اور انہوں نے اس کے رد اور جواب کی کوئی ضرورت نہ سمجھی، لیکن جب آپ ﷺ نے ان کے معبودوں کی مذمت شروع کی تو اس بات سے انہیں سخت دھچکا لگا، اور وہ سب آپ ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے اور متحد ہو گئے۔ اعلان نبوت کے بعد ابو طالب نے حضور ﷺ کی حد درجہ حمایت کی، اور انتہائی صبر اور خاموشی سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔

ابو طالب حضور ﷺ کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے، حضور ﷺ اعلان حق اور تبلیغ ودعوت میں دل وجان سے مشغول ہو گئے اور کسی بھی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے، دوسری طرف ابو طالب حضور ﷺ کی ہر طرح سے حفاظت کرتے رہے۔ جب قریش نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی حفاظت ابو طالب کر رہے ہیں، اور ان کی موجودگی میں ہم حضور ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو چند بااثر افراد کا گروہ جن میں ابو جہل اور اس کا

Marfat.com

چچاولید بن مغیرہ ، عامر بن وائل سہمی ، عتبہ بن ربیعہ ،شیعبہ بن ربیعہ اور ابوالجنتری بن ہشام یہ سب مل کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا:

''آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے ہمارے دین ومذہب کی برائی کرتا ہے، اور ہماری عقلوں کو بے وقوفی اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتاتا ہے،اس لیے یا تو آپ خود انہیں اس کام سے روکیں یا ہمیں روکنے دیں۔''

ابوطالب نے انہیں ٹال دیا، اس کے بعد جب حضور ﷺ اپنا مشن بدستور جاری رکھے رہے تو قریش دوبارہ آئے اور کہا:

''آپ بزرگی، عمر اور رتبہ میں ہم سے بڑے ہیں، مگر اپنے بھتیجے کو نہیں روکتے۔ ہم سے مزید صبر نہیں ہوسکتا، یا تو انہیں منع کرلیں یا ہم ان کے مقابلہ پر اتر آئیں گے، اور پھر ہم میں سے کوئی ایک رہے گا۔''

وہ اس قسم کی دھمکی آمیز باتیں کہہ کر چلے گئے، اس پر ابوطالب نے حضور ﷺ کو بلوا کر یہ سب باتیں بتائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''چچا جان! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں، اور شرط یہ ہو کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں تو بھی اسے نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں نہ رہوں۔''

اس کے بعد حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ،اور آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس ہولیے تو ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلا کر کہا:

''پیارے بھتیجے! آپ (ﷺ) جو چاہیں کریں ،خدا کی قسم میں کسی معاوضے پر بھی آپ (ﷺ) کو ان کے حوالے نہیں کروں گا۔''

اس موقع پر ابوطالب نے کچھ اشعار کہے:

1. ''اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک میری پیٹھ قبر کی مٹی سے نہیں لگا لیتے یعنی مجھے دفن نہیں کر لیتے۔''
2. ''جا اپنی دعوت عام کر، تجھ پر کوئی تنگی نہیں ، خوش رہ اور اپنے کام

Marfat.com

سے آنکھیں ٹھنڈی کر۔"

◆ "اور تو نے خیر خواہی کی حیثیت سے مجھے دعوت حق دی، بلاشبہ تم نے سچ کہا۔تو ہمیشہ سے امانتدار رہا ہے۔"

◆ "اور جو دین تو نے پیش کیا، لامحالہ تمام ادیان سے بہتر دین ہے۔"

تاریخ طبری اور تاریخ کامل میں ہے:

قریش نے ابوطالب سے آکر کہا:

"آپ عمارہ بن ولید کو جو قریشیوں میں نہایت خوبصورت نوجوان ہے، اپنا بیٹا بنالیں، اور ان کے بدلے اپنا بھتیجا ہمارے سپرد کر دیں تا کہ ہم انہیں قتل کر سکیں۔"

اس پر ابوطالب نے کہا:

"خدا کی قسم! تم میرے ساتھ بہت برا سودا کرنا چاہتے ہو، میں تمہارے بیٹے کو لے کر کھلاؤں، پلاؤں، پالوں پوسوں اور تم مجھ سے میرا بیٹا لے کر اسے قتل کر دو۔خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔"

اس پر نوفل بن عبد مناف کا پوتا مطعم بن عدی بولا:

"اے ابوطالب! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کی بات کی تھی مگر وہ تمہیں ناگوار گزری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی قوم یعنی ہماری کوئی بات قبول نہیں کرنا چاہتے۔"

ابوطالب نے مطعم بن عدی سے کہا:

"تم لوگوں نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی ہے، بلکہ میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالف لوگوں سے مل گئے ہو، تو ٹھیک ہے جو چاہو کرو۔"

اس موقع پر بھی ابوطالب نے کچھ اشعار کہے۔ابن ہشام نے گیارہ اشعار درج کیے ہیں، ایک شعر کا ترجمہ دیکھیں:

"اے گروہ قریش! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو تمہارے

Marfat.com

حوالے کر دیں گے، یہ اس وقت تک نہیں ہو گا، جب تک ہم ان کے اردگرد گھیرا ڈال کر لڑتے لڑتے گرا دیے جائیں اور ہمارے حواس اس قدر معطل ہو جائیں کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔"

ابوطالب مکہ کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو اپنی ذاتی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اتنے باعظمت تھے کہ کوئی شخص ان کا عہد توڑنے اور ان کے خانوادہ پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔ اس صورت حال میں قریش بہت پریشان تھے۔ قریش حضور ﷺ کو ابو طالب کے ڈر سے ہاتھ نہ لگاتے تھے، انہیں ہر وقت نقصان پہنچانے کا سوچتے اور نقصان ضرور پہنچاتے تھے۔

اعلان نبوت سے پہلے ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کا حضور ﷺ کی صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا۔ اس موقع پر انہیں طلاق دے دی گئی اور آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا کی وفات پر خوشیاں منائی گئیں، ابولہب کی بیوی ام جمیل حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بکھیر دیا کرتی تھی۔

اب ہر قبیلہ اپنے قبیلے کے ان لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگا، جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، انہیں قید اور زدوکوب کیا جاتا۔ انہیں بھوک، پیاس اور مکہ کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تپش کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس موقع پر ابوطالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو حضور ﷺ کی حمایت اور حفاظت کے لیے آمادہ کیا اور صرف ابولہب اور اس کے بیٹوں کے سوا بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سب مسلمان اور کافر اس کام پر تیار ہو گئے۔

موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں:

"دشمن قبائل نے حضور ﷺ کو علانیہ طور پر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ابو طالب نے آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں بلا لیا اور آپ ﷺ کو ہر قیمت پر دشمنوں سے بچانے کا تہیہ کر لیا۔ بعض نے قومی تعصب کی بنا پر اور

Marfat.com

بعض نے ایمانی جذبہ کے تحت اپنے آپ کو مخالفین کے مقابلے کے لیے سینہ سپر کر دیا۔"

بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اس طرح اکٹھے ہوتے دیکھ کر اور اپنا منصوبہ خاک میں ملتا پا کر قریش نے ایک قرارداد پیش کی:

"بنو ہاشم سے اب اس وقت تک صلح نہ ہوگی، جب تک وہ محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے نہ کر دیں یا خود قتل نہ کر دیں، اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلم ہوں یا غیر مسلم جو بھی محمد (ﷺ) کا ساتھ دے گا، اس سے رشتہ ناطہ، میل جول، خرید و فروخت بند کر دی جائے گی۔"

اس عہد نامہ کو کعبہ کے اندر لٹکایا گیا، اس طرح تین سال گزرے۔ اس عرصہ میں بچے بھوک کی شدت سے اس طرح چلاتے تھے کہ ان کی چیخ و پکار شہر میں سنی جاتی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر شہر کے عام لوگ متاثر ہوئے اور علانیہ اس ظلم کے خلاف بیزاری کا اظہار کرنے لگے، یہ محاصرہ اتنا طویل ہو گیا تھا کہ محصورین ببول کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بچے بھوک سے روتے اور بلبلاتے۔ قریش باہر سے آنے والے تاجروں کو بھی ان لوگوں کے خلاف بھڑکانے لگے۔ چنانچہ تاجروں نے چیزوں کی قیمتیں اتنی زیادہ کر دیں کہ یہ لوگ سامان خرید ہی نہ سکیں، صرف خفیہ طریقے سے کچھ ضروریات زندگی ان تک پہنچ سکتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اس حال میں بھی اپنی قوم میں تبلیغ کا فریضہ دن رات، خفیہ اور علانیہ ہر طریقے سے انجام دیتے، اور بنو ہاشم تمام تکالیف کو برداشت کرتے رہے۔

کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا اپنی موت جان کے چاہا تھا کہ مسائل و مشکلات سے تنگ آ کر یہ کام ہمارے بجائے محمد (ﷺ) کی حفاظت پر مامور بنی ہاشم اور بنی مطلب خود ہی کر دیں گے۔ اس لیے انہوں نے باقاعدہ بائیکاٹ کیا، اور اپنی دستاویز میں صلح کی صرف ایک شرط رکھی:

"صلح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم خود ہی

Marfat.com

محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کریں یا قتل کرنے کے بعد ہمیں دے دیں۔"

صلح کی یہ شرط اتنی کڑی تھی بلکہ بہت بڑی سازش تھی، مگر ابو طالب کا کردار یہاں تک واضح نظر آتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے علانیہ محافظ تھے۔ ان کے حکم پر اکٹھے ہونے والوں نے اپنے بچوں کو بھوک سے چلاتے تو دیکھا مگر رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچانے کا خیال دل میں نہ لائے۔

انسان اپنی بھوک، پیاس اور ہر تنگی برداشت کر سکتا ہے، مگر اپنے بچوں کو مشکل میں نہیں دیکھ سکتا، دنیا میں بیشتر جرائم کے در پردہ بچوں سے محبت چھپی ہوئی ہوتی ہے، مگر شعب ابی طالب کے محصورین نے ابو طالب کے حکم اور حضور ﷺ کی محبت میں اپنی ہر خوشی کو قربان کر دیا، اس طرح قریش کی یہ بڑی سازش ناکام ہو گئی اور بالآخر معاہدہ کو دیمک لگ جانے اور قریش کی آپس میں مخالفت ہو جانے کی وجہ سے وہ خود ہی مجبور ہو گئے، اور شعب ابی طالب کے محصورین کو واپس لے آئے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، ابراہیم سیالکوٹی اور شیخ محمد عبداللہ رقمطراز ہیں:

"شعب ابی طالب میں بھی ابو طالب کو چین نہیں آتا تھا، اور وہ اپنے پیارے بھتیجے کی حفاظت وہاں بھی کرتے تھے۔ جب سب لوگ اپنے اپنے بستروں پر جاتے تو ابو طالب اپنے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سلا دیتے، اور ان کے بستر پر آپ ﷺ کو بھیج دیتے۔"

شعب ابی طالب کی محصوری کے اس واقعہ کے بارے میں ابو طالب نے کچھ اشعار کہے۔

ابو طالب تاجدار عالم ﷺ کو اپنی ذات اور اہل وعیال سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے بلکہ ہمیشہ محبت سے کام لے کر آپ ﷺ کو خوش رکھتے تھے، اور حضور ﷺ کی وجہ سے بہت خیر و برکت محسوس کرتے تھے۔

ابو طالب نے قبل از وقت نبوت اور بعد از وقت نبوت ہمہ وقت آپ ﷺ کی

Marfat.com

صحابت اور حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ عبد المطلب کی طرح ابو طالب بھی آپ ﷺ کے بغیر دستر خوان پر نہ بیٹھتے تھے۔

ابو طالب کی عادت تھی کہ جب سب کھانے کے لیے بیٹھ جاتے تو کہتے:

''ٹھہر جاؤ، جب تک میرا بیٹا نہ آجائے۔''

جب حضور ﷺ تشریف لے آتے تو کھانا شروع کیا جاتا۔

ابن سعد، ابن قبطہ سے روایت کرتے ہیں:

''ابو طالب کے لیے بطحا میں تکیہ رکھا جاتا تھا، جو لپٹا ہوا ہوتا جس پر ابو طالب ٹیک لگایا کرتے تھے، حضور ﷺ تشریف لائے اور اس تکیہ کو کھول لیا اور اس پر لیٹ گئے، ابو طالب آئے تو بولے:

''میرے بھتیجے کو آرام مل رہا ہے۔''

طبرانی عمار سے روایت کرتے ہیں:

''ابو طالب اہل مکہ کے لیے کھانا تیار کراتے اور حضور ﷺ تشریف لاتے تو اس وقت تک تشریف فرما نہ ہوتے جب تک نیچے کوئی چیز نہ رکھ لیتے۔ اس پر ابو طالب فرماتے:

''میرا بھتیجا بڑا مکرم ہے۔''

ابو طالب ہمیشہ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے اور اپنے دائیں پہلو پر سلاتے۔ اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کسی وقت جدا نہ کرتے، ابو طالب نے حضور ﷺ کی شان میں بہت سے اشعار کہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1. اس نے (خدا نے) اپنے نام سے اس کا نام بنایا تا کہ وہ بھی جلیل ہو جائے صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہے۔''
2. جب قریش مفاخرت کے لیے جمع ہوں تو ان میں قابل فخر ہستی اور ان کے قائد اور خلاصہ جناب عبد مناف ہیں اور اگر عبد مناف کی بزرگی اور شرف دیکھنا ہو تو وہ جناب ہاشم میں موجود ہے، اور اگر اس روز بنو ہاشم

Marfat.com

کے لیے کوئی چیز وجہ افتخار وعزت ہے تو حضرت محمد (ﷺ) ان میں ہیں۔"

علامہ امینی، ابوجعفر محمد بن حبیب کی کتاب "امالی" کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

"ابو طالب جب بھی حضور ﷺ کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور کہتے:

"میں جب انہیں دیکھتا ہوں تو میرے دل میں اپنے بھائی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔"

ایک بار ابوطالب کو حضور ﷺ کہیں نظر نہ آئے، وہ پہلے ہی حضور ﷺ کے دشمنون سے پریشان رہا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں خیال گزرا کہ کہیں قریش نے حضور ﷺ کو چھپ کر قتل نہ کر دیا ہو، انہوں نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو مسلح ہونے کا کہا اور انہیں حکم دیا:

"تم میں سے ہر ایک کو مسلح ہو کر قریش کے کسی ایک سردار کے پاس بیٹھ جانا چاہئے۔ پھر جب میں اعلان کر دوں کہ میں محمد ﷺ کو تلاش کر رہا ہوں تو تم میں سے ہر ایک اپنے پاس بیٹھے ہوئے سردار کو قتل کر دے۔"

اتنے میں یہ خبر حضور ﷺ کو ملی جو اس وقت کوہ صفا کے ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ تیزی سے ابو طالب کے پاس آئے اور انہیں مسجد میں پایا۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑا اور قریش کو تمام واقعہ سنایا:

"میں تم سب کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا تھا۔"

پھر بنی ہاشم کے نوجوانوں سے کہا:

"جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے، سب پر ظاہر کر دو۔"

اس پر نوجوانوں نے اپنے ہتھیار دکھا دیے۔ اس پر قریش سہم گئے۔

ایک بار مدینہ میں قحط پڑ گیا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارش کی دعا کی درخواست کی۔ ابھی حضور ﷺ نے ہاتھ بلند ہی کیے تھے کہ بادل چاروں اطراف سے آنا شروع ہوئے اور سارا مدینہ جل تھل ہو گیا، نشیبی علاقوں کے لوگ

Marfat.com

ڈوبنے لگے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر عرض کی:

''بادلوں سے کہیں، یہ کسی اور طرف چلے جائیں۔''

حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے تو بدل چھٹ گئے، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آج اگر میرے چچا ابو طالب موجود ہوتے تو انہیں کتنی خوشی ہوتی۔''

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو شاید ان کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔''

''وہ ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ان کے روئے مبارک کے واسطے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے نگران اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ہاں۔''

سیرت دحلانیہ میں لکھا ہے:

آقا حضور ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

''ہمیں ان کے شعر کون سنائے گا۔''

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی:

''گویا آپ ﷺ کا ارادہ ان اشعار کو سننے کا ہے۔''

یہ کہہ کر تقریباً بارہ اشعار سنا دیے۔

ہشام بن سائب الکلبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

''ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو قریش ان کے پاس آئے، اس موقع پر ابو طالب نے انہیں وصیت کی:

''اے قریش تم خدا کی برگزیدہ مخلوق ہو، میں تمہیں محمد (ﷺ) سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ قریش میں امین اور عرب بھر میں صادق

Marfat.com

ہیں، تمہیں چاہئے کہ تم ان کا ساتھ دو، بخدا جو بھی ان کے راستے پر چلے گا، وہ کامیاب ہوگا، اور جو بھی ان کی ہدایت پر عمل کرے گا، وہ سعادت مند ہوگا، بخدا اگر مجھے تھوڑی سی فرصت اور ملتی اور میری موت چند دن اور مہلت دیتی تو میں ان فتنوں کا راستہ روکتا اور مصائب کو ان تک نہ پہنچنے دیتا۔"

ابوطالب نے جب دیکھا کہ حیات کا چراغ گل ہونے والا ہے، تو انہوں نے فوراً اپنے بھائیوں یعنی بنوعبدالمطلب کو اپنے بستر کے گرد بلایا اور حضور ﷺ کو ان کی حفاظت میں دیا، اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر امن و امان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے، ان کی وفات پر رسول اللہ ﷺ بہت روئے اور انہیں ابو طالب کی وفات کا بہت صدمہ پہنچا۔

(۱۰) فاطمہؓ بنت اسد (تائی):

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کی بیوی اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کو بہت خصوصیات حاصل ہیں۔ وہ ایک شفیق خاتون تھیں۔ ان کی طبع فیاض اور دل مہر و شفقت والا تھا۔ یہ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اپنے بچپن ہی سے اعلیٰ اوصاف و خصائل کی حامل تھیں۔ حضور ﷺ سے یہ نیک دل خاتون ماں جیسی محبت کرتیں، اور حضور ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نیک صالح بی بی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کے لیے ان کے گھر تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے۔ حضور ﷺ نے اکثر ان کی شفقت، شرافت اور خصائل حمیدہ کی تحسین فرمائی۔ ایک مرتبہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ریشم کا ایک ٹکڑا دیا اور فرمایا:

''ان کے حصے کر کے فواطم میں تقسیم کر دو۔''

فواطم یہ ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ، فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا۔

صرف پانچ افراد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی قبر میں لیٹے، ان میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں، عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ محترمہ ام رومان رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں اور مردوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے جن کی حضور ﷺ نے اپنی گود میں پرورش کی تھی اور دوسرے حضرت عبداللہ اعزنی رضی اللہ عنہا جن کو ذوالجبادین کہتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی بڑی خصوصیات میں سے ایک ان کا حضور ﷺ کی پرورش میں حصہ لینا اور دوسرا حضور ﷺ کا انہیں ''امی بعد امی'' کہنا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے قریش کے معزز ترین گھرانے میں آنکھ کھولی اور اسی میں پروان چڑھیں۔

بیان کیا جاتا ہے:

''وہ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالک تھیں۔''

چنانچہ حضرت عبدالمطلب کی نگاہ گوہر شناس نے انہیں بہو بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور اپنے فرزند عبد مناف (ابو طالب) سے ان کا نکاح کر دیا۔

ابو طالب نے حضور ﷺ کو نہایت محبت سے پالا تھا اور ہر موقع پر حضور ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔ حضور ﷺ کی پرورش و خدمت اور محبت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ابوطالب سے کسی طرح کم نہ تھیں، انہوں نے حضور ﷺ کو کھلانے پلانے میں آپ ﷺ کا خاص خیال رکھا۔

حضور ﷺ کے حسن تربیت میں اس نیک بچی کا بھی بڑا دخل ہے، حضور ﷺ نے

Marfat.com

ان کی وفات پر فرمایا:

''آپ رضی اللہ عنہا خود بھوکی رہتی تھیں، مجھے کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن مجھے پہناتی تھیں، یہ میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت حق کا آغاز کیا تو بنو ہاشم نے اس موقع پر آپ ﷺ کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ دعوت حق پر لبیک کہنے والے پہلے نوجوان تھے۔ خود حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اس دعوت پر صدق دل سے ایمان لائیں۔

7 نبوی میں جب مشرکین مکہ نے فیصلہ کیا:

''جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب، محمد (ﷺ) کو قتل کر کے ہمارے حوالے نہ کر دیں گے، کوئی شخص ان میں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے گا، نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی، اور نہ ان سے رشتہ ناطہ رکھا جائے گا۔''

اس معاہدہ کو ضبط تحریر میں لا کر ہر قبیلے کے نمائندے نے اس پر دستخط کیے اور اسے کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ جب ابو طالب کو اس معاہدہ کا علم ہوا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے اور تین برس تک شعب ابی طالب میں مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے رہے۔ اس موقع پر حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی تھیں، انہوں نے بھی اپنے اہل کنبہ کے ساتھ کمال درجہ کی ہمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی کی ذمہ داری حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اپنے سر لے لی اور اپنے فرزندوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ پر شفیق تھیں۔

اسی لیے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی اور ان کی لحد میں لیٹے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

Marfat.com

''یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابو طالب کے بعد میرے ساتھ کسی اور نے ان سے بڑھ کر عمدہ سلوک نہیں کیا۔''

جب مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت مدینہ کے دو تین سال بعد رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ چونکہ اہل بیت اطہار کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ اس لیے گھر کا سارا کام خود ہی کر لیا جاتا تھا، چنانچہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا:

''میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری والدہ کے احترام میں اٹھ جاؤ۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم سب اٹھ گئے اور سب دار وفات پہنچے، رسول اللہ ﷺ ان کے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا:

''اے میری ماں کے بعد میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔''

اور ان کی تعریف کی۔

Marfat.com

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے:

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کفن کے لیے اپنی قمیض دی۔ پھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا، انہوں نے قبر کھودی۔''

جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا جنازہ باہر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کا پایہ اپنے شانہ مبارک پر رکھا، اور راستے میں کبھی جنازہ سے آگے اور کبھی اس کے پیچھے چلتے تھے جب جنازہ چلا تو جنازہ کو دوبارہ کندھا دیا اور پھر دوبار دائیں طرف اور دو بار بائیں سے کندھا دیا۔ جب لحد تک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ خود قبر میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی اور اس میں لیٹے اور پھر دعا فرمائی:

''یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو بخش دے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے، بوسیلہ اپنے نبی (ﷺ) کے اور ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں، کیونکہ تو الرحیم الرحمٰن ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ قبر میں لیٹے۔

قرطبی کی التذکرہ میں ہے:

''فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کی برکت سے قبر کی تنگی سے محفوظ ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کی قبر میں اترے، وہ جنت البقیع میں دفن ہیں۔''

ایک روایت ہے:

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔''

Marfat.com

(۱۱) ام ایمن (برکہ بنت ثعلبہؓ):

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اصل نام برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہے گزشتہ باب میں ان کا ذکر آچکا ہے۔

برکہ کے معنی برکت کے ہیں، عرف ام انطباء تھا، رنگ گہرا سانولا تھا ان کے والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبش کے رہنے والے تھے۔ یہ مکہ کب اور کیسے پہنچیں تاریخ کے اوراق اس بارے میں خاموش ہیں۔

محمد احمد پانی پتی ان کے سلسلہ نسب کو یوں بیان کرتے ہیں:

''برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن لقمان۔''

یہ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں۔ بچپن ہی سے ان کے پاس تھیں۔ گھر کا کام کاج انہی کے سپرد تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے لگیں۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اور خبر گیری پر مامور تھیں۔

برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی ولادت کی خبر آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب کو سنائی اور حضور ﷺ کو اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی میراث میں ملیں۔

حضور ﷺ کی پرورش کرنے والوں میں سے حضرت برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا نام بہت اہم ہے۔ یہ حضور ﷺ کی آیا اور کنیز تھیں۔ بچپن میں انہوں نے حضور ﷺ کی پرورش اور تربیت کی۔

حیات محمد ﷺ اور مدارج النبوت کے مطابق:

''حضرت ام ایمن (برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی کھلائی رہیں۔''

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں:

''برکہ رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد

Marfat.com

حضور ﷺ کو کھلاتی تھیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ولادت کے دن ہی سے حضرت برکہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور ﷺ کی محبت ڈال دی تھی اور برکہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا شیر خوار محمد ﷺ کو اپنے ساتھ اپنے قبیلے میں لے کر چلیں تو برکہ رضی اللہ عنہا حد درجہ مغموم ہو گئیں اور یہ عرصہ انہوں نے بڑی بے چینی سے گزارا۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضور ﷺ کو واپس لے آئیں تو حضرت برکہ رضی اللہ عنہا کے دل کی مرجھائی ہوئی کلی دوبارہ تر و تازہ ہو گئی اور انہوں نے اپنی محبت اور عطوفت سے حضور ﷺ کی پرورش شروع کر دی۔ یہ دن رات آپ ﷺ کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں مصروف رہتیں۔ آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرتیں، کپڑے پہناتیں اور آپ ﷺ کے کپڑے دھوتیں اور پرورش کی تمام ضروریات کو پورا کرتیں۔

علامہ سیوطی کے حوالے سے کچھ سیرت نگار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی دودھ پلانے والیوں میں شامل کرتے ہیں۔ گزشتہ باب میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دودھ نہیں پلایا، اس لیے یہ حضور ﷺ کی رضاعی ماں نہیں ہیں۔

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چھ برس ہوئی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر اپنے شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے یثرب (مدینہ طیبہ) روانہ ہوئیں تو حضرت برکہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ کے خاندان بنونجار کے پاس تقریباً ایک ماہ قیام پذیر رہیں، اور یہاں رہ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی رہیں۔

حضرت برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یثرب (مدینہ طیبہ) کے یہودی حضور ﷺ کو بڑے غور سے دیکھتے اور میں نے انہیں یہ کہتے سنا:

''یہ اس امت کے نبی (ﷺ) ہیں، اور یہ جگہ دار الہجرت ہے۔ اس شہر

Marfat.com

میں خوب قتل ہوں گے اور لوگ قید ہوں گے۔"

حضرت برکہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے یہ باتیں ذہن نشین کر لیں۔"

مدینہ منورہ سے واپسی پر جحفہ سے کوئی ۲۳ میل دور ابواء نامی گاؤں میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔ برکہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو سینے سے لگائے بڑی ہمت اور جانفشانی سے مکہ مکرمہ پہنچ گئیں۔ حالانکہ اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔

حضرت برکہ رضی اللہ عنہا نے ننھے حضور ﷺ کو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ اب حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کے سرپرست و نگران ہوئے اور حضرت برکہ رضی اللہ عنہا بدستور حضور ﷺ کی خدمت کرتی رہیں۔

سیرت الحلبیہ میں پرورش کے بارے میں یہ واقعہ درج ہے:

برکہ رضی اللہ عنہا ام ایمن سے مروی ہے۔

"میں نبی کریم ﷺ کی تربیت پر مامور تھی۔ آپ ﷺ کا خیال رکھتی تھی۔ ایک روز آپ ﷺ سے غافل ہو گئیں اور اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ عبدالمطلب میرے سر پر کھڑے ہیں فرماتے ہیں:

"اے برکہ!"

میں نے کہا:

"لبیک (حاضر ہوں)۔"

"جانتی ہو، میں نے اپنے بچے کو کہاں پایا ہے؟"

میں نے کہا:

"نہیں۔"

عبدالمطلب نے کہا:

"میں نے اسے (ﷺ) کو بیری کے درخت کے قریب بچوں کے ساتھ

Marfat.com

پایا ہے، میرے بچے سے غفلت نہ کیا کرو، کیونکہ اہل کتاب خیال کرتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی (ﷺ) ہیں، اور میں ان سے آپ (ﷺ) کو مامون نہیں سمجھتا۔''

بنی مدلج فن قیافہ میں بہت شہرت رکھتے تھے، انہوں نے حضرت عبد المطلب سے کہا:

''آپ ان صاحبزادہ (ﷺ) کی حفاظت فرمائیں! کیونکہ ہم نے ان کے قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ پائے ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا:

''سنتے ہو، یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔''

سردار عبدالمطلب نے برکہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

''فرزند ارجمند (ﷺ) کی پرورش میں کوتاہی نہ برتنا، کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہوگا۔''

حضرت برکہ رضی اللہ عنہا نے خود کو حضور ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ آپ ﷺ پر جان چھڑکتی تھیں، اور ماں کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیتی تھیں۔

حضرت برکہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ساتھ رہا کرتی تھیں، فرماتی ہیں:

''حضور ﷺ نے اپنی چھوٹی یا بڑی عمر میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت نہیں کی۔ صبح کے وقت تھوڑا سا آب زمزم نوش فرماتے۔ دوپہر کو میں کھانے کے لیے کہتی تو فرماتے:

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

حضرت برکہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب عبدالمطلب کا انتقال ہو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ننھے محمد ﷺ ان کے سرہانے کھڑے رو رہے ہیں۔''

برکہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

Marfat.com

''آپ ﷺ اپنے دادا کے جنازہ کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے۔''

حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت انہیں آزاد کر دیا، اور ان کا پہلا نکاح حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ یہ حبشی تھے۔

حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ سے حضرت ایمن رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی عورت ماں بنتی تو وہ اپنے بچے کے نام پر پکاری جاتی۔ اس رواج کے مطابق حضرت برکہ رضی اللہ عنہا بھی ام ایمن کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ نکاح کے بعد حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ برکہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ چلے گئے تھے، وہیں حضرت ایمن رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے خدمت گاروں میں سے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اول ایمان لانے والوں میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام بھی آتا ہے، ان کے پہلے شوہر حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ بھی مسلمان تھے۔ یہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لائے، ان کو صحابی و انصاری بھی لکھا جاتا ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت ایمن رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ کا جلد ہی انتقال ہوگیا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا مدینہ سے مکہ واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے مکہ پہنچنے کے بعد ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''اگر کوئی شخص جنت کی کسی عورت سے عقد کرنا چاہے تو وہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح کرے۔''

یہ ارشاد سن کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا، اور ان سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ لوگ انہیں ''حب رسول'' کے نام سے یاد کرتے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے

Marfat.com

اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو اتنی محبت تھی کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح ''حب رسول'' کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ اپنے ایک زانو پر بٹھاتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر فرماتے:

''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، اس لیے تو بھی ان سے محبت فرما۔''

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے:

''میری ماں کے بعد ام ایمن (رضی اللہ عنہا) میری ماں ہیں۔''

آپ ﷺ ان کی بہت تعریف فرماتے اور اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے، جب ان پر نظر پڑتی تو امی کہہ کر خطاب کرتے اور فرماتے:

''یہ میرے اہل بیت کا حصہ ہیں۔''

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے۔ حبشہ اور مدینہ دو ہجرتیں کیں۔

نیاز فتح پوری اور سید انصاری رقمطراز ہیں:

''حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔''

ابن سعد کا بیان ہے:

''حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چند سال حبش میں قیام کے بعد غزوہ احد سے پہلے مدینہ منورہ میں واپس آئیں۔''

حافظ ابن عبدالبر، طبرانی اور بلاذری نے لکھا ہے:

''وہ ہجرت مدینہ کے وقت مکہ ہی میں مقیم تھیں، چند ماہ کے بعد ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا مکہ آئے اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور

Marfat.com

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اپنے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ مدینہ لے گئے۔"

ابراہیم سیالکوٹی، ابن حجر اور ابن سعد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی رستہ میں سخت پیاس لگی، آسمان کی طرف سے ایک ڈول، جس میں نہایت شفاف وسفید پانی تھا اترا۔"

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"میں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزے رکھا کرتی تھی۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کیا اور رخصتی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"جب تک تم مجھ سے نہ مل لو، فاطمہ سے کوئی بات نہ کرنا۔"

تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ کھلوایا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا دروازہ کھولنے آئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کیا میرا بھائی بھی اس مکان میں ہے۔"

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بولیں:

"علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بھائی کیسے ہوئے، حالانکہ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں وہ ایسا ہی ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس جگہ اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) بھی ہیں، اور کیا تم بنت رسول اللہ

Marfat.com

(ﷺ) کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہو؟''

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''جی ہاں! اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) بھی ہیں، اور میں بنت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دعائے خیر سے سرفراز فرمایا اور پیالہ یا کسی برتن میں پانی لے کر اس پانی میں اپنے دست مبارک دھوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوا کر ان پر پانی چھڑکا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سو گوسپند اور سات بکریاں تھیں، جنہیں ام ایمن رضی اللہ عنہا چرایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیاری سات بکریاں جنہیں چرانے کی ذمہ داری حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ذمہ تھی، ان کے نام عمروہ، زمزم، سقیا، برکہ، اطلال، اطراف اور غثیہ تھے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد اور غزوہ خیبر میں بھی شرکت فرمائی۔ وہ زخمیوں کو پانی پلایا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، اروی بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہا، ہند بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ہند بن اثاثہ رضی اللہ عنہا، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے علاوہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی مرثیہ لکھا:

اہل سیر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کرتے۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں:

''ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں۔''

حافظ ابن حجر کے مطابق:

''جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۲۴ھ کو شہادت پائی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بہت روئیں اور فرمانے لگیں۔''

''آج اسلام کمزور پڑ گیا ہے۔''

Marfat.com

ابن سعد کہتے ہیں:

''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک درخت ایک ہزار پر اٹھتا تھا اور اس زمانے میں جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے ایک پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا:

''آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اتنے قیمتی درخت کو ضائع کر رہے ہیں۔''

اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بولے:

''میری ماں نے اس کی فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کا حکم دیتی ہیں میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔''

Marfat.com

حضور ﷺ کے خاندان کی معاشی حالت

سیرت النبی المختار (ﷺ) کے موضوع پر قلم اٹھانے والے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے دن سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے کے ذکر میں عسرت اور تنگدستی کا اثر و رسوخ بتاتے ہیں، اور یہ ثابت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں:

''حضور ﷺ غریب تھے، مفلوک الحال تھے، انہیں ترکہ میں کچھ بھی نہ ملا تھا، اور ان کے سر پرست اور نگران ابو طالب بھی بھوک و افلاس کا شکار تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی رضاعت کے سلسلے میں بھی یہی کچھ لکھا جا رہا ہے، اور اب تک وہی روش چل رہی ہے۔

''حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اس لیے عبد المطلب کے خاندان کی طرف رخ نہیں کرتی تھیں کہ یہ غریب اور تنگدست لوگ تھے۔ یہاں سے مجھے کیا ملے گا۔''

اس سلسلے میں صحیح صورت حال حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں بیان کی جا رہی ہے آپ اس مفروضہ کو خود ہی عقل و خرد کی کسوٹی پر پرکھ لیں کہ یہ خاندان کتنا غریب اور عسرت زدہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا نسب مبارک یہ ہے:

''محمد رسول اللہ ﷺ، بن عبد اللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن

Marfat.com

نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان رضی اللہ عنہم۔"

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

ابراہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں:

"حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، یہ سب اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ یہ سب عرب کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے، عرب کے کئی ایک شہر ان کے نام پر آباد ہوئے۔"

رسول اللہ ﷺ کے جد امجد حضرت کنانہ کے بارے میں ہے:

"یہ انتہائی مہمان نواز تھے، اکیلے کھانا تناول نہ فرماتے۔ جب کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہوتا تو ایک لقمہ خود تناول فرماتے اور دوسرا لقمہ پتھر پر رکھ دیتے۔"

حضرت کنانہ کے پوتے مالک کو مالک اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ اس وقت ملک عرب کے حاکم تھے۔

علامہ ابن جوزی اور دیگر کئی حضرات لکھتے ہیں:

"حضرت قصی بن کلاب مکہ مکرمہ کے سردار تھے۔"

زرقانی کہتے ہیں:

"قصی بن کلاب کو تمام قبائل قریش پر اقتدار حاصل تھا، حاجیوں کو کھانا کھلانے، زمزم کا پانی پلانے، مسافروں کی پذیرائی کرنے، مشورہ کے لیے روساء قریش کو دار الندوہ میں طلب کرنے اور قریش کا پرچم لہرانے کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے۔

قصی کے بیٹے عبد مناف کا اصل نام مغیرہ تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں کسی شاعر کے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ ان میں سے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:

''او گٹھڑی اٹھا کر جانے والے (یعنی مسافر) تو عبد مناف والوں کے ہاں
کیوں نہ جا اترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری اور تنگدستی کو دور کر دیتے۔ وہ
تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی کر دیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ ان اشعار کو سن کر متبسم اور مسرور ہوئے تھے۔

احمد زینی دحلان لکھتے ہیں:

''قصی کے بعد ان کے بیٹے مناف، پھر ان کے بیٹے ہاشم، پھر ان کے
بیٹے عبد المطلب پھر ان کے بیٹے ابو طالب حاجت مندوں کے لیے
کھانے کا اہتمام کرتے رہے۔''

اس سے یہ بات صاف طور پر سامنے آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد سردار اور سخی تھے، اور جو لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان کی تنگدستی اور ناداری کو دور کر دیتے تھے۔

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا، دوسرا نام عبد العلی تھا۔ ان کا لقب ہاشم یوں پڑا کہ انہوں نے ایک بار سنا۔

''مکہ میں آٹا کمیاب ہو رہا ہے۔''

اس وقت حضرت ہاشم مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے وقت سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لاد لائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈالی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اس لیے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زائرین کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں ''ثرید'' بھی کہتے ہیں کھلایا کرتے تھے۔

حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ مہمان نواز، حقوق کی ادائیگی کرنے والے اور خوف زدہ کے

Marfat.com

بجائے امان تھے۔ حضرت ہاشم کی امارت، ان کی فیاضی، ان کے دسترخوان کی وسعت کا ذکر کتب میں تفصیل سے مذکور ہے۔

حضرت ہاشم قبیلہ قریش کے معزز سردار تھے۔ ان کے گھر میں مال و منال وافر تھا۔ ان کی سیادت کی شان کچھ ایسی تھی کہ حبشہ کے فرمانروا اور روم کے قیاصرہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آتے تھے۔ ان کی خاطر مدارت کو سرمایہ فخر جانتے۔

سیرت وحلانیہ میں ہے:

''ہاشم اور آپ کے بھائیوں عبد شمس، مطلب اور نوفل کے بارے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ سونا ہیں اور لوگوں کی پناہ گاہ اور ان کا اعز و افتخار ہیں اور عرب کے سردار ہیں۔''

حضرت ہاشم کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب کا ذکر آتا ہے۔ عبد المطلب حضور ﷺ کے دادا تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے سرپرست حضرت عبد المطلب ہی تھے۔

حضرت عبد المطلب جود و سخا میں اپنے والد حضرت ہاشم سے بھی بڑھے ہوئے تھے، آپ نہایت کریم و سخی تھے۔ وہ قریش کے سرداروں میں ایک صاحب وجاہت سردار تھے۔ وہ حج کے دنوں میں اپنی اونٹنیوں کا دودھ اور شہد ملا کر زمزم کے قریب پانی میں ملاتے اور حاجیوں کو پلاتے، حاجی اس مشروب میں پانی ملا کر اس کا گاڑھا پن دور کرتے تھے، ان کی مہمان نوازی کا اثر چرند، پرند اور طیور تک پہنچتا تھا۔ وہ پہاروں کی چوٹیوں پر وحوش و طیور کے لیے کھانا بکھیر دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو پرندوں کا میزبان اور فیاض کہا جاتا تھا۔

بعض سیرت نگار جس طرح رسول اللہ ﷺ کو عسرت زدہ، تنگ دست، مفلوک الحال قرار دیتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں:

Marfat.com

''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو اس لیے دودھ پلانے کے لیے نہیں لے جانا چاہتی تھیں کہ یہاں سے مجھے کیا ملے گا۔''

یہ درست ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما چکے تھے، لیکن حضرت عبدالمطلب تو حیات تھے اور وہ کتنے مفلوک الحال تھے اس کا اندازہ یوں لگایئے کہ جب انہوں نے حضور ﷺ کی والدی حضرت فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا تو بڑی کوہان والی ایک سو ناقہ اور دس اوقیہ سونا جو (ایک سو تولے بنتا ہے) مہر میں دیا۔

اگر یہ واقعہ ذرا پہلے کا ہے تو ذرا قریب ہو جایئے۔ سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر ان کی اولاد کثیر ہوئی تو وہ اپنا ایک بیٹا خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے ایسا موقع آیا تو قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پڑا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو والد کی خوشنودی کے لیے قربانی پر آمادہ تھے، لیکن ان کی بہنیں اور ماموں سدِ راہ ہوئے۔ راستہ یہ نکلا کہ دس دس اونٹوں کے فدیہ پر قرعہ نکالا جائے، آخر سو اونٹوں پر قرعہ نکلا اور حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عوض سو اونٹ خدا کے نام پر قربان کر دیے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے آبا بھی امیر کبیر تھے، حضرت عبدالمطلب بھی رہے، لیکن جب حضور ﷺ کی ولادت مبارک کا وقت آیا، یہ غریب اور مفلوک الحال ہو چکے تھے، تو یہ بات بھی درست نہیں، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عوض سو اونٹ قربان کر دینے کا واقعہ بھی ذرا دور کا نہیں تو اس وقت کا تصور کیجیے جب حضور ﷺ کی ولادت سے قریباً پچاس دن پہلے ابرہۃ الاشرام نے کعبہ شریف کو مسمار کرنے کے عزم سے حملہ کیا۔ ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کیا، وہ ان چوپایوں کو ہنکا کر لے گیا جو میدان تہامہ میں چر رہے تھے۔

ان اونٹوں میں حضرت عبدالمطلب کے اونٹ بھی تھے۔

محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے:

Marfat.com

''یہ ایک سو اونٹ تھے۔''

بعض کتب میں ہے:

''یہ دو سو اونٹ تھے۔''

لیکن کئی کتب میں یہ تعداد چار سو ہے۔

اب یہ تعداد چار سو تھی، دو سو تھی یا پھر ایک سو، حضرت عبد المطلب ابرہہ سے یہ اونٹ واپس لے آئے، تو انہوں نے ان کو قربانی کے لیے وقف کر دیا۔

یہ واقعہ حضور ﷺ کی اس دنیائے آب وگل میں تشریف آوری سے ڈیڑھ ماہ پہلے کا ہے، اور یہاں حضرت عبد المطلب اتنے امیر دکھائی دیتے تھے کہ سو، دو سو یا چار سو اونٹ قربانی کے لیے وقف کرتے ہوئے بالکل متردد نہیں ہوتے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ سو اونٹ کہنے کو آسان ہے، ورنہ حقیقت میں سو اونٹوں کا مالک بہت دولت مند ہوتا تھا۔ یہ بات بھی ذہن کے حافظہ میں محفوظ رکھیے کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر سب کفار قریش نے مل کر اس آدمی کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا تھا جو حضور ﷺ کو کسی صورت میں پکڑ لے۔

یہاں اگر کوئی فرد ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے:

''ان پچاس دنوں میں اتنا بڑا تغیر رونما ہو گیا ہو گا کہ حضرت عبد المطلب کے پاس کچھ نہ بچا ہو۔''

یا کوئی یہ کہے:

''حضرت عبد المطلب حضور ﷺ کے دادا تو تھے، لیکن انہوں نے بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے پیارے پوتے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا، اور حضور ﷺ پر کچھ خرچ نہ کرتے تھے۔''

ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں، البتہ اس کا معقول جواب ہے، حضور ﷺ عالم آب وگل میں تشریف لائے تو حضرت عبد المطلب نے انتہائی تزک و احتشام سے جشن منایا،

Marfat.com

تمام اہل مکہ کی دعوت کی۔ پھر بڑی دھوم کے ساتھ عقیقہ کیا، پھر جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو واپس مکہ چھوڑنے کے لیے آئیں اور حضور ﷺ کو ایک جگہ چھوڑ کر قضائے حاجت کے لیے گئیں اور واپسی پر آپ ﷺ کو نہ پا کر پریشان ہوئیں بہت تلاش کیا مگر کہیں نہ پایا، پھر حضرت عبد المطلب تک پہنچیں۔ پھر حضور ﷺ مل گئے تو آپ ﷺ کے ''مفلوک الحال'' دادا نے بعض مصنفین کے بقول بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے:

''بہت سا زر و جواہر صدقہ کیا۔''

علامہ قسطلانی نے ان اونٹوں کی تعداد بھی لکھی ہے، جن کے بارے میں دوسروں نے بہت سے اونٹ یا کثیر التعداد یا بے شمار اونٹ صدقہ میں دیے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

علامہ قسطلانی رقمطراز ہیں:

''حضرت عبدالمطلب نے اس موقع پر بڑے کوہان کے ایک ہزار ناقے اور ایک سو رطل سونا تصدق کیا۔''

مولوی نورالحسن نیر نور اللغات میں لکھتے ہیں:

''۲۸ تولے ساڑھے چار ماشے کے وزن کو ''رطل'' کہتے ہیں۔''

سیرت دحلانیہ میں تحریر ہے:

''اس موقع پر دادا محترم نے حضور ﷺ کے ملنے کی خوشی میں بکریاں اور گائے ذبح کر کے اہل مکہ کی ضیافت کی۔''

سب کتب میں یہ بھی موجود ہے:

''اس صدقہ کے علاوہ حضرت عبد المطلب نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بہت سا انعام و اکرام عطا کیا۔''

Marfat.com

ان حقائق سے حضرت عبدالمطلب کی حضور ﷺ سے محبت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے اور ان کی امارت اور فیاضی کا بھی۔

اب اس تناظر میں قارئین خود یہ فیصلہ کر لیں کہ حقائق کیا تھے، کیا حضور ﷺ کا خاندان تنگدستی وعسرت میں زندگی بسر کر رہا تھا، یا پھر خوشحالی کے دامن میں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ

عام طور پر حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا جاتا ہے:

''انہوں نے ترکہ میں پانچ اونٹ، بکریوں کا ریوڑ اور برکہ یعنی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بطور کنیز چھوڑا تھا۔''

فتح نیازی پوری اسد الغابہ اور صحیح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''برکہ رضی اللہ عنہا (ام ایمن) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیزوں میں سے تھیں۔''

بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے:

''شقران پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، اور انہیں حضور ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔''

اس سلسلہ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

''شقران کے بارے میں مجھ سے زید بن اخزم نے کہا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا تھا کہ شقران حضور ﷺ کو اپنے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی میراث سے ملے تھے۔''

بات اصل میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ غریب آدمی تھے اور نہ کسی غریب اور معمولی شخص کے بیٹے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے بہت کچھ چھوڑا، اپنی میراث میں ایک مکان چھوڑا، حضور ﷺ کی ولادت مبارک اسی مکان میں ہوئی، یہ مکان مکہ مکرمہ میں سرائے محمد یوسف کے نام سے مشہور رہا اور اس کی

Marfat.com

زیارت کی جاتی ہے، اس محلّہ کا نام زقاق المولد ہے اور یہ شعب بنی ہاشم میں تھا۔ جب حضور ﷺ بنی سعد سے واپس آئے تو اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اپنے مکان میں رہنے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی میراث میں چاندی اور تلوار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مکان اور دیگر اشیاء کے علاوہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خیاطی کی ایک دکان بھی تھی جہاں کپڑا فروخت کیا جاتا اور سلتا تھا، سامان تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمڑا اور کھجور بھی آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھوڑا، جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مرثیہ لکھا، اس مرثیہ کے ایک شعر سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی امارت کا پتہ چلتا ہے۔

''موت نے انہیں بغیر کچھ بتائے اپنی آغوش میں لے لیا اور ان کے جانے کا افسوس کیوں نہ ہو جبکہ وہ کثرت کے ساتھ عطا کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے تھے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غریب نہ تھے، بلکہ وہ ضرورت مندوں کو عطا کرنے والے تھے۔

ان حالات میں وہ کہانیاں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ کی عسرت اور تنگدستی کی تبلیغ کرتی ہیں، درست معلوم نہیں ہوتیں۔ اب یہ اہل تحقیق کا کام ہے کہ وہ اس بات کا سراغ لگائیں کہ اس خاندان کی غربت کی داستانیں کیوں گھڑی گئیں۔ اس کے پس پشت کیا محرک کارفرما ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سامان تجارت

مکہ کی سرزمین کی وسعت دو سو کلومیٹر مربع تھی، اور یہاں ایک بھی درخت نہیں تھا، یہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ معاش صرف دو تھے۔ ایک تجارت اور دوسرے

Marfat.com

پرورش بہائم بالخصوص پرورش شتراں۔ رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد کا پیشہ تجارت تھا۔ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابوطالب تاجر تھے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ملک شام کو تجارت کی غرض سے گئے، اور وہاں سے واپسی پر مدینہ میں قیام فرمایا تا کہ اپنے والد کے حکم کے مطابق کھجوروں کا سودا بھی کریں، مگر مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، ان کے ساتھی چند روز تک ان کی صحت یابی کا انتظار کرتے رہے، اور پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عبدالمطلب کو ان کی بیماری کی اطلاع دی۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث یا زبیر کو ان کی خبر گیری کے لیے بھیجا، مگر ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے، اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا تھا۔

عموماً کتب سیر میں اسی بات کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سامان تجارت لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے، اور وہاں سے سامان تجارت کی خرید و فروخت کرنے کے بعد واپسی پر مدینہ ٹھہرے اور اپنی بیماری کی وجہ سے وہیں فوت ہو گئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ تجارت کے لیے خالی ہاتھ گئے تھے اور وہاں سے واپسی پر خالی ہاتھ آ رہے تھے۔ کتب سیر میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ وہ مال تجارت کہاں گیا، جو وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کی خبر سن کر جانے والے حضرت حارث یا حضرت زبیر مدینہ سے وہ مال تجارت بھی لے آئے ہوں، جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چھوڑ گئے تھے اور لا کر وہ مال انہوں نے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے حوالے کر دیا ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی ہر چیز اور گھر بار کے سرپرست حضرت عبدالمطلب ہی ہو سکتے ہیں۔

جب کسی شخص کے انتقال کا وقت قریب ہو تو وہ اپنے بچوں اور عزیزوں کو اہم ترین باتیں سمجھاتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت عبد المطلب نے بھی اپنی زندگی کی سب سے اہم متاع عزیز اپنے پوتے محمد ﷺ کی پرورش، خدمت اور نگرانی کے لیے ابو طالب کو منتخب کیا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس موقع پر حضرت عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے حضرت زبیر بھی موجود ہیں، جو بڑے تاجر ہیں انہیں یہ سعادت کیوں نہ سونپی گئی۔ حضور ﷺ کا زبیر اور ابو طالب میں سے ابو طالب کو منتخب کرنا اس لیے عجیب لگتا ہے کہ سیرت نگاروں کے مطابق ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے، بلکہ بعض سیرت نگاروں کی کرم فرمائیاں تو اس حد تک بڑھ گئیں کہ انہوں نے ابو طالب کو معذور بھی کہہ ڈالا، جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

جس عزیز جاں پوتے (ﷺ) کی ولادت باسعادت پر حضرت عبد المطلب نے تمام عرب کو کھانا کھلایا، اور جن کے بچپن میں ایک بار نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بعد دوبارہ ملنے پر بڑی کوہان والے ایک ہزار ناقے اور سونا صدقہ کرنے والے، حضرت عبد المطلب نے آپ ﷺ کو ایسے چچا کے حوالے کیوں کیا جو قلیل المال ہیں اور جن کی گزر اوقات بمشکل ہوتی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ سب قیاس آرائیاں ہی ہیں۔ ابو طالب تنگدستی، عسرت اور افلاس کا شکار ہرگز ہرگز نہ تھے۔ یہ محض سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں ہیں۔

عبد المطلب جیسے دور اندیش شخص نے کچھ سوچ کر ہی حضور ﷺ کو پرورش کے لیے ابو طالب کے سپرد کیا ہوگا، اور پھر عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا سامان تجارت جو اب حضور ﷺ کی میراث میں سے تھا۔ ابو طالب کو سونپ دیا ہوگا، اور ابو طالب حضور ﷺ کے جوان ہونے تک ان کے مال کے نگران بنائے گئے ہوں گے۔ ابو طالب اپنے بھتیجے کو یتیم سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے کاروبار میں اپنا شریک کار بنا کر لے گئے تھے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے سامان تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمڑا اور کھجور بھی چھوڑی، جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا، اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا۔

Marfat.com

سیرت نگاروں کی سمجھ میں حضور ﷺ کی شرکت کی حکمت سمجھ میں نہ آئی اور وہ اس کے متعلق لکھنے لگے:

''جب ابو طالب شام کے سفر کے لیے جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کے اونٹ کی مہار پکڑ کر اپنے مہربان چچا سے فرمایا:

''آپ مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہیں، میری نہ ماں ہے اور نہ باپ جو میری دیکھ بھال کرے۔''

اس پر ابو طالب کا دل پگھل گیا، اور ابو طالب نے ترس کھا کر انہیں ساتھ لے لیا اور شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔

سیرت نگاروں کی لکھی ہوئی ایسی باتیں پڑھ کر دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے:

شاید ابو طالب کی بیوی حضور ﷺ کا خیال نہ فرماتی ہوں گی۔

مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو طالب کی بیوی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتے ہیں:

''یہ میری ماں ہیں، مجھے بہت پیار کرتی تھیں، خود بھوکی رہتی مگر مجھے کھلاتی تھیں۔ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔''

اس پیاری چچی بلکہ پیاری ماں کے سائے میں رہنے سے انکار کر کے اپنے چچا کے ساتھ دور دراز کے سفر پر حضور ﷺ کا جانا ضد کی وجہ سے نہیں تھا۔ یقیناً اس سفر میں بھی ابو طالب حضور ﷺ کو دانستہ ساتھ لے کر گئے تھے کہ کل حضور ﷺ کو خود اپنا کام سنبھالنا ہے۔ اس لیے انہیں کاروبار کی شد بد ہو جائے۔ اس طرح یہاں بھی ابو طالب حضور ﷺ کو بحیثیت شریف کار کی حیثیت سے لے کر گئے تھے۔

اب ذرا مزید آگے سفر کریں اور دیکھیں ابو طالب نے اپنے یتیم بھتیجے سے کہا:

''میں نے سنا ہے کہ (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا اجرت پر ملازم رکھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ ان سے مل کر ملازمت حاصل کریں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہر ملازم کا معاوضہ دو دو اونٹ مقرر کیا ہے، اگر یہ کام کر سکو تو میں بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

سے دریافت کروں، لیکن ہم اتنے معاوضہ پر معاملہ نہ کریں گے۔"

اور پھر ابو طالب نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بات کی اور کہا:

"دوسروں کی طرح ہم دو اونٹوں پر مزدوری نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرے برادر زادہ کے لیے چار اونٹ منظور کر لو تو وہ بھی چلے جائیں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دو گنا صلہ دینے پر رضا مند ہو گئیں۔ اس ساری بات میں دو باتیں صحیح نہیں۔ ایک یہ کہ ابو طالب نے حضور ﷺ سے ملازمت کے لیے نہیں بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حصہ داری کے لیے کہا ہو گا، اور دوسری بات یہ کہ یہ بات حضور ﷺ کے بارے میں کیسے تصور کر لی گئی کہ وہ دوسروں کے مقابلے پر دو گنا صلہ لینے پر رضامند ہوں گے۔ کیونکہ عدل و انصاف کے داعی سے کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسروں کا حق مار لیں گے۔ ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

ایسی ہی بات حضور ﷺ کی معاشی زندگی کے بارے میں کہی جاتی ہے۔

"انہوں ﷺ نے مالدار خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور اس طرح تمام مالی پریشانیوں سے نجات حاصل کر لی۔"

یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ حضور ﷺ خود تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ بہت اچھے شریک تھے، آپ ﷺ نہ مخالفت کرتے تھے اور نہ ہی جھگڑا پسند فرماتے تھے۔ یقیناً یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ترکہ میں سے ملنے والے مال تجارت ہی کی ایک کڑی ہے۔

محمد احسان الحق، مولانا شبلی نعمانی کی عربی تالیف "بدر السلام" کے ترجمہ "سیرت طیبہ" از میمونہ سلطان شاہ بانو کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت مکہ کے ایک مشہور تاجر تھے۔ تجارتی امور میں آپ ﷺ کی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا ہر کوئی معترف تھا۔ عام تاریخی کتب سے یہ جو تاثر ابھرتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گویا اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا۔ وہ بالکل غلط ہے، حضور ﷺ ایک خود مختار اور خوشحال

Marfat.com

تاجر تھے۔ آپ ﷺ نے کسی تاجر کی ملازمت کبھی اختیار نہیں فرمائی تھی۔''

ڈاکٹر تحسین فراقی نے کتاب کے تعارف میں لکھا:

''ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے بہت پہلے حضور ﷺ ایک خودمختار اور خوشحال تاجر کے طور پر معروف ہو چکے تھے اور اس ذیل میں قیس بن السائب کی روایت استناد کا درجہ رکھتی ہے۔''

❀❀❀❀

Marfat.com

کتابیات

- صحیح بخاری
- شجرۂ رسولِ مقبول
- النبی الخاتم
- پیغمبرِ اعظم کے تاریخی سفر
- تاریخ الانبیاء
- حضرت محمد ﷺ ولادت سے نزولِ وحی تک
- دلائل النبوت
- سیرت النبیؐ
- سیرت ابنِ ہشام
- ظہورِ قدسی
- والدینِ مصطفیٰ
- صحیح مسلم
- ابوداؤد
- پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی
- تاجدارِ عالم کے والدین
- جزیرۃ العرب
- درِ یتیمؐ
- رسول نمبر
- سرورِ عالم ﷺ کے سفرِ مبارک
- ضیاء النبیؐ
- عرب کا چاند
- عالی مرتبت والدین

❀❀❀❀

Marfat.com